

مختصر تاریخ خلافتِ راشدہ

مکہ ، مدینہ ، شام

جزیرہ ، بصرہ ، کوفہ ، مصر ، فلسطین

طائف ، یمن ، حمص ، مدائن ، بحرین ، آذربائیجان

دارالجزیر ، مکران ، اردن ، حلوان ، اصفہان

ہمدان ، فارس ، خراسان

محمد سلیمان قاسمی

مختصر تالیخ خلافتِ اشدہ

مُحَمَّدِیْمَان قاسمی

مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی ۲۰

مطبوعات ایومن ویلفیر ٹرسٹ ۱۱

مجلد حق یحییٰ ناشر محفوظ
© ایومن ویلفیر ٹرسٹ (رجسٹرڈ) دہلی

مختصر تاریخ خلافت راشدہ
محمد سلیمان قاسمی

۱۸۰

مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، ایوا الفضل انکلیو،
جامعہ نگر، نئی دہلی ۲۵

نام کتاب

مصنف

صفحات

ناشر

اشاعت،

طبع اول

۲۰۰۰

ستمبر ۱۹۹۷ء

قیمت : ۳۵/۰ روپے



مطبوعہ : دعوت آفست پرنٹرز، دہلی ۱۱

شہادت ہے مطلوب مقصودِ مومن
ممالِ غنیمت نہ کشورِ کشائی!

(علامہ اقبالؒ)

خصوصیات

- ۱۔ اس کتاب میں مطالعہ تاریخ کے لیے اسلام کا زریں اصول "عبرت پذیریری و سبق آموزی" پیش نظر رہا ہے۔
- ۲۔ یہ کتاب طلباء اور نوجوانوں کے لیے مرتب کی گئی ہے۔ عام لوگ بھی استفادہ کر سکتے ہیں۔
- ۳۔ اس کتاب میں ہر تاریخی دور کے بعد سوالات بھی درج کیے گئے ہیں۔
- ۴۔ ہر دور کا ٹائم چارٹ بھی دیا گیا ہے اور حدود سلطنت کا نقشہ بھی۔
- ۵۔ ہر خلیفہ راشد کے کارناموں کی فہرست بھی دی گئی ہے۔
- ۶۔ اس کتاب میں خلفاء راشدین کی مشترک خصوصیات نیز ان کے فضائل و اخلاق بیان کیے گئے ہیں۔
- ۷۔ اس کتاب میں انداز سادہ اور سلیس اختیار کیا گیا ہے۔
- ۸۔ اس میں طلباء، نوجوانوں اور عام مسلمانوں کو ان کی ذمہ داریاں بتائی گئی ہیں۔
- ۹۔ اس کتاب میں نظریہ خلافت کا تعارف کرایا گیا ہے۔
- ۱۰۔ اس کتاب میں تاریخ اسلام سے اصول اور اسباق بھی اخذ کر کے سامنے رکھے گئے ہیں۔
- ۱۱۔ اس کتاب میں طلباء کے ذہن میں ابھرنے والے سوالات کا حسب موقع جواب دیا گیا ہے۔ اور اطمینان بخش توضیحات کی گئی ہیں۔
- ۱۲۔ اس کتاب کے ذریعہ خلافت کی اہمیت اور خلفاء راشدین کے کارناموں اور فضائل کو اجاگر کیا گیا ہے۔
- ۱۳۔ اس کتاب میں اہل سنت، شیعہ اور خوارج کا تعارف اور باہمی فرق و امتیاز بھی آگیا ہے۔
- ۱۴۔ اس کتاب کے ذریعہ طلباء اور نوجوانوں میں احیاء نظام خلافت کا جذبہ پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

فہرست

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱۱	۱- مقدمہ	۱۲	۱۱	خلفائے راشدین کی خصوصیت	۱۵
۱۲	طلباء و رجوانوں کی ذمہ داریاں	۱۵	۱۲	حاکمیت	۱۶
۱۳	خلافت	۱۶	۱۳	مستط کا حکم	۱۷
۱۴	خلافت راشدہ	۱۷			
۱۵	خلفائے راشدین	۱۷			
۱۶	فریضہ خلافت	۱۷			
۱۷	انتخاب کا طریقہ	۱۷			
۱۸	مستط کا حکم	۱۷			

دورِ صدیقیؓ

۲۰	۲- حضرت ابوبکرؓ کا انتخاب	۲۵	۲۰	۲- حضرت ابوبکرؓ کا انتخاب	۲۵
۲۱	اصول انتخاب	۲۶	۲۱	اصول انتخاب	۲۶
۲۲	خطبہ خلافت	۲۶	۲۲	خطبہ خلافت	۲۶
۲۳	بیعت صدیقی میں حضرت علیؓ کا توقف	۲۶	۲۳	بیعت صدیقی میں حضرت علیؓ کا توقف	۲۶
۲۴	۳- تعارف اور خلافت سے پہلے کے حالات	۲۶	۲۴	۳- تعارف اور خلافت سے پہلے کے حالات	۲۶
۲۵	قبول اسلام	۲۶	۲۵	قبول اسلام	۲۶
۲۶	تبلیغ اسلام	۲۶	۲۶	تبلیغ اسلام	۲۶
۲۷	ہجرت	۲۶	۲۷	ہجرت	۲۶
۲۸	غزوات میں شرکت	۲۶	۲۸	غزوات میں شرکت	۲۶
۲۹	۴- خلافت صدیقی کے اہم واقعات	۲۶	۲۹	۴- خلافت صدیقی کے اہم واقعات	۲۶
۳۰	جیشِ اُسامہؓ کی روانگی	۲۶	۳۰	جیشِ اُسامہؓ کی روانگی	۲۶
۳۱	۵- سنہری نصیحتیں	۲۶	۳۱	۵- سنہری نصیحتیں	۲۶
۳۲	فقہ ارتداد	۲۶	۳۲	فقہ ارتداد	۲۶
۳۳	فقہ ارتداد کے اسباب	۲۶	۳۳	فقہ ارتداد کے اسباب	۲۶
۳۴	فوجی کارروائی	۲۶	۳۴	فوجی کارروائی	۲۶
۳۵	روشن ہدایات	۲۶	۳۵	روشن ہدایات	۲۶
۳۶	مدعیان نبوت کی مرکزیت	۲۶	۳۶	مدعیان نبوت کی مرکزیت	۲۶
۳۷	دیگر مرتدین اور مانعینِ زکوٰۃ	۲۶	۳۷	دیگر مرتدین اور مانعینِ زکوٰۃ	۲۶

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۵	عراق میں فتوحات	۳۲	۷	شام پر فوج کشی	۳۸
	جنگ کاظمہ	۳۵			
	جنگ شنی	۳۵			
	جنگ ولجہ	۳۶			
	جنگ اُتیس	۳۶			
	حیرہ کی فتح	۳۶			
	انبار کی فتح	۳۷			
	عین التمر کی فتح	۳۷			
	دومۃ الجندل کی فتح	۳۷			
	حصید وغیرہ کی فتح	۳۷			
	جنگ فراض	۳۸			
		۳۸			
۷	عراق میں فتوحات	۴۰			
۸	بیماری اور وفات	۴۱			
۹	سیرت و کردار	۴۱			
۱۰	خلافت صدیقی کے صوبے				
	اور گورنر	۴۲			
۱۱	حضرت ابو بکرؓ کے کارنامے	۴۲			
۱۲	حضرت ابو بکرؓ اور خلافت صدیقی				
	کا نام چارٹ	۴۵			
۱۳	خلافت صدیقی کا نقشہ	۴۶			
۱۴	دور صدیقی میں اسباق	۴۷			
۱۵	سوالات	۴۸			

دور فاروقی

۱۶	حضرت عمرؓ کا انتخاب	۵۲	۱۷	اسباق	۵۳
۱۸	تعارف اور خلافت سے پہلے		۱۹	خلافت فاروقی کے اہم واقعات	۵۷
	کے حالات	۵۴		حضرت خالدؓ کی مغزولی کے	
				اسباب	۵۷
۲۰	عراق میں فتوحات	۵۸			
۵۸	جنگ نارق	۵۸			
۵۹	جنگ سقاہیہ	۵۹			
	مرد و حکم لڑائی اور				
۵۹	جسے کا حادثہ	۵۹			
۶۰	واقعہ جسے کے اسباب	۶۰			
۶۰	بویب کی لڑائی	۶۰			

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۶۱	جنگ قادسیہ	۷۱	۷۸	کرمان اور سجستان کی فتح	۷۸
۶۲	دربار ایران میں نعمان بن مقرن	۷۲	۷۸	مکران کی فتح	۷۸
۶۳	کی تقریر	۷۳	۷۹	۲۱۔ شام میں فتوحات	۷۹
۶۴	مغیرہ بن زرارہ کی تقریر	۷۴	۸۰	دمشق کی فتح	۸۰
۶۵	حضرت مغیرہ کی تقریر	۷۵	۸۰	فصل کی فتح	۸۰
۶۶	ماحصل	۷۶	۸۱	مرج روم کی لڑائی	۸۱
۶۷	آغاز جنگ	۷۷	۸۱	محصل کی فتح	۸۱
۶۸	مدائن کی فتح	۷۸	۸۱	قنسرین کی فتح	۸۱
۷۰	مال غنیمت	۸۰	۸۱	حلب کی فتح	۸۱
۷۱	جلولائی لڑائی	۸۱	۸۲	انطاکیہ کی فتح	۸۲
۷۲	تحریت کی لڑائی	۸۲	۸۲	اجنادین کی فتح	۸۲
۷۲	اہواز کی فتح	۸۲	۸۲	بیت المقدس کی فتح	۸۲
۷۳	رامہرز اور تستر کی فتح	۸۳	۸۲	جزیرہ کی فتح	۸۲
۷۴	نہاوند کی فتح	۸۴	۸۳	مصر کی فتح	۸۳
۷۴	علاقہ ہند کی فتح	۸۴	۸۵	معاہدہ صلح	۸۵
۷۵	طبرستان کی فتح	۸۵	۸۵	صلح کے اسباب	۸۵
۷۶	اصفہان کی فتح	۸۶	۸۶	اسکندریہ اور برفہ کی فتح	۸۶
۷۶	آذربائیجان کی فتح	۸۶	۸۶	۲۲۔ شہروں کی آباد کاری	۸۶
۷۶	باب کی فتح	۸۶	۸۶	بصرہ	۸۶
۷۷	خراسان کی فتح	۸۷	۸۷	کوفہ	۸۷
۷۷	فسا و اور دارالجمہر کی فتح	۸۷	۸۷	فسطاط	۸۷

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	موصول	۸۷	۲۸	خلافت فاروقی کے صوبے	
	جیزہ	۸۸	۹۶	اور گورنر	
	۲۳۔ عہد فاروقی میں اشاعت اسلام		۲۹	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے	
	ادراس کے اسباب	۸۸	۹۷	کارنامے	
	۲۴۔ ذمیوں کے حقوق اور ان کے		۳۰	حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور خلافت فاروقی	
	ساتھ حسن سلوک	۸۹	۹۸	کا ٹائم چارٹ	
	۲۵۔ رفاہی کام	۹۰	۱۰۰	۳۱۔ خلافت فاروقی کا نقشہ	
	۲۶۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت	۹۱	۱۰۱	۳۲۔ دورِ فاروقی میں اسباق	
	۲۷۔ سیرت و کردار	۹۱	۱۰۲	۳۳۔ سوالات	

دورِ عثمانی رضی

۱۰۶	۳۴۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا انتخاب	۱۱۶	یزدگرد مارا گیا
۱۰۸	۳۵۔ اسباق	۱۱۶	۳۹۔ داخلی فتنہ اور اس کے اسباب
	۳۶۔ تعارف اور خلافت سے پہلے	۱۱۷	۴۰۔ عبداللہ بن سبا
۱۱۰	کے حالات	۱۱۷	خفیہ پارٹی کے خیالات
۱۱۲	۳۷۔ خلافت عثمانی کے اہم واقعات	۱۱۸	اس کا طریق کار
۱۱۳	۳۸۔ فتوحات	۱۲۲	۴۱۔ اصلاح حال کی کوششیں
۱۱۳	آرمینیہ کی بغاوت	۱۲۲	عمال کی مجلس شوریٰ
۱۱۴	قبرص کی فتح	۱۲۳	تحقیقاتی کمیشن
۱۱۵	اسکندریہ کی بغاوت	۱۲۳	الزامات کے جوابات
۱۱۵	قسطنطین کی شکست	۱۲۶	۴۲۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
۱۲۶	۴۶۔ حضرت عثمانؓ کے کارنامے	۱۲۸	۴۳۔ شہادت عثمانؓ کے نتائج
	۴۷۔ حضرت عثمانؓ اور خلافت عثمانی	۱۲۸	شیعہ
۱۳۷	کاٹنائم چارٹ	۱۲۹	عثمانی
۱۳۸	۴۸۔ خلافت عثمانی کا نقشہ	۱۳۰	مُرجیہ
۱۳۹	۴۹۔ دور عثمانی میں اسباق	۱۳۱	اہل سنت
۱۴۰	۵۰۔ سوالات	۱۳۲	۴۲۔ سیرت و کردار
			۴۵۔ خلافت عثمانی کے صوبے
			اور گورنر
		۱۳۵	

دورِ عسوی

	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی	۱۴۲	۵۱۔ حضرت علیؓ کا انتخاب
۱۴۸	قصاص پر آمادگی	۱۴۳	۵۲۔ اسباق
۱۵۳	سبائیوں کی میٹنگ		۵۳۔ تعارف اور خلافت سے
۱۵۳	جنگِ جمل	۱۴۴	پہلے کے حالات
۱۵۵	جنگِ صفین	۱۴۶	۵۴۔ عہدِ خلافت کے واقعات
۱۵۶	تحکیم	۱۴۶	خطبہِ خلافت
۱۵۷	۵۵۔ خارجیوں کا فتنہ	۱۴۶	قصاص کا مطالبہ
۱۵۷	خارجیوں کے خیالات		گورنروں کی معزولی کا
۱۵۹	خارجیوں سے مکالمہ	۱۴۷	فرمان
۱۶۰	تحکیم کا نتیجہ	۱۴۸	نامہ و پیام

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضمون
	۶۰۔ حضرت علیؓ اور عہدِ علوی کا	۱۶۱		جنگ نہروان
۱۷۱	طائم چارٹ	۱۶۲		کوفیوں کا گریز
۱۷۲	۶۱۔ خلافتِ علوی کا نقشہ	۱۶۲		مصر کا قضیہ
	۶۲۔ خانہ جنگی کے اسباب اور	۱۶۴		عام شورش
۱۷۳	اُن سے سبق	۱۶۴	۵۶۔	حضرت علیؓ کی شہادت
۱۷۴	۶۳۔ دورِ علوی میں اسباق	۱۶۵	۵۷۔	سیرت و کردار
۱۷۵	۶۴۔ سوالات		۵۸۔	عہدِ علوی کے صوبے
۱۷۷	۶۵۔ ضمیمہ	۱۶۸		اور گورنر
		۱۶۹	۵۹۔	حضرت علیؓ کے کارنامے

مُقَدِّمَہ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلَیْ رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِہِ

یہ کتاب خلافتِ راشدہ کی ایک مختصر تاریخ ہے۔ اس میں میرے پیش نظر عبرت پذیری اور سبق آموزی کا ذریعہ اصول رہا ہے۔ اسے میں نے طلباء اور تحریک اسلامی سے وابستہ نوجوانوں کے پیش نظر مرتب کیا ہے۔

خلافتِ راشدہ کے چاروں ادوار میں سے ہر دور کے بعد طلبہ کی سہولت اور افادیت کے پیش نظر سوالات بھی دے دیئے ہیں۔ ہر دور کا ٹائم چارٹ بھی ہر ایک کے اختتام پر شامل کر دیا ہے۔ ہر ایک کے کارناموں کی فہرست بھی دے دی ہے اور ہر ایک کی حدود خلافت کا نقشہ بھی شامل کر دیا ہے۔

خلفائے راشدین کی مشترک خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں :

- ۱۔ پہلی خصوصیت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کو نہ صرف طبعی بلکہ شرعی حاکم مانا جاتا تھا اور اقتدار اعلیٰ اور حاکمیت اللہ کے لئے مخصوص تھی۔ خلفاء راشدین کی حکومت اسی بنیاد پر قائم تھی۔ حکومت، حکمران اور عوام سب اس اصول کے پابند تھے۔
- ۲۔ دوسری خصوصیت یہ تھی کہ حکومت کا مقصد اقامتِ دین، اعلیٰ کلمۃ اللہ، امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور شہادتِ حق تھا۔

- ۳۔ تیسری خصوصیت یہ تھی کہ خلفاء آزادانہ انتخاب کے ذریعہ منتخب ہوتے تھے۔
- ۴۔ چوتھی خصوصیت یہ تھی کہ حکومت میں شورایت نافذ تھی، اہل علم و تقویٰ اور اصابتِ رائے کے اہل عام مسلمانوں کے معتمد علیہ لوگوں کے مشورے سے حکومت کے تمام کام انجام پاتے تھے۔

۵۔ اقامتِ نماز اور زکوٰۃ کا نظم اجتماعی اقامتِ دین کا ایک لازمی جز ہے۔

- ۵۔ پانچویں خصوصیت یہ تھی کہ ہر مسلمان کو ٹوکنے، تنقید کرنے اور اظہار رائے کی آزادی حاصل تھی۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ خلفاء راشدین اس کو عام مسلمانوں کا فرض سمجھتے تھے۔
- ۶۔ چھٹی خصوصیت یہ تھی کہ خلفاء راشدین اپنے کو اور اپنی حکومتوں کو خدا اور عوام دونوں کے سامنے جوابدہ سمجھتے تھے۔ خدا کا خوف اور آخرت کے خیال سے کانپتے رہتے تھے۔
- ۷۔ وہ بیت المال کو خدا اور خلق کی امانت سمجھتے تھے اور ایک پیسہ بھی بیجا نہیں اٹھاتے تھے۔
- ۸۔ انھوں نے خصوصیت یہ تھی کہ ان کی حکومت قانون کی حکومت تھی۔ قانون سے کوئی بالاتر نہیں تھا۔ عوام اور خواص امراء اور عرباء حکام اور رعایا حتیٰ کہ خلیفہ تک قانون کی نگاہ میں سب ایک تھے۔
- ۹۔ حقوق اور مراعات کے لحاظ سے کامل مساوات تھی، وحدت الہ اور وحدت آدم کا اصول کاؤزرا تھا۔

۱۰۔ خلفاء راشدین کی دسویں خصوصیت یہ تھی کہ وہ عظیم حکمراں ہونے کے باوجود سادہ کھاتے سادہ پہنتے اور سادگی کے ساتھ زندگی گزارتے تھے، عام مسلمانوں کی طرح رہتے تھے۔ عیش و عشرت اور حکومت کے ٹھاٹھ باٹ سے وہ نا آشنا تھے۔ دنیا کی محبت اور دنیا پرستی سے وہ کوسوں دور تھے۔ دنیا میں دین کی سر بلندی اور آخرت میں خدا کی خوشنودی ان کا نصب العین تھا۔ خدا کی بندگی کرنا، اس کی بندگی کو رواج دینا اور اس کی زمین پر اس کا راج قائم کرنا ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ اللہ ان سے راضی ہو اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

توقع ہے کہ طلباء اور عام نوجوان جو اسلامی تحریک سے وابستہ ہیں وہ خلفاء راشدین کی ان خصوصیات کو اپنے سامنے رکھیں گے اور ایسا انقلاب برپا کرنے کی کوشش کریں گے جو ان خصوصیات کا حامل ہو۔

طلبہ اور نوجوانوں کی ذمہ داریاں

- آپ کی ایک اہم ذمہ داری یہ ہے کہ دنیا کے علوم و فنون کا مطالعہ کرنے اور ان میں مہارت پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ تاریخ میں جو اسلامی تحریکیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے دیگر

انبیاء علیہم السلام کی ننگائی میں اٹھتی رہی ہیں۔ ان کا غور و فکر کے ساتھ گہرا اور تفصیلی مطالعہ کریں اور ان تحریکوں سے اپنے دور میں اسلامی تحریک برپا کرنے کے لیے ذہنی و فکری اور اخلاقی و روحانی غذا حاصل کریں، یاد رہے کہ یہ دعوتی داستانیں اگرچہ بائبل میں اور تازیانی لٹریچر میں کبھی بکھری ہوئی اور منتشر حالت میں ملتی ہیں لیکن ان کا مستند ذریعہ صرف ایک ہے اور وہ ہے قرآن مجید۔

• جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اسلامی تحریک برپا کی تھی وہ بڑی تفصیل کے ساتھ محفوظ ہے۔ قرآن مجید کی رہنمائی میں یہ تحریک پیدا ہوئی۔ پروان چڑھی، مختلف مراحل سے گزری اور کامیابی سے ہمکنار ہوئی اور ہر موقع پر بر وقت رہنمائی سے حضورؐ نے فائدہ اٹھایا۔ قرآن کے علاوہ سیرت کا عظیم ذخیرہ موجود اور محفوظ ہے۔ غرض کہ حضورؐ کی برپائی ہوئی اسلامی تحریک کے تفصیلی مطالعہ کے بغیر اور اسے اپنا رہنا بنائے بغیر آپ یا کوئی شخص کبھی اسلامی تحریک برپا نہیں کر سکتا۔

• خلفائے راشدینؓ، تابعینؓ، تبع تابعینؓ، فقہاء کرامؒ، محدثین عظامؒ، مجددینؒ اور مجاہدینؒ اور دیگر بزرگانِ دین جو تحریکیں انفرادی یا اجتماعی طور پر چلاتے رہے ہیں ان سب کا مطالعہ آپ کے لیے ضروری ہے۔

• آج کے دور میں جو اسلامی تحریکیں دنیا میں اور خود آپ کے برصغیر میں برپا ہیں ان کے لٹریچر سے آپ کو بھرپور استفادہ کرنا چاہیے۔

غرض کہ آپ کی عظیم اور اہم ذمہ داری یہ ہے کہ دنیا میں نظامِ خلافت قائم کرنے کے لیے اپنی ذہنی، جسمانی اور ہر طرح کی توانائیاں صرف کریں اور اسی عظیم مقصد کو اپنا نصب العین قرار دیں۔

حاکمیت | ہر حکومت کسی نہ کسی نظریہ حاکمیت پر قائم ہوتی ہے۔ اسلام کا نظریہ حاکمیت یہ ہے کہ کوئی انسان (شخص، طبقہ، گروہ، پارٹی یا پوری جنتا کو بھی) حاکم نہیں ہو سکتا حاکم صرف وہی ہو سکتا ہے اور وہی ہے جو زمین کا اور زمین پر بسنے والے انسانوں کا بلکہ پوری کائنات کا خالق، مالک اور حاکم ہے۔

ہَاكُمُ اللّٰهُ اَمَّا لَا تَتَعْبَدُوْا
حکم سوائے اللہ کے اور کسی کا نہیں،

اس کا فرمان ہے کہ اس کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو یہی صحیح دین ہے۔

وہ پرچھتے ہیں کہ اختیارات میں ہمارا بھی کچھ حصہ ہے کہہ کر اختیارات تو سارے اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔

جو خدا کی نازل کی ہوئی شریعت کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی کافر ہیں۔

إِلَّا آيَاكَ ذَالِكِ الدِّينِ الْقَيِّمُ۔

(سورہ یوسف: ۴۰)

يَقُولُونَ هَلْ نَحْنُ مِنَ الْأُمَرِ
مِنْ شَيْءٍ قُلْ إِنَّ الْأُمَرَ كُلَّهُ لِلَّهِ

(سورہ آل عمران: ۱۵۴)

وَمَنْ لَّمْ يَخُفْهُمَا فَأَنْزَلَ اللَّهُ
فَأُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ

(المائدہ: ۴۴)

غرض کہ حاکمیت (SOVEREIGNTY) اللہ کے لیے مخصوص ہے۔ اسی طرح قانون ساز (LAWGIVER) بھی اصلاً صرف اللہ ہے۔ عام انسان تو عام ہیں، نبی خود بھی اللہ ہی کے حکم اور قانون کا پیروں ہے۔

إِنْ أَتَّبِعْ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ
میں تو صرف اس حکم کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر وحی کیا جاتا ہے۔

(سورہ یونس: ۱۵)

اسلامی حکومت کو خلافت اسی لیے کہتے ہیں کہ اسلامی تعلیم کے مطابق بادشاہی اور حاکمیت (SOVEREIGNTY) صرف اللہ کے لیے مخصوص ہے انسان

خلافت

کو اللہ کا خلیفہ اور نائب ہونے کی حیثیت سے اس کے احکام و قوانین کے مطابق نظم حکومت قائم کرنے کا حق اور اختیار ہے۔ بلکہ اللہ کے وفادار اور فرماں بردار بندوں کا یہ فرض بھی ہے کہ وہ اللہ کی زمین پر اس کے احکام و قوانین نافذ کریں، اور وہ نظام قائم کریں جو وہ ہمیشہ اپنے نبیوں کے ذریعہ بھیجتا رہا ہے اور جسے آخری اور معیاری شکل میں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم کیا، جو قیامت تک کے لیے نمونہ اور اسوہ ہے۔

وہ حکومت جو حاکمیت الہیہ اور نیابت انسانی کی

خلافت راشدہ

بنیاد پر قائم ہو، جس کا دستور قرآن و سنت ہو۔ جہاں احکام شریعت کا اجرا اور حدود و شریعت کا نفاذ ہو، اصول دین کی تبلیغ کی جاتی ہو، شورایت

کا پاس و لحاظ رکھا جاتا ہو۔ غرض کہ مذہب و سیاست، معاشرت و معیشت اور زندگی کے تمام معاملات میں احکام الہی اور اسوۂ رسول کو نمونہ بنایا جاتا ہو، اسے خلافت راشدہ یا خلافت علیٰ منہاج النبوت کہتے ہیں۔

خلفاء راشدین | خلفاء، خلیفہ کی جمع ہے اور راشدین راشد کی جمع ہے۔ راشد ہدایت پر چلنے چلانے والے کو کہتے ہیں یعنی وہ حکمران جو خود بھی ہدایت پر تھے اور دوسروں کو بھی ہدایت پر قائم رکھنے کی کوشش کرتے تھے۔ جنہوں نے بالکل قرآن و سنت کے مطابق حکومت کی۔

فرضیہ خلافت | اسلامی حکومت قائم کرنا ایک ایسا فریضہ ہے جس پر تمام امت کے فقہاء اور علماء کا اتفاق ہے لیکن ایک گروہ کہتا ہے کہ یہ شرعی طور پر واجب ہے کیوں کہ :-

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اس حال میں مر گیا کہ اس کی گردن میں بیعت کا قلابہ نہیں تھا تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔

(۲) خلافت قائم کرنا مسلمانوں پر واجب ہے اس کی دوسری دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے خلیفہ کا تقرر ضروری سمجھا اور اس کو اس قدر اہمیت دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد مبارک کو دفن کرنے سے پہلے یہ فرضیہ انجام دیا۔

(۳) اسلامی نظام قائم کرنا واجب اور ضروری ہونے کی تیسری دلیل یہ ہے کہ حدود اور قصاص اور دیگر اسلامی قوانین کا نفاذ اور اجراء حکومت کے بغیر نہیں ہو سکتا حالانکہ حدود و قصاص وغیرہ اسلامی قوانین کا نفاذ واجب ہے اور واجب جس چیز پر موقوف ہو وہ بھی واجب اور ضروری ہوتی ہے۔

فقہاء کا ایک گروہ کہتا ہے کہ نظام خلافت کا قیام عقلاً واجب ہے۔ کیوں کہ ہر سو سنی اور سنی جگہ کو ایک ایسی طاقت کی ضرورت ہوتی ہے جو اس کے قانون کو جاری کرے اس کے جھگڑے چکائے اور امن و امان قائم کرے۔

لیکن واقعہ یہ ہے کہ اسلامی نظام قائم کرنا شرعاً اور عقلاً دونوں طرح واجب ہے۔

انتخاب کا طریقہ | خلیفہ کے انتخاب کے لیے کوئی بھی جائز طریقہ ضرورت زمانہ کے مطابق اختیار کیا جاسکتا ہے البتہ مسلمانوں کے مشورے اور رائے

سے خلیفہ کا انتخاب ہونا چاہیے براہ راست عام مسلمان خلیفہ کو چنیں یہ بھی صحیح ہے اور اہل حل و عقد خلیفہ کا انتخاب کریں یہ بھی صحیح ہے۔ اہل حل و عقد اسلامی معاشرہ کے کرماء و عوام، سلطنت کے امراء و ذمہ داران، فوج و علماء، اور علم و عمل اور فہم و تدبیر میں عام لوگوں سے فائق تر لوگ کہلاتے ہیں۔

نامزدگی کا طریقہ صحیح نہیں ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کو اپنے بعد خلیفہ مقرر کیا تھا تو یہ نامزدگی نہیں تھی کیوں کہ انھوں نے اہل حل و عقد سے اور مدینہ کے مسلمانوں سے مشورہ لے لیا تھا اسی طرح حضرت عمرؓ نے اپنے بعد ایسے چھ اشخاص کو انتخاب خلیفہ کا فریضہ سونپا تھا جو مسلمانوں کے نمایندگان کی حیثیت رکھتے تھے۔ اور حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے حضرت عثمانؓ کا انتخاب عام اور خاص مسلمانوں سے مشورہ کے بعد کیا تھا۔

غرض کہ نامزدگی کا طریقہ صحیح نہیں ہے مسلمانوں کی رائے سے خلیفہ کا انتخاب ہونا چاہیے۔

شیعی خیال :

شیعوں کا خیال ہے کہ امامت خلافت کا انتخاب امت کے ذمہ نہیں ہے بلکہ یہ خود اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری ہے جس طرح نبوت اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں رکھی تھی، وہ نبیوں کو خود مقرر کرتا تھا اسی طرح امامت اس نے اولاد فاطمیہ میں رکھ دی ہے اور بارہ امام لگاتار ان کی اولاد میں ہو چکے ہیں۔ امامیہ حضرات شیخین اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کو تسلیم نہیں کرتے۔ وہ کہتے ہیں خلافت پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حق تھا جس پر ان لوگوں نے قبضہ کر لیا تھا۔ شیعوں کے نزدیک امام بھی نبی کی طرح معصوم اور اللہ کی جانب سے مقرر ہوتا ہے۔ زیدی شیعہ حضرت علیؓ سے پہلے تینوں خلفاء کی خلافت مانتے ہیں لیکن حضرت علیؓ کو افضل قرار دیتے ہیں اور افضل کی موجودگی میں مفضول کی خلافت کو جائز سمجھتے ہیں۔

مُتَسَلِّطٌ کا حکم :

اگر کوئی مسلمان اقتدار حاصل کرنے کے بعد حکومت پر قبضہ کر لے اور اسلامی نظام ہی قائم کرے، اقامتِ صلوٰۃ اور اتیانِ زکوٰۃ کا نظم قائم کرے، حدود و قصاص وغیرہ اسلامی قوانین نافذ کرے تو جب تک اس سے کھلم کھلا اسلام سے روگردانی ظاہر نہ ہو تب تک اس کی اطاعت اور اس کے ساتھ تعاون ضروری ہے۔ اس سے بغاوت جائز نہیں۔



دورِ صدیقی لفظی

جلد ۳ تا ۱۳

حضرت ابوبکرؓ کا انتخاب

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوتے ہی سب سے اہم مسئلہ جو صحابہ کرامؓ کے سامنے آیا وہ انتخاب خلیفہ کا مسئلہ تھا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تجویز و تکفین سے پہلے ہی اس مسئلہ کو حل کرنے کے لیے پہلے انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں اکٹھا ہوئے اور پھر مہاجرین بھی وہاں پہنچ گئے۔ حضرت سعد بن عبادہؓ کھڑے ہوئے اور انھوں نے انصار کی خوبیاں، خدمات اور فضائل بیان کئے اور خلافت کا حق دار انصار کو بتایا۔ بعض انصار نے تائید کی۔ کسی نے کہا اگر مہاجرین زما میں تو بہ اس کا جواب انصار ہی میں سے کسی نے یہ دیا تو ایک امیر ہم میں سے اور ایک امیر ان میں سے ہونا چاہیئے۔ اتنے میں مہاجرین پہنچ گئے۔ حضرت عمرؓ کچھ اظہار خیال کرنا چاہتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے انھیں روک دیا اور خود بڑی متانت اور سنجیدگی سے تقریر فرمائی۔ آپ نے انصار اور مہاجرین دونوں کے فضائل بیان کیے۔ خصوصیت سے انصار کے جذبہ ایثار کو تفصیل سے بیان کیا یعنی جہاں تک فضائل اور خدمات کا تعلق ہے تو انصار اور مہاجرین دونوں کے بڑے فضائل اور بڑی قربانیاں ہیں۔ اس پہلو سے کوئی بھی کسی سے کم نہیں ہے۔ پھر آپ نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اَلَا حِمَّةٌ مِّنْ قُرَيْشٍ یعنی امام اور خلفاء قریش میں سے ہونا چاہیئے کیونکہ عرب کے لوگ نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے ہیں۔ اسلامی تعلیمات ابھی ان کے ذہن و دماغ میں اچھی طرح رچی بسی نہیں ہیں، اس لیے وقتی مصلحت کا تقاضا ہے کہ خلفاء قریش ہی میں سے ہوں ورنہ اہل عرب کسی اور کی سرداری قبول نہیں کریں گے البتہ مشورہ میں اور انتظامات میں سارے مسلمانوں کو شریک کیا جائے۔ فرمانِ نبویؐ سامنے آجئے پر یہ بات طے ہو گئی کہ خلیفہ قریش میں سے یعنی مہاجرین میں سے ہونا چاہیئے۔ اب یہ سوال باقی رہا کہ کون شخص خلیفہ ہو۔ حضرت ابوبکرؓ نے دو نام پیش کیے ایک حضرت عمرؓ کا دوسرا حضرت ابوعبیدہؓ کا۔ لیکن

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جلدی سے حضرت ابوبکرؓ کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر کہا میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں، آپ کے ہوتے ہوئے دوسرا کوئی برگزیدہ خلافت کا مستحق نہیں ہو سکتا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیعت کرتے ہی انصار اور مہاجرین سب نے برضا و رغبت حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ صرف حضرت سعد بن عبادہؓ نے بیعت نہیں کی لیکن انھوں نے کبھی آپ کے خلاف کوئی کوشش بھی نہیں کی اور نہ حضرت ابوبکرؓ نے ان پر کوئی جبر کیا۔ وہ شام چلے گئے اور وہیں زندگی گزار دی۔

اصول انتخاب | حضرت ابوبکرؓ کے انتخاب سے مندرجہ ذیل اصول انتخاب اخذ ہوتے ہیں۔
۱۔ اسلامی نظام قائم کرنا اور قائم رکھنا دین کا اہم ترین تقاضا ہے اسی طرح اس کا سربراہ منتخب کرنا بھی مسلمانوں کا فریضہ ہے۔

- ۲۔ نامزدگی کا طریقہ درست نہیں ورنہ حضورؐ خود اپنا خلیفہ نامزد فرما دیتے۔
- ۳۔ خاندانی اور نسلی حکومت اسلام کا طریقہ نہیں ورنہ حضورؐ کا کوئی قریبی عزیز خود بخود خلیفہ ہو جاتا۔
- ۴۔ انتخاب خلیفہ میں جلدی کرنا چاہیئے۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضورؐ کی تجہیز و تکفین سے پہلے ہی خلیفہ منتخب کر لینا ضروری سمجھا۔
- ۵۔ انتخاب میں شریعت کی اصولی تعلیم کے ساتھ ساتھ وقتی مصلحت اور عملی ضرورت کو بھی سامنے رکھنا مناسب ہے بشرطیکہ اصول کے خلاف نہ ہو۔
- ۶۔ انتخاب میں خاندانی، نسلی، لسانی، کوئی اور وطنی کسی بھی قسم کی عصبیت کے بجائے صلاحیت اور صلاحیت کو سامنے رکھنا چاہیئے۔
- ۷۔ انتخاب شورائی طریقہ پر کرنا چاہیئے۔
- ۸۔ بحث و فکر اور اظہار خیال کا موقع فراہم کرنا چاہیئے۔
- ۹۔ بہتر یہ ہے کہ پہلے امت کے نمائندے انتخاب کر لیں۔
- ۱۰۔ اہل حل و عقد کے انتخاب کر لینے کے بعد عام مسلمانوں سے تائید حاصل کر لینا چاہیئے۔

بیعت عام

دوسرے روز مسجد میں عام مسلمانوں نے بیعت کی۔ اس بیعت میں عام اہل مدینہ کے علاوہ

باہر سے جو لوگ حضورؐ کی وفات کی خبر سن کر آئے ہوئے تھے وہ بھی شریک ہوئے انھوں نے بھی بیعت کی، اس کے بعد ہر صوبے میں وہاں کے گورنر نے حضرت ابوبکرؓ کی بیعت لی، اس طرح تمام مسلمانوں نے پورے اتفاق و اتحاد کا ثبوت دیا۔ کم و بیش چھ ماہ بعد حضرت علیؓ نے بھی بیعت کر لی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے پہلے خطبہ میں جن اہم باتوں کی طرف توجہ دلائی وہ یہ ہیں :

خطبہ خلافت

- ۱۔ اے لوگو! میں تمھارا حاکم بنا دیا گیا ہوں حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔
- ۲۔ اگر میں اچھا کام کروں تو میری مدد کرو۔
- ۳۔ اگر میں غلطی کروں تو میری اصلاح کرو۔
- ۴۔ دیکھو سچائی امانت ہے اور بھڑک چیانت ہے۔
- ۵۔ تم میں جو کمزور ہے وہ میرے نزدیک طاقتور ہے میں اس کا حق دلا کر رہوں گا۔
- ۶۔ تم میں جو شخص طاقتور ہے وہ میرے نزدیک کمزور ہے میں اس سے لوگوں کا حق دلا کر رہوں گا۔ اسے کسی کا حق ٹھپ نہیں کرنے دوں گا۔
- ۷۔ جو لوگ اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا چھوڑ دینے میں اللہ انھیں ذلیل کر دیتا ہے۔
- ۸۔ جس قوم میں بدکاری پھیل جاتی ہے خدا اس میں مصیبت عام کر دیتا ہے۔
- ۹۔ جب تک میں اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کروں تم میری اطاعت کرتے رہنا۔
- ۱۰۔ اگر میں خدا نخواستہ اللہ اور رسولؐ کی نافرمانی کروں تو تم میری اطاعت سے آزاد ہو۔

بیعت صدیقی میں حضرت علیؓ کا توقف

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہاتھ پر بیعت چھ ماہ بعد کی تھی۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ تاخیر کیوں کی اس توقف کے اسباب کیا ہیں۔

اس تاخیر اور توقف کے چار اسباب تھے، پانچواں سبب شیعہ بتاتے ہیں۔

- ۱۔ حضرت فاطمہؓ حضورؐ کے غم میں بیمار پڑ گئی تھیں حتیٰ کہ چھ ماہ تک بیمار رہ کر اسی بیماری میں ان کا انتقال ہو گیا۔ حضرت علیؓ ان کی تیمارداری میں لگے رہے اور بیعت نہ کر سکے۔

۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہونے کے بعد آپ کی تجزیہ و تکفین میں لگے رہے اس لیے سقیفہ بنی ساعدہ کی نشست اور بیعت عامہ میں شریک نہ ہو سکے۔ واضح رہے کہ حضور کو تیسرے دن دفنایا گیا تھا۔

۳۔ حضرت فاطمہ رضی عنہا نے حضور کے ترکہ میں سے اپنا حصہ طلب کیا تھا اور حضرت ابوبکر رضی عنہ نے یہ کہہ کر انکار کر دیا تھا کہ حضور کی کوئی ذاتی جائیداد نہیں تھی، حضور نے جو کچھ چھوڑا ہے وہ سب مسلمانوں کا ہے۔ حضرت فاطمہ کو اس کا رنج تھا۔ ان کی دلہن کی خاطر ان کی زندگی میں حضرت علی رضی عنہ نے بیعت نہیں کی۔ اور ان کے انتقال کے بعد بغیر تاخیر بیعت کر لی۔

۴۔ ایک وجہ خود حضرت علی رضی عنہ سے طبقات ابن سعد میں منقول ہے وہ یہ ہے کہ میں قرآن میں مصروف ہوں اس سے فارغ ہونے پر بیعت کروں گا کیوں کہ میں آپ کی امارت کو ناکوار نہیں جانتا ہوں۔

۵۔ شیخہ حضرت کہتے ہیں حضرت علی رضی عنہ خلافت کو اپنا حق سمجھتے تھے اسی لیے انھوں نے بیعت نہیں کی تھی حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے کیونکہ حکومت و خلافت اسلامی تعلیم میں نسلی اور خاندانی چیز نہیں ہے۔ اگر حضرت علی رضی عنہ ہی اسلام کو نہیں سمجھیں گے تو اور کون سمجھے گا۔ یہ دراصل حضرت علی رضی عنہ پر ایک الزام اور بہتان ہے اور اگر وہ اپنا حق سمجھتے تھے تو بعد میں بیعت کیوں کر لی؟ اور تینوں خلفاء راشدین کے دور میں خلافت کے کاموں میں شریک رہے، اور تعاون کرتے رہے وہ انتہائی بلند کردار کے انسان تھے وہ جھوٹا عہد کیسے کر سکتے تھے اور کوئی شخص جھوٹا اقرار کر کے ۲۵ سال تک اسے کیسے نبھا سکتا ہے؟ درحقیقت پہلے چاروں وقتی اسباب کی وجہ سے انھوں نے بیعت صدیقی میں دیر کی تھی ان کے علاوہ اور کوئی وجہ نہیں تھی۔

۶۔ بحرین کی فتح کے بعد جب مال غنیمت آیا تو حضرت ابوبکر رضی عنہ نے اعلان کیا جس کسی کا حضور پر قرض ہو یا کسی کو کچھ دینے کا حضور نے وعدہ کیا تو وہ تباہ ہوئے۔ چنانچہ حضرت جابر رضی عنہ اور ابوبشیر مازنی رضی عنہ ان کے کہنے پر لمبی لمبی رمتیں دیں۔ حضرت فاطمہ رضی عنہ کا حصہ ہوتا تو آپ ضرور دیتے۔

تعارف اور خلافت سے پہلے کے حالات

آپ کا نام اسلام قبول کرنے سے پہلے عبد الکعبہ تھا لیکن یہ نام غلط تھا کیوں کہ اس کے معنی ہیں کعبہ کا بندہ حالانکہ انسان اللہ کے علاوہ کسی کا بندہ اور غلام نہیں ہو سکتا اس لیے آپ نے اسلام قبول کیا تو حضورؐ نے آپ کا نام عبد اللہ رکھ دیا۔ آپ کی کنیت ابو بکر اور لقب صدیق اور عتیق ہے آپ کے والد کا نام ابو تمافہ عثمان ہے والدہ کا نام ام الحیرہ سلمیٰ ہے۔ آپ کے قبیلہ کا نام بنو تیم ہے جو قریش کی ایک شاخ تھی۔ آپ کا سلسلہ نسب چھٹی پشت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب سے مل جاتا ہے۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوا دو سال چھوٹے تھے اور اتنی ہی مدت کے بعد انتقال ہوا۔ لہذا حضورؐ کی اور آپ کی عمریں برابر ہیں یعنی ۶۳ سال۔

قبول اسلام | آپ اچھے اخلاق کے مالک تھے اور اپنی دولت سے خدمتِ خلق کے کام کیا کرتے تھے۔ خوبہا کا مال آپ ہی کے پاس جمع ہوتا تھا۔ آپ علم الانساب کے ماہر تھے۔ آپ بچپن اور لڑکپن ہی سے حضورؐ کے دوست تھے اور حضورؐ کے عادات اور اخلاق سے بہت زیادہ متاثر تھے۔ اسی لیے حضورؐ کو جب اللہ تعالیٰ نے نبوت سے سرفراز کیا اور آپؐ نے اسلام کی دعوت دینا شروع کی تو سب سے پہلے جو لوگ ایمان لائے ان میں سرفہرست حضرت ابو بکر رضی ہیں۔

تبلیغ اسلام | اسلام قبول کرنے سے پہلے آپؐ ایک کامیاب اور بڑے تاجر تھے اور بڑے بڑے تاجروں سے آپ کے تعلقات تھے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد آپؐ نے اپنے اس اثر و رسوخ اور گزول کو جو ایک تاجر ہونے کی حیثیت سے آپؐ کو حاصل تھی، اسلام کی تبلیغ میں استعمال کیا۔ آپؐ نے اسلام قبول کرتے ہی دو کام شروع کر دیئے۔ ایک یہ کہ اپنی زندگی کو اسلام کے سانچے میں ڈھالنا شروع کر دیا۔ دوسرے یہ کہ اسلام کی تبلیغ شروع کر دی اور دعوت و تبلیغ کے کام میں حضورؐ کا پورا پورا ساتھ دیا۔ حضورؐ تبلیغ کی غرض سے جہاں کہیں تشریف لے جاتے حضرت ابو بکرؓ آپؐ کے ہمراہ ہوتے۔ آپؐ ہی کی کوششوں سے ان بڑے بڑے لوگوں نے جو عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں، اسلام قبول کیا تھا۔ بہت سے غریب مسلمانوں کو جنھیں ان کے کافرا قاء اسلام قبول کرنے کی وجہ سے ستایا کرتے تھے آپؐ نے خرید و خرید کر آزاد کیا۔

ہجرت | آپ نے اسلام کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دیا اسلام کی خاطر اپنا گھر، مکان، کاروبار، عزیز، پیارے اور وطن ہر چیز کو دو بار چھوڑا۔ ایک بار آپ حبشہ کی طرف ہجرت کر کے جا رہے تھے کہ قبیلہ قارہہ کا رئیس ابن دُغْنہ آپ کو واپس لے آیا۔ دوسری بار حضور کے ساتھ مدینہ کو ہجرت فرمائی اور یار غار ہونے کی فضیلت حاصل کی۔

غزوات میں شرکت | ہجرت مدینہ کے بعد جب کفار سے لڑائیوں کا سلسلہ شروع ہوا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہر غزوہ میں شریک ہوئے۔ غزوہ بدر ۳۰ سالہ اور غزوہ حنین ۳۰ سالہ میں مسلمانوں کی اپنی بعض کمزوریوں کی وجہ سے مسلمانوں کو شکست ہوئی تھی اور مسلمان بھاگ کھڑے ہوئے تھے لیکن دونوں موقعوں پر حضرت ابوبکرؓ پہاڑ کی طرح جھے رہے۔ اور اپنی جگہ سے نہیں ہٹے۔ غزوہ بنی نضیر ۳۰ سالہ غزوہ خندق ۳۰ سالہ، صلح حدیبیہ ۳۰ سالہ غزوہ خیبر ۳۰ سالہ، غزوہ فتح مکہ ۳۰ سالہ، غزوہ تبوک ۳۰ سالہ ہر ایک میں آپ نے اپنا مخصوص کردار ادا کیا۔ غزوہ تبوک کے موقع پر حضور نے مالی اعانت چاہی تو آپؐ اپنا محل اٹاٹے آئے۔ غزوہ تبوک میں جھنڈا بھی آپ ہی کے ہاتھ میں تھا۔ ۹۰ سالہ کے حج میں حضورؐ نے امیر المومنین آپ ہی کو بنایا تھا اور آپ ہی کی امارت میں حضرت علیؓ نے حضورؐ کی طرف سے وہ اعلان پڑھ کر سنایا تھا جس کے ذریعہ اسلام اور کفر کی حدود کو الگ الگ کر دیا گیا تھا۔ حضورؐ نے اپنی بیماری میں آپ ہی کو نماز کا امام بھی بنایا تھا۔

استقامت | ربیع الاول ۳۰ سالہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال سے لوگوں پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ حضرت عمرؓ تک شدت غم سے بہکی بہکی باتیں کرنے لگے کہ اگر کوئی یہ کہے گا کہ حضورؐ کا انتقال ہو گیا تو میں اس کی گردن اڑا دوں گا۔ حضرت ابوبکرؓ اس موقع پر بھی ثابت قدم رہے اور آپؐ نے صاف صاف اعلان کیا۔

مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَإِنَّ
مُحَمَّدًا أَقْدَمَاتٍ وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللَّهَ
تَعَالَى فَإِنَّ اللَّهَ حَيٌّ قَيُّوْمٌ

جو شخص محمدؐ کی عبادت کرتا تھا تو اسے
یاد اس ہو جانا چاہیے۔ کیوں کہ محمدؐ پر موت طاری
ہو گئی اور جو شخص اللہ کی عبادت کرتا تھا اس

کے لیے مایوسی کا کوئی سوال ہی نہیں کیوں کہ وہ زندہ ہے اور ہمیشہ رہنے والا ہے۔

اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے وہ آیت پڑھی جس کا ترجمہ یہ ہے :

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ ۖ قَدْ خَلَتْ
مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۚ أَفَأَنْ مَاتَ أَوْ
قُتِلَ أُنْقِلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ ۚ
(ابو عمران : ۱۴۴)

”محمدؐ ایک رسول ہی تو ہیں (کوئی خدا تو ہرگز نہیں) ان سے پہلے بہت سے رسول گذر چکے ہیں (ان سب کا انتقال ہو گیا) وہ (محمدؐ) اگر وفات پا جائیں یا قتل ہو جائیں تو کیا تم اگلے پاؤں واپس ہو جاؤ گے؟“

یہ آیت جنگ اُحد پر تبصرہ کے طور پر نازل ہوئی تھی۔ جنگ اُحد میں کفار نے یہ خباثت ادا کی تھی کہ محمدؐ شہید ہو گئے اس موقع پر کچھ لوگ مایوسی کا شکار ہو گئے تھے تب یہ آیت اتری تھی۔ اب حضرت ابوبکرؓ نے یہ آیت پیش کر کے قرآن سے ثابت کر دیا کہ موت اور قتل کا لفظ خود اللہ نے حضورؐ کے لیے استعمال کیا ہے۔ اس طرح حضرت عمرؓ اور دوسرے لوگ ہوش میں آ گئے، اور سمجھ گئے کہ حضورؐ کا انتقال ہو گیا ہے۔ غرض کہ اس موقع پر بھی حضرت ابوبکرؓ نہ صرف ثابت قدم رہے بلکہ دوسروں کو بھی ثابت قدمی آپ کے ذریعہ نصیب ہوئی۔

خلافت صدیقیؓ کے اہم واقعات

جیش اسامہ کی روانگی | حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے پہلے ایک لشکر تیار کیا تھا جس کا سپہ سالار حضرت زید بن حارثہؓ کے بیٹے حضرت اسامہؓ کو بنایا تھا۔ یہ لشکر جنگ ُحُد میں شکست کا انتقام لینے کے لیے تیار کیا گیا تھا لیکن حضورؐ کا انتقال ہو گیا اس لیے یہ لشکر روانہ نہ ہو سکا۔

حضرت ابوبکرؓ خلیفہ ہوئے تو سب سے پہلے آپ نے یہ لشکر بھیجنے کا ارادہ کیا۔ صحابہ کرامؓ نے کہا اندرون ملک بغاوت پھوٹ پڑی ہے، کچھ لوگ نبوت کا دعویٰ کرنے لگے ہیں، کچھ نے اسلامی حکومت کے خزانے میں زکوٰۃ داخل کرنے سے انکار کر دیا ہے، کچھ لوگ اسلام پھوڑ کر پھر کفر کی طرف واپس ہونے لگے ہیں اس لیے آپ سر دست یہ لشکر نہ بھیجئے۔ اندرون ملک حالات درست ہو جائیں، امن و امان بحال ہو جائے تب بھیج دیجئے گا۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا، یہ

نہیں ہو سکتا کہ حضورؐ نے جو لشکر جہاں بھیجنے کے لیے بنایا ہو، میں اسے وہاں نہ بھیجوں اور جو جہاد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے باندھا ہو میں اسے کھول دوں۔ میں یہ فوج ضرور بھیجوں گا۔ لوگوں نے کہا "اُسامہؓ نوجوان ہیں، نا تجربہ کار ہیں ان کے بجائے کسی تجربہ کار کو اس لشکر کا سپہ سالار بنا کر بھیجیے۔" حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا "یہ بھی نہیں ہو سکتا کیوں کہ جس شخص کو حضورؐ نے سردار بنایا ہو، میں اسے معزول نہیں کر سکتا۔ غرض عزم صدیقی کی وجہ سے تمام صحابہ کرامؓ آپ کی رائے پر متفق ہو گئے۔ اور یہ لشکر یکم ربیع الثانی ۳ھ کو روانہ ہوا اور چالیس دن کے بعد واپس آیا۔ اس کی روانگی سے اور محاذ پر پہنچنے سے مندرجہ ذیل فائدے حاصل ہوئے۔

- ۱۔ قیامت تک کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے عمل سے یہ ثابت کر دیا کہ سیاست میں بھی، صلح اور جنگ میں بھی، قومی و ملکی کاموں میں بھی حضورؐ کی اتباع لازم اور ضروری ہے۔
- ۲۔ اندرون ملک یہ لشکر جہاں جہاں سے گزرا لوگوں نے اسے جاتے ہوئے دیکھا۔ باغیوں پر اس سے رعب بیٹھا کہ اگر نبیؐ کے انتقال سے اور چاروں طرف بغاوت پھوٹ پڑنے سے اسلامی حکومت میں کمزوری آئی ہوتی تو یہ لشکر ملک شام پر چڑھائی کے لیے ہرگز نہ بھیجا جاتا۔
- ۳۔ مسلمان جو مدعیان نبوت، مُرتدین اور مانعین زکوٰۃ کے فتنہ اور بغاوت سے پریشان ہو رہے تھے ان کی ہمت بندھی کہ ہماری طاقت کمزور نہیں ہوئی ہے ورنہ بیرون ملک فوج ہرگز نہ بھیجی جاتی۔

۴۔ دشمن بھی مرعوب ہوا کہ مسلمانوں کے نبی کا انتقال ہوا۔ ان کے ملک میں افراتفری بھی پیدا ہوئی اس کے باوجود ان کی فوج ہماری سرحد پر پہنچ گئی۔ ان کی طاقت میں کوئی کمزوری نہیں آئی ہے۔ چنانچہ دشمن مقابلہ پر نہیں آیا۔

۵۔ حضرت اُسامہؓ نے سرحد شام پر قضاہ کی بستیوں کو فتح کیا اس طرح فتح اور ناموری دونوں حاصل ہوئیں۔

۶۔ کچھ مُرتد قبیلے محض لشکرِ اُسامہؓ کی روانگی اور اس کی کامیابی واپسی سے مرعوب ہو کر دوبارہ مسلمان ہو گئے۔

۲۸ ۲۰ سنہری نصیحتیں

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت اُسامہؓ کا شکر بھیجتے وقت اور شام کی طرف
فوجیں روانہ کرتے وقت مندرجہ ذیل نصیحتیں فرمائی تھیں۔ جن سے اسلامی اصول جنگ کی وضاحت
ہوتی ہے۔

- ۱۔ خیانت نہ کرنا، دھوکا نہ دینا۔
- ۲۔ لاشوں کی بے حرمتی نہ کرنا، اعضاء نہ کاٹنا۔
- ۳۔ بوڑھوں، بچوں اور عورتوں کو قتل نہ کرنا۔
- ۴۔ ہرے بھرے اور پھل دار درختوں کو نہ کاٹنا۔
- ۵۔ غذائی ضرورت کے علاوہ کسی جانور کو ہلاک نہ کرنا۔
- ۶۔ جو لوگ عبادت گاہوں میں مصروف عبادت ہوں ان سے نہ بولنا۔
- ۷۔ ہر حال میں خدا سے ڈرتے رہنا۔
- ۸۔ اپنے ماتحتوں سے اچھا برتاؤ کرنا۔
- ۹۔ جب انھیں نصیحت کرو تو مختصر کرنا۔
- ۱۰۔ اپنی اصلاح کرنا دوسرے خود دوست ہو جائیں گے۔
- ۱۱۔ دشمن کے سفیر کی عزت کرنا۔
- ۱۲۔ اپنے بھید چھپانا تاکہ تمھارا نظم قائم رہے۔
- ۱۳۔ ہمیشہ سچ بولنا۔
- ۱۴۔ رات کو اپنے ساتھیوں کے ساتھ بیٹھنا تاکہ تمھیں ہر قسم کے حالات معلوم رہیں۔
- ۱۵۔ فوج میں چوکی پہرہ کا اچھا انتظام رکھنا۔
- ۱۶۔ کبھی اچانک پہنچ کر پہرہ داروں کی نگرانی کرنا۔
- ۱۷۔ جھوٹوں کی صحبت سے بچنا۔

۱۸۔ وفاداروں کے ساتھ رہنا۔

۱۹۔ جس سے ملنا خلوص سے ملنا۔

۲۰۔ بزدلی نہ گزرنہ دکھانا۔

فتنہ ارتداد | ارتداد کے معنی ہیں اسلام چھوڑ کر کفر اختیار کر لینا۔ مُرتد اس شخص کو کہتے ہیں جس نے اسلام چھوڑ کر کفر اختیار کر لیا ہو۔ اسلام میں مرتد کی سزا قتل ہے اور

ہر نظر باقی اسٹیٹ میں نظریات سے بغاوت کی سزا قتل ہوتی ہے۔ غرض کہ حضور کا انتقال ہوتے ہی عرب کے دور دراز علاقوں میں ارتداد کی وبا پھیل گئی تھی، اس فتنہ کی تین صورتیں تھیں:

۱۔ کچھ قبیلے اسلام چھوڑ کر کفر میں واپس چلے گئے تھے۔

۲۔ کچھ لوگ نبوت کا دعویٰ کرنے لگے تھے اور لوگوں کو اپنی نبوت کی طرف دعوت دینے لگے تھے اور جو لوگ ان کے ساتھ ہو گئے تھے اُن کی فوج بنا کر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

۳۔ کچھ لوگ ایسے تھے جو کہتے تھے ہم مسلمان ہیں لیکن ہم زکوٰۃ اسلامی خزانے میں داخل نہیں کریں گے۔ یہ بھی اسلامی نظام سے بغاوت ہی تھی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان تینوں قسم کے مُرتدین کے خلاف سخت قدم اٹھایا اور فوجی کارروائی کے ذریعہ اس فتنہ کا سر کچل دیا۔

فتنہ ارتداد کے اسباب | ۱۔ اسلام سے پہلے عرب کے لوگ کسی ایک نظام اور

قانون اور حکومت کے پابند نہیں تھے، اسلام نے باقاعدہ نظم قائم کیا۔ جو لوگ قبائلی زندگی کے عادی تھے انھوں نے اس پابند آئین زندگی کو اپنے لیے مصیبت سمجھا اور باضابطہ زندگی کو چھوڑ کر بھاگ نکلے۔

۲۔ عرب کے لوگ اپنی قبائلی زندگی میں لوٹ مار کو ذریعہ معاش شمار کرتے تھے۔ جو قبیلہ طاقتور ہوتا وہ کمزور قبیلے پر چڑھ دوڑتا، اسے لوٹ لیتا، اس کے جوانوں کو قتل کر دیتا، عورتوں کو لونڈی اور بچوں کو غلام بنا لیتا، اور مال و دولت پر مال غنیمت سمجھ کر قبضہ کر لیتا۔ اسلام نے اس ظلم کو نہ صرف مٹایا اور حرام قرار دیا بلکہ زکوٰۃ کو فرض قرار دیا تاکہ دولت مالداروں

ہی میں گر دشمن نہ کرتی رہے بلکہ غریبوں کو ان کا حق ملتا رہے۔ جن لوگوں نے زکوٰۃ کو وبال شمار کیا وہ نراج اور لافانوسیت کی طرف پلٹنے لگے۔

۳۔ عرب کے لوگ اسلام سے پہلے طرح طرح کی بد اخلاقیوں میں مبتلا تھے۔ اسلام نے ہر قسم کی بے راہ رویوں کو بند کیا، جوا اور شراب دونوں حرام کر دیئے جو لوگ جوا اور شراب کے عادی اور سیاتھے وہ اسلام چھوڑ کر پھر بد اخلاقیوں میں لت پت ہونے کے لیے پستی میں گرنے لگے۔

۴۔ اسلام نے بت پرستی اور ہر قسم کے شرک کو ممنوع قرار دیا۔ باپ دادا کے رسم و رواج کے سہائے اللہ کی عبادت اور اللہ ہی کی اطاعت کو ضروری قرار دیا۔ غرض کہ انسان پر سے انسان کی حاکمیت مٹا کر انسانوں پر اللہ کی حکومت قائم کی جو لوگ باپ دادا کی پیروی کے گردیدہ تھے وہ مُرتد ہو گئے۔

۵۔ ان چاروں اسباب کے علاوہ اصلی سبب یہ تھا کہ اسلام جن لوگوں کے دل میں اترا ہی نہ تھا، اسلامی عقاید و نظریات جن لوگوں کے ذہن و دماغ میں رچے بسے ہی نہ تھے، ایمان جن کے حلق کے نیچے اترا ہی نہ تھا اور ایمان کی حلاوت و شیرینی جنہوں نے پائی ہی نہ تھی، وہی لوگ مُرتد ہوئے تھے۔

دراصل یہ وہ لوگ تھے جو اسلامی حکومت کے آگے جھک گئے تھے۔ اسلام انہوں نے دل سے قبول ہی نہیں کیا تھا۔ بس زبان سے کلمہ پڑھ لیا تھا ایسے ہی لوگ مُرتد ہوئے تھے کیوں کہ سچا مُومن کبھی بھی کسی حالت میں بھی ایمان اور اسلام نہیں چھوڑ سکتا۔

فوجی کارروائی | فتنہ ارتداد کو مٹانے کے لیے حضرت ابوبکر رضی نے فوجی کارروائی کا ارادہ فرمایا تو کچھ حضرات نے کہا ”جو لوگ صرف زکوٰۃ بیت المال میں داخل کرنے سے انکار کرتے ہیں ان کے ساتھ نرمی کیجئے“ مگر حضرت ابوبکر رضی نے فرمایا ”ہرگز نہیں، جو لوگ حضور کے زمانہ میں زکوٰۃ کے طور پر اگر بکری کا ایک بچہ بھی ادا کرتے تھے اور اب انکار کریں گے تو ان کے خلاف تلوار ضرور اٹھائی جائے گی۔ چنانچہ حضرت اُسامہ رضی اپنا لشکر لے کر واپس آئے تو ان کو مدینہ پر اپنا قائم مقام بنا کر خود حضرت ابوبکر رضی نے عُبَس اور ذُبیان کے قبیلوں پر چڑھائی کی اور ان کی سرکوبی کی۔ اس کے بعد حضرت اُسامہ رضی کی فوج کو ہمراہ لے کر مقام ذوالقیصہ

جو مدینہ سے نجد کی جانب ۱۲ میل کے فاصلہ پر تھا، پہنچے اور پوری فوج کو گیارہ دستوں میں تقسیم کر کے ہر دستہ کا الگ سردار مقرر کیا اور ہر ایک کو الگ الگ جھنڈا دیا۔ اور ان کو مختلف اطراف میں بغاوت فرو کرنے کے لیے روانہ کیا۔

ان فوجی دستوں کو روانہ کرنے سے پہلے مُرتدین کے نام ایک پیغام بھیجا جس میں فتنہ و فساد سے باز رہنے اور دوبارہ اسلام قبول کرنے کی دعوت دی اور اعلان کیا کہ اگر وہ توبہ کر لیں گے تو انھیں معاف کر دیا جائے گا۔ اس کے بعد مجاہدین اسلام کو مندرجہ ذیل ہدایات دیں۔

روشن ہدایات

- ۱۔ ہر حال میں خدا سے ڈرتے رہنا، خدا ترسی اور پرہیزگاری کا دامن نہ چھوڑنا۔
 - ۲۔ حکم خدا کی تعمیل میں پوری کوشش کرنا، جہاد کا حق ادا کرنا۔
 - ۳۔ جو لوگ شیطان کے پھندے میں پھنس گئے ہیں ان کے خلاف جان و مال کو کوشش کرنا۔
 - ۴۔ تلوار اٹھانے سے پہلے انھیں اسلام کی دعوت ضرور دینا۔
 - ۵۔ اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو ان پر ہاتھ نہ اٹھانا۔
 - ۶۔ اگر انکار کریں تو سمجھ لو کہ جھگڑنا۔
 - ۷۔ اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو ان کو بتانا کہ ان پر کیا فرائض حاید ہوتے ہیں۔
 - ۸۔ اور یہ بھی بتانا کہ مسلمانوں پر ان کے کیا حقوق ہیں۔
 - ۹۔ ساتھیوں کو جلد بازی سے باز رکھنا، دشمن کی بستیوں میں اندھا دھند داخل نہ ہونا۔
 - ۱۰۔ افسروں کو ماتحتوں کے ساتھ ہمدردی اور نرمی کا برتاؤ کرنا چاہیئے۔
- اس کے بعد تمام فوجوں کو باغیوں کا سر کچلنے کے لیے روانہ کر دیا۔

فتنہ ارتداد کا ایک پہلو تو یہ تھا کہ جو لوگ دور دراز کے علاقوں کے رہنے والے تھے۔ انھوں نے اسلامی

حکومت کے آگے و گیس ڈال دی تھیں اور زبان سے کلمہ پڑھ دیا تھا۔ ان کی تربیت کا کوئی انتظام نہ ہو سکا تھا، ان کے دلوں میں ایمان اترنے نہ پایا تھا ایسے لوگ اسلام کا قلاوہ اتار کر کفر میں واپس

جلنے لگے۔ اس سے آگے بڑھ کر کچھ اور لوگ تھے جن میں لیڈری کی صلاحیت تھی، چالاک بھی تھے اور ذرا زن، زمین ان کا نصب العین تھا، انھوں نے صرف اسلام چھوڑا ہی نہیں بلکہ فوج بنا کر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے، اور ڈھونگ یہ رچایا کہ اللہ نے ان کو نبوت عطا فرمائی ہے ان میں ایک طلحہ اسدی تھا، دوسرا اسود غسی، تیسرا مُسَلِمہ کذاب اور چوتھی سنجاح نام کی ایک عورت تھی۔ اس نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا تھا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہر ایک کے مقابلہ میں فوجیں بھیجیں، اور اللہ کے فضل و کرم سے ہر ایک کے مقابلہ میں حق ہی کی فتح ہوئی۔ نیچے مدعیان نبوت کا مختصر تعارف پیش کیا جا رہا ہے۔

● **طَلْحَةُ**: بنو اسد میں سے تھا، حجتہ الوداع میں شریک تھا واپس ہو کر اس کے دماغ میں بھوٹی نبوت کا خبط پیدا ہوا، اس نے اپنی قوم میں اپنی نبوت کا اعلان کر دیا۔ بنو اسد کا قبیلہ اور اس کا دوست قبیلہ بنو غطفان اس کے ساتھ ہو گئے۔ بنو غطفان نے بھی اس کا ساتھ دیا چشمہ بزاہ ایک جگہ تھی وہاں اس نے اپنی فوج اکٹھا کی۔ حضرت خالد بن ولیدؓ فوج لے کر اس کے مقابلہ پر گئے، حضرت مدی بن حاتمؓ مدینہ ہی میں تھے، حضرت ابوبکرؓ سے اجازت لے کر اپنے قبیلہ بنو غطفان میں پیچھے اور سمجھا سمجھا کر اپنے قبیلہ کو طلحہ کے جنگل سے نکال لائے۔ اسی طرح بنو جلدیلہ کو بھی اس کے نیچے سے نکال لائے۔ حضرت خالدؓ نے طلحہ کو شکست دی۔ وہ شام کی طرف فرار ہو گیا بعد میں اس نے **ہجاء** اسلام قبول کر لیا اور فتوحات عراق میں بڑی بہادری سے جہاد کر کے اپنے گناہ کا کفارہ ادا کیا۔

● **اَسْوَدُ غَنَسِي**: یمن میں حضورؐ کی وفات سے کچھ پہلے قبیلہ غنسی کے ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا، اس کا نام عُبَیْد تھا اور اَسْوَد کہلاتا تھا۔ قبیلہ مذحج کے لوگ اس کے پیرو ہو گئے اس نے فوج تیار کر کے خیبر پر حملہ کر دیا اور وہاں کے گورنر عمر بن حزم کو نکال دیا۔ پھر اس نے یمن کے دارالسلطنت صنعاء پر حملہ کیا اور وہاں کے گورنر حضرت باذان کو شہید کر دیا۔ تمام یمن میں اس کا چرچا ہونے لگا اور ضعیف الایمان لوگ مرتد ہو کر اس کے بھندے کے نیچے جمع ہونے لگے۔

حضورؐ نے حضرت معاذ بن جبلؓ اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو لکھا کہ جس طرح بھی ہو اَسْوَد کو قتل

کر دیں، چنانچہ چند افسران فوج فیروز اور رازدہ وغیرہ نے اس کو قتل کر دیا اور اس کے مکان کی چھت پر چڑھ کر اذان دے دی پورے شہر میں تہلکہ مچ گیا۔ انسود کے لوگ بھاگ کھڑے ہوئے۔ اسلامی حکام واپس آگئے اور امن و امان قائم ہو گیا۔ اس فتح کی خبر مدینہ منورہ میں حضور کے انتقال کے دوسرے دن پہنچی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں یہ پہلی خوشخبری تھی جو مدینہ پہنچی۔

● **مُسْلِمِہٖ کَذَّاب** :- پیام کے قبیلہ بنی حنیفہ کا ایک شخص جس کا نام مسیلہ بن تمام تھا۔ ایک وفد کے ساتھ حضور کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اس نے اسلام قبول کرنے کا ارادہ اس شرط کے ساتھ ظاہر کیا تھا کہ آپ اپنے بعد اپنا خلیفہ بنادیں۔ حضور نے فرمایا تھا کہ اسلام کے بدلہ میں کھجور کی ایک ٹہنی بھی مانگے گا تو نہیں دوں گا۔ تو مجھے وہی کاذب معلوم ہوتا ہے جس کی مجھے خواب میں اطلاع دی جا چکی ہے، یہ واپس پیام چلا گیا۔ حضور کی بیماری کی خبر سنی تو نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کے مقابلے کے لیے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ اور حضرت شریک بن حبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا، مقابلہ ہوا حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بازی نہ لے جاسکے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو اہل مہرہ کی سرکوبی کے لیے بھیج دیا، اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جو بنی تمیم کی مہم سے فارغ ہو چکے تھے، مسیلہ کے مقابلے کے لیے بھیج دیا اور شریک بن حبیل کو لکھا کہ وہ خالد رضی اللہ عنہ کا انتظار کریں۔ مسیلہ کی فوج اور مسلمانوں میں ہونناک لڑائی ہوئی۔ پہلے تو مسلمانوں پر شکست کے آثار ظاہر ہوئے پھر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے سنبھل کر حملہ کیا تو مسیلہ کی فوج بھاگ کھڑی ہوئی اور مسیلہ بھی مارا گیا۔

● **سَمِجَاعُ بَنْتُ حَارِثَہ** :- یہ پیام کی رہنے والی قبیلہ بنی تمیم کی ایک عورت تھی۔ یہ پہلے عیسائی تھی حضور کے انتقال کے بعد اس پر بھی جھوٹی نبوت کا جنون سوار ہوا۔ عرب کے بہت سے سحرے اس کے ساتھ ہو گئے۔ اشعث بن قیس اس کا بھائی تھا۔ مدینہ پر حملہ کرنے کی غرض سے فوج لے کر نکلی تھی راستہ میں بنو تمیم کے سردار ہکیم بن ذؤنہ کے پاس اس نے پیغام دوستی بھیجا۔ ایک بن ذؤنہ نے یہ سنا تو اس نے یہ پیغام قبول کر لیا اور کہا کہ پہلے بنو تمیم کے مسلمانوں پر حملہ کرے۔ اُس نے ایسا ہی کیا، مسلمانوں کو مار مار کر ناپڑی۔ سمجاع اس کے بعد مقام بناج پہنچی۔ بنو تمیم کے مسلمانوں ہی سے اس کا وہاں مقابلہ ہوا۔ سمجاع آخر کار ناکام ہو کر واپس پیام چلی گئی۔ اس نے مسیلہ کذاب سے شادی کر لی تھی۔ یہ بعد میں بھاگ کر بصرہ پہنچی اور کچھ عرصہ کے بعد مر گئی۔

دیگر مرتدین اور مانعین زکوٰۃ | مدعیان نبوت کے علاوہ عبس اور ذبیان کے مرتدین کی سرکوبی کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ بنو تمیم میں حضور

نے پانچ امیر مقرر کیے تھے۔ آپ کی وفات کے بعد ان میں سے کچھ مرتد ہو گئے تھے۔ مرتد ہونے والوں میں مالک بن نویرہ بھی تھا۔ اس قبیلہ کے مسلمانوں اور مرتدین میں جنگیں ہوئیں، خالد بن ولیدؓ نے اس مہم کو سر کیا ان میں سے بہت سے لوگ دوبارہ مسلمان ہو گئے۔ مالک بن نویرہ ابھی کچھ فیصلہ نہ کر سکا تھا۔ خالد بن ولیدؓ نے اسے بھی گرفتار کر وا کر قتل کرادیا۔ بعض لوگوں نے حضرت ابوبکرؓ کو رپورٹ دی کہ مالک بن نویرہ نے اپنی گرفتاری سے پہلے اپنی بستی میں اذان دلوا دی تھی، خالدؓ نے انھیں قتل کر کے زیادتی کی ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے ان سے دریافت کیا تو انھوں نے کہا دُاُس نے موت کے خوف سے اذان دلوائی تھی۔ حضرت ابوبکرؓ نے مالک بن نویرہ کی دیت اپنے پاس سے ادا کر دی اور فرمایا خالد بن ولیدؓ سے واقعہ کی تاویل میں غلطی ہوئی ہے، لہذا ان سے قصاص نہیں لیا جاسکتا۔

بحرین کے قبیلے عبدالقیس اور بنو بکر بھی مرتد ہو گئے تھے۔ عبدالقیس کے قبیلہ نے اپنے سردار حضرت جبار و بن مُعلیٰ کے سمجھانے سمجھانے سے دوبارہ اسلام قبول کر لیا لیکن بنو بکر ارتداد پر اڑے رہے۔ بنو بکر کا سردار حُطَم بن ضُبَیْعِی کی سرداری میں مرتدین مسلمانوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمار بن حفصؓ کو اس کے مقابلے کے لیے بھیجا۔ مرتدین اور مسلمانوں میں مقابلوں کا سلسلہ جاری رہا۔ آخر فتح مسلمانوں کو حاصل ہوئی۔ حطَم کے ساتھی جزیرہ دَازِین میں جا چھپے۔ مسلمانوں نے انھیں وہاں بھی نہ چھوڑا۔

ان کے علاوہ عُثْمَان کے بعض قبیلے اور قبیلہ کنذہ بھی مرتد ہو گیا تھا اسلامی سپہ سالاروں اور مسلمان مجاہدین نے ہر جگہ کامیابی حاصل کی حتیٰ کہ مرتدین کا فتنہ ختم ہو گیا۔ بحرین میں نعمان بن منذر عُثْمَان میں لقیط ابن مالک اور اپنے اپنے علاقوں میں مختلف سرداروں نے علم بغاوت بلند کیا تھا ہر ایک کے مقابلہ پر اسلامی سپہ سالاروں کو کامیابی حاصل ہوئی۔

عراق میں فتوحات | جس طرح آج دو حکومتیں دنیا کی سب سے بڑی حکومتیں ہیں اور شیر طاقتیں کہلاتی ہیں اسی طرح حضورؐ اور خلفاء راشدین کے

دور میں بھی دنیا کی دو عظیم طاقتیں تھیں، ایک کسریٰ ایران کی حکومت، دوسرے قیصر روم کی حکومت۔ عراق بھی کسریٰ کے ماتحت تھا بلکہ اس کا دار السلطنت مدائن بھی عراق ہی میں واقع تھا۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے محرم ۱۲ھ میں خالد بن ولیدؓ کو عراق فتح کرنے کے لیے بھیجا اور کہا کہ وہ اپنی مہم کا آغاز مدینہ سے کریں جو ایران کا ایک سرحدی مقام تھا۔ دوسری طرف عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ شمالی عراق پر حملہ کریں اور مقام مضیج سے اپنی مہم کا آغاز کریں۔ اسلام کا قاعدہ یہ ہے کہ کسی ملک پر حملہ کرنے سے پہلے اس کے باشندوں کو اسلام کی دعوت دی جاتی ہے کہ اسلام قبول کر لو، ہمارے برابر کے بھائی ہو جاؤ گے اور اگر اس کے لیے تم تیار نہیں ہو تو ہم تم پر اسلام قبول کرنے کے لیے جبر نہیں کرتے ہیں کیوں کہ قرآن مجید میں صاف صاف موجود ہے: لَا أَكْرَاهُ فِي الدِّينِ، دین کے معاملے میں کوئی جبر نہیں ہے ہر ایک کو فکر و خیال اور عقیدہ و مذہب کی آزادی ہے البتہ پھر تم کو چاہیے کہ اسلامی حکومت کا اقتدار تسلیم کر لو اور اس کو سالانہ مقررہ جزیہ ادا کرتے رہو، کیوں کہ زمین اللہ کی ہے زمین پر اللہ کے علاوہ کسی کو اپنا اقتدار قائم کرنے اور اپنا قانون نافذ کرنے کا کوئی حق نہیں ہے ہم اللہ کے سپاہی ہیں اللہ کی زمین پر اللہ کی بادشاہی قائم کرنے اٹھے ہیں انسانوں کو انسان کی غلامی سے نجات دلانا ہمارا فریضہ ہے اگر تم اس کے لیے بھی تیار نہیں ہو تو پھر لڑنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ چنانچہ عراق کے حاکم ہرمز کو حضرت خالدؓ نے بھی پہلے اسلام کی دعوت دی، پھر جزیہ کا مطالبہ کیا اور پھر لڑائی کی دھمکی دی۔

عراق میں دور صدیقی میں مندرجہ ذیل جنگیں اور فتوحات ہوئیں۔

۱۔ جنگ کاظمہ | اس لڑائی میں ایرانی سپہ سالار ہرمز تھا اور اسلامی سپہ سالار حضرت خالد بن ولیدؓ تھے۔ حضرت خالدؓ نے ہرمز کو قتل کر دیا۔ ایرانی فوج بھاگ کھڑی ہوئی اس طرح عراق کی اس پہلی لڑائی میں مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔

۲۔ جنگ ثنی | ہرمز کے قتل کے بعد ایران کے بادشاہ اردشیر نے دوسری فوج قارن کی سپہ سالاری میں بھیجی۔ قارن نے آتے ہی مفردانہ انداز میں چیلنج کیا۔ ایک مسلمان سپاہی نے اس پر ایسا بھرپور وار کیا کہ وہ خاک و خون میں تڑپنے لگا۔ اور مسلمان فوج کفار

کی فوج میں گھس گئی اور کشتوں کے پُشتے لگا دیئے، بہت سے کافر بھاگتے ہوئے دریا میں ڈوب گئے۔
اس لڑائی میں بھی مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ اس میں بھی سپہ سالار حضرت خالدؓ ہی تھے۔

۳۔ جنگ ولجہ | قارن کے مارے جانے کے بعد شاہ ایران نے دوز بردست فوجیں دو سپہ سالاروں کے ساتھ بھیجیں ایک کا نام اَنڈز گر تھا اور دوسرے کا نام بُہمن جادوئیہ تھا۔

جنگ ہوئی اَنڈز گر مارا گیا اور بہمن جادویر بھاگ نکلے میں کامیاب ہو گیا۔ اس لڑائی میں بھی اسلامی سپہ سالار حضرت خالدؓ ہی تھے۔ فتح بھی مسلمانوں ہی کو حاصل ہوئی۔

۴۔ جنگ اُتیس | ولجہ کی لڑائی میں قبیلہ بنی بکر کے عرب عیسائیوں نے بھی ایرانیوں کا ساتھ دیا تھا، اور کثیر تعداد میں مارے گئے تھے۔ اب انھوں نے پھر شاہ ایران

کو مسلمانوں کے خلاف لڑنے کی پیش کش کی، شاہ نے بہمن جادویر کو حکم دیا کہ بنو بکر کو ساتھ لے کر مسلمانوں سے مقابلہ کرے۔ بہمن جادویر مسلمانوں سے مرعوب ہو چکا تھا اس نے ایک دوسرے سردار جاپان کو بھیج دیا اور خود دار السلطنت مدائن کا رخ کیا تاکہ شاہ کو مسلمانوں کے خطرہ سے آگاہ کرے۔ جاپان میں اور حضرت خالدؓ میں گھسان کی لڑائی ہوئی۔ آخر کار کفار بھاگ کھڑے ہوئے اور بھاگتے ہوئے ہزاروں مارے گئے۔ مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔ یہ صفر ۱۳ھ کا واقعہ ہے۔

۵۔ حیرہ کی فتح | حیرہ عراق میں اُن عرب سرداروں اور رئیسوں کا مرکز تھا جو سلطنت ایران کے باجگزار تھے۔ جنگ اُتیس سے فارغ ہونے کے بعد حضرت خالدؓ

نے حیرہ پر چڑھائی کی۔ آپ دریا کے راستہ حیرہ پہنچ گئے۔ حیرہ کا حاکم فرار ہو گیا دیگر حکام نے حضرت خالدؓ کو قیمتی تحفے پیش کیے حضرت خالدؓ نے یہ تحفے حضرت ابو بکرؓ کے پاس بھیج دیئے۔ حیرہ کے باشندوں نے اپنے حکام کو صلح کرنے پر مجبور کیا۔ چنانچہ عمرو بن عبدالمسیح نے حضرت خالدؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر صلح کی بات چیت کی اور ایک لاکھ نوے ہزار سالانہ حزیہ دینا منظور کیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے تحفوں کو الگ سے قبول نہیں کیا بلکہ ان کو حزیہ میں شمار کر لیا۔

مسلمانوں کے بڑاؤ اور اچھے معاملات سے اہل عراق بہت زیادہ متاثر ہوئے چنانچہ فلاخیج سے ہز جزدنک کے چودھریوں نے حاضر ہو کر ۲۰ لاکھ درہم سالانہ کے حزیہ پر صلح کر لی۔

ان مہمات سے فارغ ہو کر حضرت خالدؓ نے ایک خط شاہ ایران کے نام اور دوسرا ایران کے رئیسوں کے نام بھیجا جس میں ان کو اسلام قبول کرنے یا جزیہ پر راضی ہو جانے کی دعوت دی اور جزیہ سے انکار پر جنگ کی دھمکی دی اور لکھا کہ میں تمہارے مقابلہ پر ایسی قوم کو لارہا ہوں جس کو موت آتی عزیز ہے جتنی تم کو شراب اور زندگی پیاری ہے۔

یہ خطوط اس وقت ایران پہنچے جب اردشیر کا انتقال ہو چکا تھا اور فرسخ زاد کو اس وقت تک کے بادشاہ بنا دیا گیا تھا جب تک شاہی خاندان سے کوئی موزوں شخص میسر نہ آجائے۔

۶۔ **انباء کی فتح** حضرت خالدؓ نے حیرہ پر قلعہ بن عمر کو اپنا قائم مقام مقرر کیا اور خود فوج لے کر انبار پہنچے۔ وہاں ساباط کے حاکم شیر زاد سے سامنا ہوا۔ شیر زاد نے

خندق کھدوا کر اپنے کو محصور کر لیا۔ مگر مسلمانوں کو جب کچھ نہ ملا تو اونٹ فوج کر کے خندق میں ڈالے اس طرح خندق پاٹ کر اندر داخل ہو گئے۔ آخر شیر زاد نے مسلمانوں کی شرائط پر صلح کر لی۔

۷۔ **عین التمر کی فتح** انبار کے بعد حضرت خالدؓ عین التمر پہنچے وہاں بہرام بن بہرام سے مقابلہ ہوا۔ کچھ عرب قبیلے بنو مر اور بنو ثعلب وغیرہ بھی ایرانیوں کے ساتھ تھے۔ جنگ ہوئی۔ حضرت خالدؓ نے ایرانیوں اور عربوں دونوں کو شکست دی اور قلعہ پر قبضہ کر لیا۔

۸۔ **دومتہ الجندل کی فتح** عین التمر میں حضرت خالدؓ کو عیاض بن غنم کا خط ملا۔ انھوں نے حضرت خالدؓ کو شمالی عراق میں دومتہ الجندل

بلا یا تھا۔ حضرت خالدؓ وہاں فوج لے کر پہنچے۔ دومتہ الجندل کا حاکم اُکیدر تو کہیں فرار ہو گیا اس کا خاص سپہ سالار جودی مقابلہ پر آیا۔ جنگ ہوئی، کفار کو شکست ہوئی حضرت خالدؓ نے اُکیدر کی تلاش میں ادھر ادھر لوگوں کو بھیجا، وہ گرفتار ہو کر آیا۔ حضرت خالدؓ نے اسے قتل کر دیا۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں حضرت خالدؓ یہاں آئے تھے۔ اُکیدر نے صلح کر لی تھی اور اب صلح توڑ کر باغی ہو گیا تھا۔ اسی غداری کے نتیجے میں قتل کیا گیا۔

۹۔ **حصید وغیرہ کی فتح** حضرت خالد رضی اللہ عنہ دومتہ الجندل کی فتح کے بعد حیرہ واپس آ گئے۔ حصید، خنافس وغیرہ پر کئی معرکے ہوئے

اور ہر جگہ مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔

۱۰۔ جنگ فراض | ایرانیوں، رومیوں اور عربوں کے متحدہ محاذ نے بڑے جوش و خروش کے ساتھ دریائے فرات کو پار کیا تاکہ مسلمانوں سے مقابلہ کریں۔ فراض کے مقام پر سخت جنگ ہوئی اور اللہ کے فضل و کرم سے مسلمانوں ہی کو فتح حاصل ہوئی۔ ۵۱ ہجری قمری ۱۱۰ھ کو یہ واقعہ پیش آیا۔

شام پر فوج کشی

اسلام چونکہ روئے زمین پر اللہ کی بادشاہی قائم کرنا اور بندوں پر سے بندوں کی حکومت ختم کرنا چاہتا ہے اس لیے اسلامی حکومت کے سربراہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میں شام پر چڑھائی کا ارادہ کیا اس لشکر کو آپ نے چار فوجوں میں تقسیم کیا۔ ہر فوج کا ایک سپہ سالار مقرر کیا۔ اور ہر ایک کے حملہ کرنے کی ایک سمت مقرر کر کے ان کو اس طرح روانہ فرمایا :

- ۱۔ حضرت ابوعبیدہ ابن الجراح کو حمص کی طرف۔
- ۲۔ حضرت عمرو بن العاصؓ کو فلسطین کی طرف۔
- ۳۔ حضرت یزید بن ابی سفیانؓ کو دمشق کی طرف۔
- ۴۔ حضرت شرجیل بن حسنہؓ کو اردن کی طرف۔

اسلامی لشکر کے چاروں افسرانہ اپنی اپنی فوج کو لے کر شام کی طرف روانہ ہو گئے۔ شام پہنچ کر حضرت ابوعبیدہؓ نے جابیہ پر، حضرت یزید بن سفیانؓ نے بلقار پر، حضرت شرجیل بن حسنہؓ نے بصری پر اور حضرت عمرو بن العاصؓ نے عتبہ پر مورچے قائم کیے۔

قیصر روم ہرقل ان دنوں بیت المقدس آیا ہوا تھا اس نے اپنے تمام سرداروں کو اکٹھا کیا اور ان کو مشورہ دیا کہ مسلمانوں سے صلح کر لینا مناسب معلوم ہو تا ہے۔ شام کی آدمی بطور خراج دے کر ان سے صلح کر لینا مناسب ہے ورنہ اندیشہ ہے کہ سارا ملک ہمارے ہاتھ سے نکل جائے گا، لیکن اس کے سرداروں نے لڑنے پر اصرار کیا۔ چنانچہ وہ حمص آیا اور مسلمانوں سے مقابلے کے لیے بہت بڑی فوج تیار کی جو مسلمانوں سے کسی گنتا زیادہ تھی۔ اس کی کُل فوج

کی تعداد دو لاکھ چالیس ہزار (۲۴۰۰۰) تھی۔ مسلمان سپہ سالاروں نے جب دیکھا کہ ہماری ہر فوج کے مقابلہ میں کمی گنا فوج آگئی ہے تو حضرت عمرو بن العاصؓ سے مشورہ کیا۔ انھوں نے فرمایا کہ ہم سب لوگوں کو ایک جگہ جمع ہو جانا چاہیے۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ سے اجازت حاصل کر کے ایسا ہی کیا گیا ان حضرت نے حضرت ابوبکرؓ سے مزید امداد بھی طلب کی۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت خالدؓ کو لکھا کہ آپ عراق کے محاذ سے شام کے محاذ پر چلے جائیں۔ حضرت خالدؓ نے عراق میں اپنا قائم مقام مثنیٰ بن حارثہؓ کو بنایا اور یرموک روانہ ہو گئے۔ کیونکہ مسلمان فوجیں یرموک ہی میں اکٹھا ہوئی تھیں۔ حضرت خالدؓ شام روانہ ہوئے تو آپ نے راستہ میں عراق کے مختلف مقامات جنگ یا صلح کے ذریعہ فتح کیے، جن کے نام یہ ہیں: ۱۔ اذک ۲۔ ندم ۳۔ قرینین ۴۔ مزین ۵۔ رابطہ ۶۔ غوطہ ۷۔ شام کا پہلا شہر نصری بذریعہ صلح فتح کیا۔ غرض کہ حضرت خالدؓ یرموک پہنچ گئے۔ دو میوں کو بھی مزید کمک پہنچ گئی۔ اسلامی فوج چھتیس ہزار تھی اور دو میوں کی فوج دو لاکھ چالیس ہزار سے زیادہ تھی۔ تمام امرار لشکر نے بالاتفاق حضرت خالدؓ کو سپہ سالار اعظم تسلیم کر لیا۔ حضرت خالدؓ نے پوری فوج کو چالیس دستوں میں تقسیم کیا۔ کچھ دستے درمیان میں رکھے اور ان کا سپہ سالار حضرت ابو عبیدہؓ کو مقرر کیا۔ کچھ دستے دائیں جانب رکھے اور ان کا سردار عمرو بن العاصؓ کو مقرر کیا۔ کچھ دستے بائیں جانب رکھے اور ان کا سردار زید بن ابی سفیانؓ کو مقرر کیا۔ آپ نے ہر دستہ کا الگ الگ امیر مقرر کیا۔ یا مراء سپہ سالاروں کے ماتحت تھے۔ حضرت ابوسفیانؓ نقیب لشکر مقرر ہوئے جو تمام لشکر میں گھوم بھگہر کر تقریریں کرتے تھے۔ اور سپاہیوں میں جوش جہاد پیدا کرتے ہیں۔ گھسان کی لڑائی ہوئی۔ حضرت خالدؓ خود درمیان کے دستوں کو لے کر دشمن کی فوج میں گھس گئے۔ دشمن کے سوار دستے بھاگ کھڑے ہوئے اور اب صرف پیدل فوج رہ گئی۔ حضرت خالدؓ اس پر کھی ٹوٹ پڑے۔ بے شمار لوگ بھاگتے ہوئے دریا میں ڈوب گئے۔ مورخ طبری کا بیان ہے کہ ڈوبنے والوں کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار ہے۔ تلوار سے جو لوگ مارے گئے وہ اس کے علاوہ ہیں۔ مسلمان صرف تین ہزار شہید ہوئے۔

ایک موقع پر بعض اسلامی دستوں کے پر اکھڑنے لگے تو حضرت عکرمہؓ اور ان کے بیٹے عمروؓ نے بڑی جانبازی کا ثبوت دیا۔ حضرت عکرمہؓ نے لوگوں کو لٹکارا اور صحیح کر کہا۔ ”میں

نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ہر میدان میں جنگ کی ہے میں پیٹھ نہیں پھیر سکتا میرے ہاتھ پر موت کی بیعت کون کرتا ہے؟ چار سو جانا زائے آگے اور بڑی بہادری سے لڑے یہاں تک کہ دشمن کا منہ پھیر دیا۔ مگر حضرت عکرمہؓ اور ان کے بیٹے عمروؓ دونوں شہید ہو گئے۔ اس لڑائی میں مسلمان عورتوں کا کبھی ایک دستہ لڑ رہا تھا۔ یہ لڑائی جنگ یربک کے نام سے مشہور ہے۔ یہ لڑائی ابھی جاری تھی کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا انتقال ہو گیا۔ اور حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے۔

قرآن ایک جلد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جب بھی قرآن کا کوئی حصہ نازل ہوتا تھا تو آپ فوراً اسے لکھوا دیا کرتے تھے اور جتنا جتنا قرآن نازل ہوتا تھا صحابہ کرامؓ اسے حفظ کرتے جاتے تھے۔ چنانچہ بے شمار حفاظ قرآن موجود تھے۔ مختلف جنگوں میں یہ حفاظ قرآن شہید ہوئے لگے۔ صرف یمامہ کی جنگ میں جو مسلمہ کذاب سے ہوئی تھی، ستر حفاظ قرآن شہید ہو گئے۔ حضرت عمرؓ اور دوسرے صحابہؓ کو بڑی تشویش لاحق ہوئی کہ اس طرح حفاظ شہید ہوتے رہے تو قرآن کس طرح محفوظ رہے گا۔ انھوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سامنے تجویز رکھی کہ قرآن کو ایک جلد میں جمع کر لیا جائے۔ حضرت ابوبکرؓ نے بحث و تمحیص اور غور فکر اور رائے و مشورے کے بعد یہ تجویز منظور کر لی اور حضرت زید بن ثابتؓ کو جو حضورؐ کے زمانے میں کاتب وحی بھی رہے تھے، یہ کام سپرد کیا۔ حضرت زید بن ثابتؓ نے بڑی کاوش اور جانفشانی کے ساتھ یہ فریضہ انجام دیا۔ جس قدر تحریری ذخیرہ موجود تھا وہ بھی حاصل کیا۔ پورا قرآن چوڑی ہڈیوں، کھجور کے پھٹوں، چمڑے کے ٹکڑوں اور پتھر کی سلیٹوں، جھیلیوں اور کافد کے ٹکڑوں پر لکھا ہوا تھا۔ آپ نے وہ سب حاصل کیا اور حفاظ قرآن سے سن کر تحریری ذخیرہ کا مقابلہ کرتے اور لکھتے جاتے تھے اس طرح پورا قرآن ایک جلد میں جمع کر کے حضرت ابوبکرؓ نے محفوظ کر دیا۔ یہ مجموعہ حضرت ابوبکرؓ کے بعد حضرت عمرؓ کے پاس رہا انھوں نے انبی بیٹے حضرت حفصہؓ کے پاس رکھ دیا۔ حضرت عثمانؓ نے اسی مجموعہ سے نقلیں تیار کر کے تمام گورنروں کو ارسال کی تھیں اور سب کو قرأت قریش کے مطابق پڑھنے پڑھانے کا حکم دیا۔ اور اشاعت قرآن کا اہتمام کیا تھا۔

بیماری اور وفات | بحسبِ ادنیٰ الآخریٰ ۳۱ھ کو حضرت ابوبکرؓ بیمار ہوئے۔ ۱۱ محمادی
الآخریٰ ۳۱ھ کو شام کے وقت آپؓ کا انتقال ہو گیا۔ حضرت
عائشہؓ کے حجرہ میں حضورؐ کے پہلو میں دفن ہوئے۔ آپؐ کی خلافت کی مدت صرف ۲ سال ۳ ماہ
دس دن ہے۔

وفات سے پہلے آپؐ نے وصیت فرمائی کہ میری نفلان جائیداد فروخت کر کے وہ ساری
رقم واپس کر دی جائے جو میں نے وظیفہ خلافت کے طور پر حاصل کی ہے۔

سیرت و کردار | آپؐ کو حضورؐ کی خدمت میں بڑا اثر و رسوخ حاصل تھا۔ آپؐ محرم امراتھے۔ کئی
زندگی میں حضورؐ روزانہ صبح و شام آپؐ کے گھر تشریف لاتے تھے۔ مدنی زندگی

میں تمام اہم کاموں میں حضورؐ آپؐ سے مشورہ فرماتے تھے۔ آپؐ اکثر رات کو دیر تک حضورؐ کی خدمت میں
حاضر رہتے تھے۔ وفات سے قبل حضورؐ نے ایک تقریر میں آپؐ کا ذکر اس طرح فرمایا تھا۔ ابوبکرؓ کا اپنی صحبت و
رفاقت اور مال و دولت کے لحاظ سے مجھ پر بڑا احسان ہے اگر میں اللہ کے علاوہ کسی کو اپنا دوست بنانا
تو ابوبکرؓ کو بنانا لیکن اسلامی اخوت و محبت میں بڑی فضیلت ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اہمیت رائے اور معاملہ فہمی کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہو سکتا
ہے کہ آپؐ نے جو رائے دی وہ ہمیشہ قبول ہوئی۔ اسی طرح آپؐ کی رازداری کا یہ حال تھا کہ کبھی کوئی
راز افشا نہیں کیا۔

آپؐ نے اگرچہ باقاعدہ تعلیم حاصل نہیں کی تھی لیکن آپؐ نے حضورؐ کی صحبت سے خوب فائدہ
اٹھایا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ علم و فضل کے بلند منصب پر فائز تھے۔ آپؐ بڑے فصیح و بلیغ تھے۔
اسلام قبول کرنے سے پہلے شعر و شاعری سے بھی دل چسپی تھی، لیکن بعد میں شعر و شاعری کے
بجائے قرآن سے دل چسپی اور شغف پیدا ہو گیا تھا۔ اور اسی میں انہماک اور تندر و تفکر آپؐ کا مشغل بن
گیا تھا۔ چنانچہ نزع کی حالت کا واقعہ ہے آپؐ کی حاجز آدمی حضرت عائشہؓ سرہانے بیٹھی تھیں انھوں
نے عربی کا ایک شعر پڑھا تو فرمایا اس کے بجائے یہ آیت پڑھو!

وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ
ذَٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيدُ ۝
”موت کی بے ہوشی کا وقت آگیا حق کے ساتھ،
اور یہی وہ چیز ہے جس سے تم بھاگتے تھے۔“

آپؐ کا میاب مقرر تھے بسقیفہ بنی ساعدہ میں اور حضورؐ کی وفات پر آپؐ نے جو تقریریں

کی تھیں ان سے آپ کی جنگی، زور بیان اور کامیاب خطابت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ آپ کو حضور سے بہت زیادہ محبت تھی، ایک مرتبہ عمبر رکھوٹے ہوئے تقریر کے شروع میں فرمایا اس وقت جس جگہ میں کھڑا ہوں گذشتہ سال خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہاں قیام فرماتے تھے، یہ کہا اور زار و قطار رونے لگے آپ علم السب کے ماہر تھے۔ آپ کو تعبیر خواب کا فن بھی خوب آتا تھا۔ ایک بار حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنا خواب اپنے والد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ میں نے یہ دیکھا ہے کہ میرے حجرے میں تین چاند گرے ہیں۔ آپ خاموش رہے اور کوئی جواب نہیں دیا پھر جب حضور کا انتقال ہوا تو آپ نے فرمایا عائشہ! یہ ہے پہلا چاند جو تمہارے حجرے میں گرے گا۔ قرآن کی تفسیر اور احادیث کی تشریح کا بھی آپ کو نکلہ حاصل تھا۔

امامت اور خلافت کا منصب اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانشینی کا منصب ہے مگر نبوت اور امامت میں بڑا فرق ہے۔ نبی معصوم ہوتا ہے امام معصوم نہیں ہوتا۔ نبی مأمور من اللہ ہوتا ہے امام اور خلیفہ کو مسلمان منتخب کرتے ہیں۔ نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا اور امامت و خلافت کا سلسلہ انشاء اللہ قیامت تک برقرار رہے گا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ اور امام چنے گئے تو آپ نے اس فرق کو خوب اچھی طرح واضح فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معصوم تھے اور آپ پر وحی آتی تھی اور میں ایک معمولی انسان ہوں اس لئے اگر میں راہ راست پر رہوں تو میری پیروی کرو اور اگر میں کج روی اختیار کروں تو مجھے سیدھا کر دو!۔ آپ اخلاق عالیہ، صفات فاضلہ اور اوصاف حمیدہ سے متصف تھے۔ پاکدامنی، پارسائی، رحم دلی، ایمان داری اور دیانت داری وہ خوبیاں ہیں جو آپ کے اندر اسلام سے پہلے کبھی موجود تھیں اسلام قبول کرنے سے ان خوبیوں میں مزید جلا پیدا ہوئی۔ ان کے علاوہ دوسری بے شمار خوبیاں پیدا ہوئیں اور پروان چڑھیں، شراب نوشی اور فسق و فجور سے آپ کا دامن زمانہ جاہلیت میں بھی پاک رہا۔

فیاضی، سخاوت، غرباء کی دست گیری، صلہ رحمی، مہمان نوازی، مظلوموں کی حمایت و فیرہ اوصاف اسلام نے آپ کے اندر چمکائے اور انھیں جلا بخشی، تقویٰ اور پرہیزگاری آپ کا ابھرا ہوا صفت تھا۔ آپ کے ہاتھ پاؤں اور دیگر اعضا برے اعمال سے آپ کا

دل بُرے جذبات سے آپ کا ذہن دریاغ بُرے خیالات سے آپ کی زبان بری باتوں سے محفوظ تھی، اگر کوئی غلط بات زبان سے نکل جاتی تو فوراً توبہ کرتے اور معافی مانگتے، اگر کوئی شہ چیز کھا لیتے تو حق میں انگلیاں ڈال کر قے کر دیتے اور فرمایا کرتے جو جسم حرام سے پرورش پائے گا جہنم میں جائے گا۔ آپ کو دنیا طلبی اور جاہ پسندی سے نفرت تھی۔ تواضع اور انکساری آپ کا نمایاں صفت تھا۔ خدمتِ خلقی کا جذبہ آپ کے اندر بہت زیادہ تھا۔ اتفاقاً فی سبیل اللہ یعنی اللہ کے راستہ میں خرچ کی صفت بھرپور موجود تھی، عبادت اور ریاضت سے آپ کو شغف تھا۔ رات رات بھر نماز پڑھتے تھے۔ اکثر روزے رکھتے قرآن کی تلاوت بڑے شوق اور غور و فکر کے ساتھ کرتے اور دورانِ تلاوت بہت روتے، خدا کے خوف اور آخرت کے خیال سے سرد آہیں بھرتے یہاں تک کہ اَقْدَامُ الْغَنِيْبِ "آپ کا لقب پڑ گیا تھا۔

ایک دن حضورؐ نے اپنے صحابہؓ سے دریافت کیا آج تم میں سے روزہ کس نے رکھا ہے؟ جنازہ کی مشابعت کس نے کی ہے؟ مسکین کو کھانا کس نے کھلایا ہے؟ مریض کی عبادت کس نے کی ہے؟ ان تمام سوالوں کے جواب میں حضرت ابوبکرؓ نے ہاں " میں جواب دیا۔ حضورؐ نے فرمایا ایک دن میں جس شخص نے اس قدر نیکیاں کمائی ہوں وہ یقیناً جنتی ہے۔ حضرت ابوبکرؓ فرماں نبویؐ کے مطابق اپنے گھر والوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتے تھے اور اپنی اولاد میں حضرت عائشہؓ سے بہت محبت کرتے تھے۔ مگر دوسری اولاد کے ساتھ نا انصافی پسند نہیں کرتے تھے۔ آپ کا لباس اور غذا دونوں چیزیں نہایت سادہ تھیں۔ معمولی لباس پہنتے تھے اور معمولی کھانا کھاتے تھے۔ ذریعہ معاش تجارت تھا۔ زمانہ خلافت میں معمولی وظیفہ لیا لیکن وصیت کے ذریعہ وہ بھی واپس کر دیا۔ خیبر، مدینہ اور یحزین میں آپ کی جاگیریں تھیں۔ غرض کہ خلیفہ ہونے اور ذاتی جائیدادیں رکھنے کے باوجود انتہائی بااخلاق تھے اور سادہ زندگی گزارتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

خلافت صدیقیؒ کے صوبے اور گورنر

شمار	صوبے	گورنر
۱۔	مکہ	عُتَّاب بن اُسَیدؓ
۲۔	طائف	عثمان بن ابی العاصؓ
۳۔	ضنعار	مہاجر بن ابی امیہؓ
۴۔	حضر موت	زیاد بن لُبیدؓ
۵۔	خولان	یعلیٰ بن ابی امیہؓ
۶۔	زبید	ابو موسیٰ اشعریؓ
۷۔	جرش	عبد بن ثورؓ
۸۔	جند	معاذ بن جبلؓ
۹۔	بحرین	عمار بن حفصؓ
۱۰۔	نجران	خیر بن عبد اللہ سجلیؓ

عراق اور شام میں ابھی لڑائی کا سلسلہ جاری تھا وہاں کے مفتوحہ علاقوں کا انتظام فوج کے سپہ سالاروں ہی کے ہاتھ میں تھا۔

حضرت ابوبکرؓ کے کارنامے

- ۱۔ حبشہ اسلام کو روانہ کیا۔
- ۲۔ مرتدین کی سرکوبی کی۔
- ۳۔ مالعین زکوٰۃ کا فتنہ فرو کیا۔
- ۴۔ مدعیان نبوت کا سرکھلا۔
- ۵۔ عراق میں فتوحات حاصل کیں۔
- ۶۔ شام میں فتوحات کا آغاز کیا۔
- ۷۔ قرآن مجید کو ایک جلد میں مرتب کرایا۔

حضرت ابوبکرؓ اور خلافت صدیقی کا ٹائم چارٹ

- ۱۔ حضرت ابوبکرؓ پیدا ہوئے۔ ۵۱ ق م ۶۵۶۹
- ۲۔ حضرت ابوبکرؓ نے اسلام قبول کیا۔ ۱۳ ق م ۶۶۱۰
- ۳۔ آپؓ نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ ابن دُغَہ آپؓ کو واپس لے آیا۔ ۸ ق م ۶۶۱۵
- ۴۔ آپؓ کی صاحبزادی حضرت عائشہؓ کا نکاح حضورؐ سے ہوا۔ ۱ ق م ۶۶۲۱
- ۵۔ ہجرت مدینہ ۱ ھ ۶۶۲۲
- ۶۔ غزوہ بدر میں شرکت کی اور بہادری سے لڑے حضورؐ کی حفاظت کی۔ قیدیوں کو لینے کا مشورہ دیا۔ ۲ ھ ۶۶۲۳
- ۷۔ غزوہ اُحد میں شرکت کی۔ ثبات قدم رہے۔ تعاقب میں جانے والے دست میں شامل ہوئے۔ ۳ ھ ۶۶۲۴
- ۸۔ غزوہ بنی نضیر میں شریک ہوئے۔ ۴ ھ ۶۶۲۵
- ۹۔ غزوہ خندق میں شریک ہوئے۔ ۵ ھ ۶۶۲۶
- ۱۰۔ غزوہ بنی مہطلق اور صلح حدیبیہ میں شریک ہوئے۔ آگے بڑھنے کا مشورہ دیا۔ عروہ بن مسعود کو سخت جواب دیا۔ ۶ ھ ۶۶۲۷
- ۱۱۔ غزوہ خیبر میں پہلے روز سپہ سالار بنے۔ بنو کلاب اور بنو فزارہ کی سرکوبی کا فریضہ انجام دیا۔ ۷ ھ ۶۶۲۸
- ۱۲۔ فتح مکہ اور غزوہ حنین میں شریک رہے۔ حنین میں ثبات قدم رہے۔ ۸ ھ ۶۶۲۹
- ۱۳۔ غزوہ تبوک میں علمبردار آپؓ ہی تھے۔ اپنا کل اثاثہ پیش کیا۔ امیر الحج مقرر ہوئے۔ ۹ ھ ۶۶۳۰
- ۱۴۔ حجۃ الوداع میں شریک ہوئے۔ خطبہ کے بعض الفاظ سے سمجھ لیا کہ حضورؐ کا انتقال ہو جائے گا۔ ۱۰ ھ ۶۶۳۱
- ۱۵۔ حضورؐ کی وفات پر ثبات قدم رہے۔ مکررہ الہامی تقریر کی۔ خلیفہ منتخب کئے گئے۔ ۱۱ ھ ۶۶۳۲
- ۱۶۔ لشکر اُسامہؓ روانہ کیا۔ مدینان نبوت مانعین زکوٰۃ اور مردن کا فتنہ فرو کیا۔ ۱۱ ھ ۶۶۳۳
- ۱۷۔ عراق میں فتوحات ۱۲ ھ ۶۶۳۴
- ۱۸۔ شام پر چڑھائی۔ جنگ یدبک۔ وفات ۱۳ ھ ۶۶۳۵

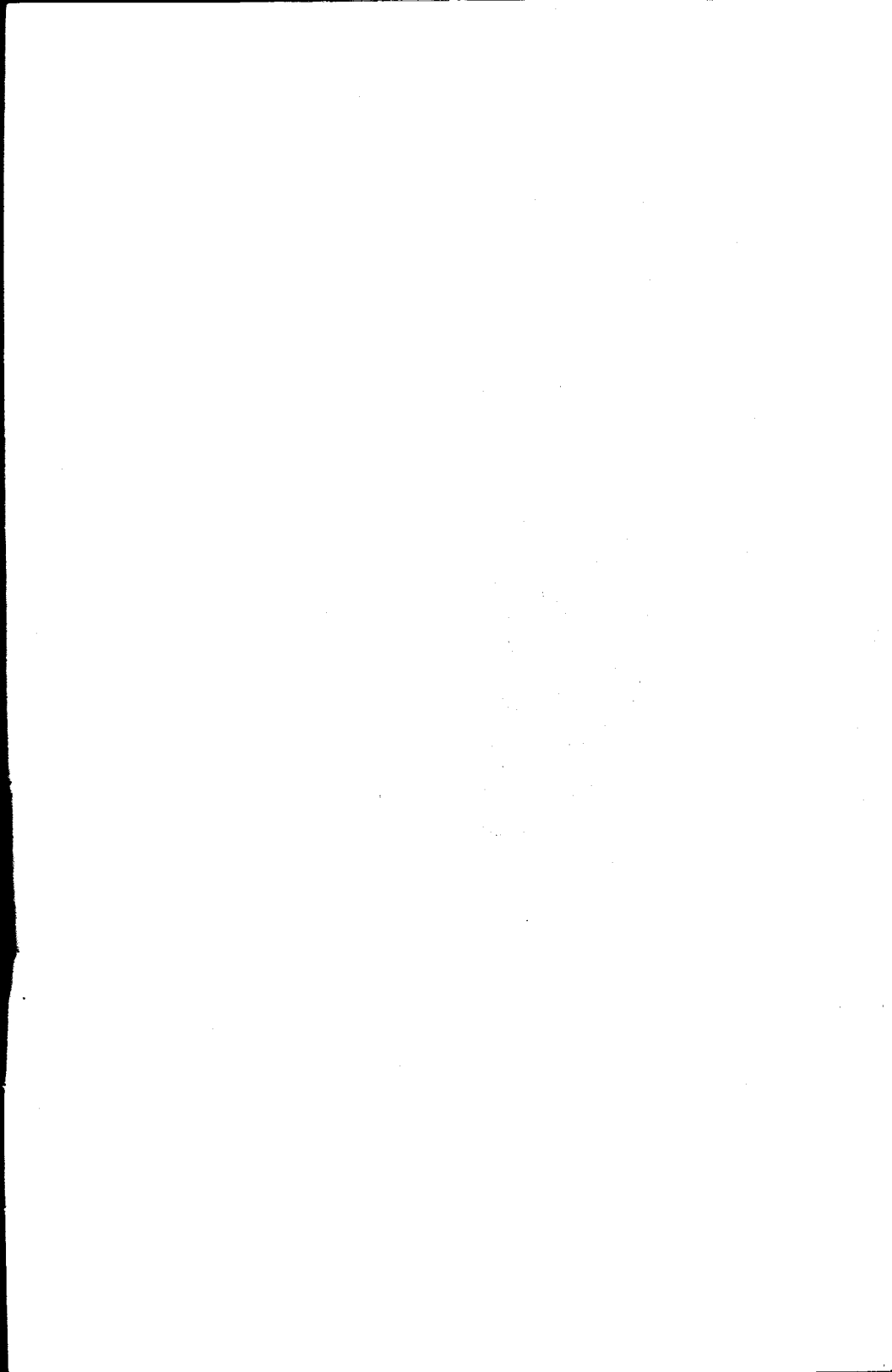
دورِ صدیقی میں اسباق

- ۱- سب سے اہم اور نمایاں سبق یہ حاصل ہوتا ہے کہ سیاست و اجتماعیت اور حکومت کے کاموں میں بھی اتباعِ سنتِ نبویؐ لازم اور ضروری ہے۔
- ۲- دوسرا اہم سبق یہ ملتا ہے کہ سلطنت میں جو فتنہ سر اٹھائے اور باطل افکار و نظریات کے لوگ جو خلفشاری رونما کریں، ان کو سختی سے کچل دینا چاہیے۔
- ۳- تیسرا سبق یہ ملتا ہے کہ دین میں کتر بونت کو ہرگز برداشت نہ کیا جائے۔ خصوصاً دین کے فرائض کی طرف سے غفلت یا انکار یا دین کے اجتماعی تقاضوں سے انکار اور گریز ایسا عظیم گناہ ہے جسے طاقت کے زور سے مٹانا ضروری ہے۔
- ۴- ایک عظیم سبق یہ ملتا ہے کہ اسلام صرف دفاعی پوزیشن میں رہنا پسند نہیں کرتا بلکہ اقدامی حیثیت اختیار کرنا چاہتا ہے اور اللہ کی زمین میں آگے بڑھ کر اتحاد، کفر اور شرک اور ہر باطل کی فرمانروائی کو مٹانا بھی اعلیٰ اسلام کا فریضہ ہے۔
- ۵- پانچواں سبق یہ ملتا ہے کہ اسلام کے ماخذ قانون کتاب اللہ کی حفاظت اور اشاعت کا اہتمام ضروری ہے۔ کیونکہ کسی بھی نظریاتی اسٹیٹ کا اصل سرمایہ اس کا دستور اساسی اور ماخذ قانون ہی ہوتا ہے۔

سوالات

- ۱- خلفاء راشدین کی خصوصیات کیا ہیں ؟
- ۲- ہلباء کی ذمہ داریاں سمجھائیے !
- ۳- حاکمیت کسے کہتے ہیں اس سلسلہ میں اسلام کی تعلیم کیا ہے ؟
- ۴- خلافت، خلافت راشدہ اور خلفاء راشدین کی وضاحت کرو !
- ۵- ثابت کرو کہ خلافت قائم کرنا فریضہ ہے ۔
- ۶- حضرت ابوبکرؓ کے انتخاب سے کیا اصول انتخاب اخذ ہوتے ہیں ؟
- ۷- حضرت ابوبکرؓ کے خطبہ خلافت سے کیا اسباق حاصل ہوتے ہیں ؟
- ۸- بیعت صدیقی میں توقف علیؓ کے اسباب لکھیے ۔
- ۹- حضرت ابوبکرؓ کے خلیفہ ہونے سے پہلے کے حالات بیان کرو !
- ۱۰- حضورؐ کے انتقال پر حضرت عمرؓ کیا کہنے لگے تھے ۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس موقع پر کیا تقریر کی اور اس سے کیا ثابت ہوتا ہے ؟
- ۱۱- جیش اسامہؓ کی روانگی کے فوائد لکھیے !
- ۱۲- کن مواعظ پر حضرت ابوبکرؓ نے کونسی ۲۰ سنہری نصیحتیں فرمائی تھیں ؟
- ۱۳- فتنہ ارتداد کیا تھا اس کے اسباب بیان کیجیے !
- ۱۴- کون سی فوجی کارروائی سے پہلے حضرت ابوبکرؓ نے کیا روشن ہدایات دی تھیں ؟
- ۱۵- مدعیان نبوت کون کون تھے ۔ ان کا فتنہ حضرت ابوبکرؓ نے کس طرح مٹایا ؟
- ۱۶- دیگر مرتدین اور مانعین زکوٰۃ کے فتنہ کو فرو کرنے کے لئے کیا کچھ کیا گیا ؟

- ۱۷۔ عراقی فتوحات کی تفصیلات بیان کرو!
- ۱۸۔ شام میں دور صدیقی میں کیا کامیابی حاصل ہوئی؟
- ۲۰۔ قرآن کی حفاظت کے لیے حضور کے دور میں اور دور صدیقی میں کیا اتہام کیا گیا؟
- ۲۱۔ دور صدیقی کے صوبوں اور ان کے گورنروں کے نام لکھو!
- ۲۲۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کارناموں پر روشنی ڈالیے!
- ۲۳۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زندگی کا نام چارٹ بنائیے!
- ۲۴۔ خلافت صدیقی کے حدود کیا تھے؟
- ۲۵۔ عہد صدیقی سے آپ نے کیا کیا سیکھا؟



دورِ فاروقیؓ

از ۱۳۱۵ تا ۱۳۴۳

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا انتخاب

حضرت ابو بکرؓ اپنی وفات سے پہلے دو ہفتے تک بیمار رہے تھے۔ آپ کو جب محسوس ہوا کہ اب میری وفات یقینی ہے تو آپ کو اپنے بعد خلیفہ کی فکر لاحق ہوئی۔ آپ نے خیال کیا اگر میں اس مسئلہ کو اپنے سامنے طے کرادوں تو بہتر ہے ورنہ مسلمانوں میں انتشار کا اندیشہ ہے۔ آپ نے بڑے غور و فکر کے بعد حضرت عمرؓ کا نام تجویز کیا۔ پھر اہل الرائے صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا۔ بعض حضرات نے کہا کہ وہ ہر اعتبار سے موزوں شخصیت میں۔ مگر ان کے مزاج میں سختی ہے آپ نے فرمایا: خلافت کا بوجھ پڑے گا تو سختی جانی رہے گی۔ جب اہل شوریٰ کا اتفاق ہو گیا تب آپ نے عہد نامہ لکھوا دیا جس کا خلاصہ یہ ہے۔

یہ عہد نامہ خلیفہ رسول ابو بکرؓ کے سفر آخرت کے وقت کا ہے میں عمر بن خطاب کو تمہارا حکم مقرر کرتا ہوں اس تقریر میں تمہاری بھلائی کو میں نے پوری طرح ملحوظ رکھا ہے۔ اگر وہ حق پر قائم رہے اور عدل سے کام لیا تو ان سے یہی توقع ہے اور اگر انھوں نے ظلم کیا اور راہ حق سے ہٹ گئے تو مجھے غیب کا علم نہیں ہے ہر شخص اپنے عمل کا ذمہ دار ہے۔

یہ عہد نامہ اپنے غلام کے ذریعہ پڑھوا کر سنوایا۔ پھر آپ جیسے تیسے دوسروں کے سہارے بالاخانہ پر تشریف لے گئے اور وہاں سے مسلمانوں کے مجمع کو خطاب کیا اور فرمایا:

”برادرانِ اسلام! میں نے اپنے کسی قریب عزیز کو خلیفہ نہیں بنایا ہے بلکہ اس شخص کو مقرر کیا ہے جو تم میں سب سے بہتر ہے۔ کیا تم اسے پسند کرتے ہو؟“ تمام حاضرین نے حضرت ابو بکرؓ کی رائے سے اتفاق کیا۔ اس کے بعد آپ نے حضرت عمرؓ کو کچھ نصیحتیں کیں۔

اسباق

- حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے انتخاب کے اس واقعہ سے مندرجہ ذیل اسباق اخذ ہوتے ہیں۔
- ۱۔ ایک مسلمان کو مرتے وقت آخرت کے سلسلہ میں فکر مند ہونا چاہیے۔ اس کے ساتھ ساتھ اپنے بعد دنیا میں اسلام مسلمانوں اور اسلامی نظام کی خیر خواہی کے بارے میں بھی سوچنا چاہیے۔ اور اُسے عملی جامہ پہنانا چاہیے۔ جس طرح حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنی ذمہ داری پوری کی۔
 - ۲۔ مسلمانوں کو پھوٹ اور انتشار سے بچانے کی فکر اور کوشش کرنا چاہیے۔
 - ۳۔ مسلمانوں کا سربراہ چننے کے لیے اپنی ذہنی صلاحیتوں سے کام لے کر بہتر انتخاب کرنے کی کوشش کرنا چاہیے۔
 - ۴۔ سربراہ مملکت کا انتخاب بغیر مشورہ کے نہیں کرنا چاہیے۔ اہل حل و عقد اور صاحب الرائے لوگوں سے اس بارے میں مشورہ ضرور کرنا چاہیے۔
 - ۵۔ اہل الرائے کے مشورہ سے انتخاب کے بعد عام مسلمانوں سے بھی استصواب کر لینا چاہیے؛
 - ۶۔ لوگوں کے شکوک و شبہات سنا اور انھیں مطمئن کرنے کی کوشش کرنا چاہیے۔ اظہار رائے کا حق نہ صرف اہل شوریٰ کو بلکہ عام مسلمانوں کو بھی دینا چاہیے۔
 - ۷۔ جو کبھی فیصلہ ہوا اسے تحریر میں لے آنا چاہیے۔
 - ۸۔ انتخاب میں اسلام اور مسلمانوں کی بھلائی پیش نظر رہنا چاہیے۔
 - ۹۔ صلاحیت اور صلاحیت کو سامنے رکھ کر انتخاب کرنا چاہیے۔ رشتہ داری اور تعلقات کا پاس و لحاظ نہیں کرنا چاہیے، رنگ و نسل، قوم و وطن، قبیلہ اور برادری وغیرہ ہر قسم کی عصبیت پوری طرح پرہیز کرنا چاہیے۔
 - ۱۰۔ انتخاب میں پوری دیانت داری کا ثبوت دینا چاہیے۔ پھر نتیجہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دینا چاہیے!

تعارف اور خلافت سے پہلے کے حالات

آپ کا نام ابو حفص عمر فاروق ہے۔ والد کا نام خطاب اور والدہ کا نام حنتمہ ہے۔ آپ عدی بن کعب کی اولاد میں ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرنے پر ابن کعب کی اولاد میں سے ہیں۔ انھوں نے پشت میں آپ کا سلسلہ نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔ قریش کی سفارت اور عدالت دونوں محکمے آپ ہی کے خاندان میں تھے۔ آپ حضور کی پیدائش کے بارہ سال بعد پیدا ہوئے اور حضور کے انتقال کے اتنے ہی عرصہ بعد انتقال ہوا۔ اس لئے آپ کی عمر بھی ۶۳ سال ہوئی۔

آپ نے فن سپہ گری اور فن تقریر میں مہارت حاصل کی تھی۔ آپ بہادر، دور میں، وسیع النظر اور تجربہ کار آدمی تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اسلام کی طرف لوگوں کو دعوت دینی شروع کی اُس وقت آپ ۲۷ سال کے جوان تھے۔ آپ کو اسلام کی صدا اچھی نہیں لگی۔ چنانچہ اسے دبانے کی کوشش کرنے لگے، حضور نے دعا فرمائی کہ اے اللہ عربین خطاب اور عمر بن ہشام میں سے ایک کے ذریعہ اسلام کو تقویت عطا فرما۔ یہ دعا حضرت عمرؓ کے حق میں قبول ہوئی۔ آپ سوچنے سمجھنے والے پختہ رائے کے آدمی تھے۔ جلدی سے اپنا عقیدہ اور رائے کیسے بدل سکتے تھے۔ آپ برابر غور کرتے رہے۔ چھپ چھپ کر قرآن سنتے رہے۔ کبھی آپ کو بت خانہ سے آوازِ حق آتی ہوئی سنائی دیتی۔ کبھی آپ اپنی خادمہ لُبَیْہ کو اسلام قبول کرنے کی وجہ سے مارتے پٹیتے تھے اور وہ بیچارہ پٹی رہتیں اور کہتی رہتی تھیں ”میرے آقا آپ مجھے جس قدر اذیت دے رہے ہیں۔ اگر اسلام قبول نہیں کریں گے تو اس سے زیادہ مذاب پائیں گے آپ ان کی اس بات سے اور ان کی ثابت قدمی سے اثر لیتے تھے۔ ایک بار آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے ارادہ سے نکلتے ہیں اور راستہ میں نعیم بن عبد اللہ سے یمن کی کہ بہن بنوئی مسلمان ہو گئے ہیں ان کے گھر پہنچتے ہیں دونوں کو زد و کوب کرتے ہیں اور بہن کے یہ کہنے پر کہ بھیا تم خواہ کچھ کر ڈالو ہم نے حق اختیار کر لیا ہے اسے ہم چھوڑ نہیں سکتے ہیں۔ بہن کی اس ثابت قدمی سے متاثر ہوتے ہیں۔ فیصلہ کی گھڑی آ پہنچتی ہے فوراً حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام

قبول کر لیتے ہیں۔ آپ کے اسلام قبول کر لینے کے بعد مسلمانوں کو بڑی تقویت حاصل ہوئی۔ مسجد الحرام میں اب تک مسلمان نماز نہیں پڑھ سکتے تھے۔ اب مسلمانوں نے حضرت عمرؓ اور حضرت حمزہؓ کے ہمراہ مسجد حرام میں پہنچ کر نماز پڑھنا شروع کر دی۔ نبوت کے تیرہویں سال آپ نے مدینہ منورہ کو ہجرت کی۔ دوسرے مسلمان تو چھپ چھپا کر ہجرت کرتے تھے۔ آپ نے علیؓ اعلان ہجرت کی اور کفار آپ کا کچھ نہ بگاڑ سکے۔

ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں جو واقعات اور مہمات پیش آئیں ان میں سے ایک بھی ایسی نہیں ہے جس میں حضرت عمرؓ شریک نہ رہے ہوں۔ یہودیوں اور مختلف قبیلوں سے معاہدے ہوئے، مختلف انتظامات ہوئے جنگیں ہوئیں سب میں حضرت عمرؓ شریک رہے۔ سترہ میں جنگ بدر ہوئی۔ کفار کی طرف سے قریش کے تمام قبیلے شریک تھے لیکن حضرت عمرؓ کے قبیلے بنو عدی کا ایک آدمی بھی شریک نہیں تھا۔ یہ حضرت عمرؓ کے رعب و داب کا نتیجہ تھا لیکن اسلامی فوج میں حضرت عمرؓ کے اپنے قبیلے بنی عدی کے اور حلیف قبیلوں کے ایک درجن آدمی شامل تھے۔ جنگ بدر میں سب سے پہلا جو مسلمان شہید ہوا وہ حضرت عمرؓ کا غلام تھا۔ عاص بن ہشام حضرت عمرؓ کا ماموں تھا اس جنگ میں حضرت عمرؓ نے اسے خود قتل کیا تھا۔ کیونکہ دین ایمان کے معاملے میں حضرت عمرؓ کسی رشتہ اور تعلق کی قطعاً پروا نہیں کرتے تھے۔ یہ ان کی غیرت ایمانی ہی تھی کہ جنگ بدر کے قیدیوں کے متعلق انھوں نے حضورؐ کو مشورہ دیا تھا کہ ان کو قتل کر دیا جائے اور اسی رائے کی تائید میں بعد میں قرآن کی آیت نازل ہوئی۔ جنگ احد میں ثابت قدم رہے اور خالد بن ولید کے دستہ کو پس کیا اور ابوسفیان نے جب کہا کیا محمدؐ زندہ ہیں؟ حضورؐ نے منع فرما دیا تھا کہ جواب نہ دینا۔ اس نے پھر کہا کیا ابوبکرؓ زندہ ہیں؟ جواب نہ پا کر کہا کیا عمرؓ زندہ ہیں؟ پھر جواب نہ ملا تو کہا یہ سب مارے گئے۔ حضرت عمرؓ سے نہ رہا گیا، آپ نے بھی چیخ کر جواب دیا "اے دشمن خدا ہم سب زندہ ہیں۔ پھر اس نے کہا اَعْلٰی هُبْلٰی۔ ہبل کی جے ہو۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا "اَللّٰهُمَّ اَعْلٰی وَ اَجَلٌ" اللہ کا بول بالا ہو۔ جنگ احزاب میں خندق پر تھوڑی تھوڑی دور پر فوجی چوکیاں قائم کی گئی تھیں۔ ایک چوکی پر حضرت عمرؓ ایک دستہ کے ساتھ متعین تھے۔ آج بھی وہاں حضرت عمرؓ کے نام سے ایک مسجد

موجود ہے۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر وہ کرم صلح کرنا حضرت عمرؓ کو سخت پریشان کر رہا تھا۔ چنانچہ پہلے حضرت ابوبکرؓ سے تذکرہ کیا پھر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس طرح گفتگو کی:

حضرت عمرؓ: یا رسول اللہ کیا آپ اللہ کے رسول نہیں ہیں؟
حضور صلی اللہ علیہ وسلم: بیشک میں اللہ کا نبی ہوں۔

حضرت عمرؓ: یا رسول اللہ کیا ہمارے دشمن مشرک نہیں ہیں؟
حضور صلی اللہ علیہ وسلم: بیشک وہ مشرک ہیں۔

حضرت عمرؓ: یا رسول اللہ پھر ہم دین حق کو کیوں ذلیل کریں؟
حضور صلی اللہ علیہ وسلم: میں اللہ کا رسول ہوں اور اس کے خلاف کچھ نہیں کرتا۔

یہ گفتگو اگرچہ بظاہر خلافت ادب معلوم ہوتی ہے مگر اس کی تہہ میں غیرت ایمانی اور دینی حمیت کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ اس کے باوجود حضرت عمرؓ نے اس کے کفارہ کے طور پر دینے رکھے، نفل نمازیں پڑھیں، صدقہ خیرات کیا، اور غلام آزاد کیے۔ جنگ خیبر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پہلے سپہ سالاری کا منصب حضرت عمرؓ کو سپرد کیا گیا اور دو روز تک مسلسل آپ نے فوجوں کو لڑایا۔ خیبر کی زمین نبیؐ نے مجاہدین میں تقسیم فرمادی تھی۔ حضرت عمرؓ کو شمع نامی ایک جاوید اہلی بھٹی جو آپؐ نے وقف کر دی تھی۔

تاریخ اسلامی میں یہ سب سے پہلا وقف تھا۔ حضورؐ نے سہ ہی میں حضرت عمرؓ کو سپہ سالار بنا کر نبوہوازن کے مقابلہ پر بھیجا لیکن نبوہوازن بھاگ گئے مقابلہ نہیں ہوا۔ فتح مکہ کے موقع پر عورتوں سے بیعت لینے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ ہی کو مقرر فرمایا تھا۔ جنگ حنین میں جو لوگ ثابت قدم رہے تھے ان میں حضرت عمرؓ بھی تھے۔ غزوہ تبوک میں حضرت عمرؓ نے اپنا آدھا مال لا کر پیش کر دیا، سارے میں حجتہ الوداع میں آپؐ شریک تھے۔ جب حضورؐ کا انتقال ہوا تو شدت غم سے آپ کے اعضاء اس قدر متاثر ہوئے کہ آپؐ نوار سونت کر کھڑے ہو گئے کہ جو یہ کہے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا میں اس کی گردن اڑا دوں گا۔ حضرت ابوبکرؓ نے قرآن سے استدلال کیا تب ان کی آنکھیں کھلیں اور وہ کیفیت جاتی رہی۔

خلافت فاروقی کے اہم واقعات

حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے تو جنگ یرموک جاری تھی۔ آپ نے سب سے پہلے عراق اور شام کی فتوحات کی طرف توجہ کی۔ اس سلسلہ میں ایک اہم واقعہ حضرت خالدؓ کی معزولی کا ہے۔ حضرت عمرؓ نے حضرت خالدؓ کو معزول کر دیا اور حضرت ابو عبیدہؓ کو سپہ سالار اعظم بنا دیا۔ حضرت خالدؓ نے اپنی معزولی سے ذرا اثر نہیں لیا۔ جس طرح لڑ رہے تھے اسی جوش و خروش سے لڑتے رہے اور جانبازی کے جوہر دکھاتے رہے۔ کسی نے دریافت کیا تو کہا کہ میں جب سپہ سالار تھا تب بھی اللہ ہی کے لیے لڑ رہا تھا اور اب جبکہ ایک سپاہی ہوں تب بھی اللہ ہی کے لیے لڑ رہا ہوں۔

حضرت خالدؓ کی معزولی کے اسباب

حضرت خالدؓ کو حضرت عمرؓ نے کسی ذاتی پر خاش یا اُن کی کسی اخلاقی کوتاہی کی بنا پر معزول نہیں کیا تھا بلکہ اس کے مندرجہ ذیل اسباب تھے۔

۱۔ انتہائی زیرک اور مدبر ہونے کے باوجود کبھی کبھی حضرت خالدؓ پر جوش غالب آجاتا تھا مثلاً انھوں نے مالک بن نویرہ کو قتل کر دیا تھا حالانکہ اس نے اپنی گرفتاری سے پہلے اپنی بستی میں اذان دلا دی تھی۔

۲۔ حضرت خالدؓ جوش جہاد میں کبھی تنہا اور کبھی تھوڑی سی فوج لے کر دشمن کی فوج میں گھس جاتے تھے جس سے اندیشہ تھا کہ مسلمانوں کو کوئی سخت نقصان پہنچ جائے۔

۳۔ وہ مال غنیمت کا حساب بھیجے میں کوتاہی کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے پہلے ان کو تنبیہ کی تھی اور انھوں نے یہ جواب دیا تھا کہ میں حضرت ابو بکرؓ کے دور سے ایسا ہی کر رہا ہوں یعنی خرچ کرتا رہتا ہوں جو کچھ بچتا ہے مرکز بھیج دیتا ہوں۔

۴۔ وہ بعض سپاہیوں اور افسروں کو بڑے انعامات اپنی طرف سے دے دیا کرتے تھے۔

۵۔ آخری سبب ان کو موزول کرنے کا یہ تھا کہ مسلمانوں کے دلوں میں یہ خیال بیٹھ گیا تھا کہ اگر حضرت خالدؓ نہ ہوتے تو یہ عراق و شام کی فتوحات نہ ہوتیں۔ اس غلط فہمی کو ذہنوں سے دور کرنے کے لیے حضرت عمرؓ کو یہ قدم اٹھانا پڑا۔

عراق میں فتوحات

حضرت خالدؓ کو حضرت ابو بکرؓ نے عراق سے شام بھیج دیا تھا اور شعی بن حارثہؓ اپنا قائم مقام بشیر بن خصاصیہؓ کو بنا کر مدینہ منورہ چلے گئے تھے۔ ابھی وہ واپس نہیں آئے تھے کہ اس دوران عراق کے حالات بالکل بدل گئے۔ ایرانی سرداروں اور رئیسوں نے اپنے اختلافات مٹا کر پوران دخت کو تخت ایران پر بٹھایا اور مشہور سردار ستم کو جو بہادری اور جرأت میں اپنا جواب نہیں رکھتا تھا ملکہ کانائب اور سپہ سالار اعظم بنا دیا۔ نیابت کا عہدہ سنبھالتے ہی رستم نے دو اہم کام کیے، ایک یہ کہ عراق کے تمام علاقوں میں ہر کارے دوڑا دیے تاکہ وہ غیرت دلا کر لوگوں کو مسلمانوں کے خلاف لڑنے کا حوصلہ پیدا کریں اس طرح ہر طرف جوش و جذبہ اور مسلمانوں کے خلاف لڑنے کے لیے آمادگی پیدا ہو گئی اور بہت سے مفتوحہ علاقے باغی ہو گئے۔ دوسرا یہ کہ نرسی اور جاپان کی ماتحتی میں دو بڑی فوجیں تیار کر کے عراق کے محاذ پر بھیجیں جاپان اپنی فوج لے کر نمارق پہنچا اور نرسی نے کسکر میں ڈیرہ جمایا۔

۱۔ جنگ نمارق حضرت ابو عبیدہؓ ثقفیؓ ایک ماہ بعد مدینہ منورہ سے فوج لے کر عراق پہنچے اور جاپان کے مقابلہ کے لیے نمارق کی طرف بڑھے سخت لڑائی ہوئی، ایرانی بھی جان توڑ کر لڑے لیکن شکست کھائی۔ ایک مسلمان سپاہی نے جاپان کو گرفتار کر لیا۔ وہ نہیں پہچانتا تھا کہ یہ ایرانی فوج کا سپہ سالار ہے۔ جاپان نے دھوکہ دے کر ایک معقول معاوضہ کے بدلے میں سپاہی سے اپنی رہائی کا وعدہ لے لیا۔ جب حضرت ابو عبیدہؓ کے پاس یہ معاملہ پہنچا تو بعض لوگوں نے کہا جاپان نے دھوکہ سے انان حاصل کی ہے مگر حضرت ابو عبیدہؓ نے کہا جب ایک سپاہی نے اسے انان دے دی ہے تو اسے پوری فوج تسلیم کرے

گی کیوں کہ اسلام میں بدعہدی جائز نہیں ہے۔ چنانچہ جاپان کو چھوڑ دیا گیا۔ اس طرح حضرت ابو عبیدہؓ نے اپنی فوج کے دل بھی جیت لیے اور دشمن پر بھی اپنی اخلاقی برتری ثابت کر دی۔ غرض کہ مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی اور کفار کے حصّہ میں ناکامی آئی۔

۲۔ جنگ سقاطیہ | نادر میں کامیابی کے بعد حضرت ابو عبیدہؓ کسکر کی طرف بڑھے جہاں زسی فوج لیے پڑا تھا۔ دونوں فوجوں میں سخت مہمکرائی ہوئی۔

آخر کار فتح مسلمانوں کو حاصل ہوئی۔ ابو عبیدہؓ نے چاروں طرف دستے بھیجے تاکہ ایرانی سپاہی جہاں کہیں چھپے ہوں ان کو وہاں سے نکال دیں، اس فتح کا بڑا اچھا اثر ہوا۔ چاروں طرف کے چودھریوں اور رئیسوں نے اطاعت قبول کر لی اور اظہارِ خلوص کے لیے بہترین قسم کے کھانے تیار کر کے پیش کیے حضرت ابو عبیدہؓ نے فرمایا اگر یہ کھانے تمام فوج کے لیے ہیں تو ٹھیک ہے ورنہ میں نہیں کھاؤں گا جو لوگ خون بہانے میں میرے شریک ہوں، میں ان کے بغیر ان کھانوں سے لطف نہیں اٹھا سکتا۔

یہ بھٹی اسلام کی شانِ مساوات جس سے اسلامی سپہ سالار اپنے سپاہیوں کا دل جیت لیا کرتے تھے اور اس کا اثر دشمنوں پر بھی اچھا ہی ہوتا تھا۔

۳۔ مروہ کی لڑائی اور جسّس کا حادثہ | رستم کو جب زسی اور جاپان دونوں کی شکست کی خبریں ملیں، تو وہ تلمسلا

اٹھا اور ایک بھاری فوج بہمن جادوئیہ کی ماتحتی میں بھیجی اور اپنا ایک یادگار جھنڈا جسے وہ مقدس مانتے تھے اور جو فریدیوں کے زمانے سے چلا آتا تھا وہ بھی ساتھ بھیجا۔ حضرت ابو عبیدہؓ اور بہمن جادوئیہ کا مقابلہ کوفہ کے پاس مروہ کے مقام پر ہوا۔ دونوں فوجوں کے درمیان دریا حائل تھا۔ بہمن نے کہلا بھیجا تم دریا پار کر کے آؤ گے یا ہم آئیں، ابو عبیدہؓ نے دوسرے سرداروں کی رائے کے خلاف کہلا بھیجا کہ ہم ہی آئیں گے۔ کشتیوں کا پل باندھا گیا اور مسلمان فوج دریا پار کر کے دوسری جانب پہنچ گئی۔ اُدھر کامیدان نامہوار تھا اور ایرانی فوج کے آگے آگے کوہ پیکرِ مہمکی صفت بستہ تھے۔ جن کے گلوں میں پڑے ہوئے گھٹے بچ رہے تھے۔ عربی گھوڑے اُن کالے دیووں کو دیکھ کر بھڑک گئے۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے

اپنے سپاہیوں کو لٹکارا کہ گھوڑوں سے کود پڑو اور ہردوں کی رستیاں کاٹ کر ہاتھی نشینوں کو نیچے گرا دو، چنانچہ بے شمار لوگوں کو نیچے گرا کر قتل کیا گیا، مگر ہاتھی جدھر کا رخ کرتے تھے ادھر صفیں کی صفیں الٹ دیتے تھے۔ حتیٰ کہ حضرت ابو عبیدہؓ کو بھی ایک ہاتھی نے اپنا پاؤں ان کے سینے پر رکھ کر کچل دیا اور وہ شہید ہو گئے۔ اسلامی فوج میں بددلی پیدا ہونا شروع ہوئی، ایک مسلمان سپاہی نے اس خیال سے کہ مسلمان بھاگنے نہ پائیں، پل کی تختیاں کاٹ دیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے مسلمان سپاہی بھاگتے ہوئے دریا میں ڈوب گئے اور ۹ ہزار میں سے صرف تین ہزار بچے۔ یہ حادثہ واقعہ جسر کے نام سے مشہور ہے۔

واقعہ جسر کے اسباب | اس شکست کے چند ظاہری اسباب یہ تھے :

- ۱۔ دشمن کی حکمت عملی اور جنگی چال مسلمان سمجھنے میں ناکام رہے۔
- ۲۔ مسلمانوں کا جاسوسی نظام کمزور تھا دشمن کی فوجی طاقت، دریا پار میدان کی حالت اور فوج میں کہہ پیکر ہاتھیوں کا نصف بستہ ہونا، مسلمانوں کو پہلے سے معلوم نہ تھا۔
- ۳۔ ہرش کے مقابلہ میں حضرت ابو عبیدہؓ نے جوش سے کام لیا۔
- ۴۔ دیگر سالاروں کے مشورہ پر عمل کرنے کے بجائے حضرت ابو عبیدہؓ نے خود رائی سے کام لیا۔
- ۵۔ اللہ تعالیٰ اس طرح شکست سے دوچار کر کے مسلمانوں کو چوکنا اور آئندہ کی مہمات کے لئے زیادہ مستعد کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ اس تجربہ سے مسلمانوں نے بعد کی مہمات میں فائدہ اٹھایا۔

۴۔ **بُؤیْب کی لڑائی** | مروہ کی لڑائی میں مسلمانوں کی شکست اور جسر کے حادثہ کی خبر جب حضرت عمرؓ کو ملی تو آپ کو بہت رنج ہوا۔ آپؓ نے بہت سے امدادی دستے مختلف سرداروں کی ماتحتی میں بھیجے۔ اس مرتبہ رستم نے مہران بن مہرؤجیہ کی ماتحتی میں فوج بھیجی۔ مہران عرب میں رہ چکا تھا اور عربوں کے طریقہ و جنگ سے واقف تھا۔ دونوں فوجیں بُؤیْب میں اکٹھا ہوئیں، دریا کے فرات کے درمیان حائل تھا۔ مہران نے کہلا بھیجا تم آؤ گے یا ہم آئیں، حضرت مثنیٰؓ کو واقعہ جسر کی غلطی

یاد تھی انھوں نے کہلا بھیجا کہ تم ہی آؤ، ایرانی بڑے کرت و فرسے آئے، سخت ہونٹاں لڑائی ہوئی ایک تغلبی فوجان نے مہران کو تاک لیا اور اس پر حملہ کر کے اس کی گردن اڑادی اور پھرتی سے اُسی کے گھوڑے پر سوار ہو کر اعلان کیا کہ میں ہوں تغلب کا فوجان، سالار عجم کا قاتل۔ مہران کے قتل ہوتے ہی ایرانی بھاگ کھڑے ہوئے۔ مثنیٰ نے پل کاٹ دیا۔ بے شمار ایرانی مارے گئے۔ اس لڑائی سے ایرانیوں پر مسلمانوں کا رعب بیٹھ گیا۔ حضرت مثنیٰ نے چاروں طرف فوجیں بھیجیں اور انھوں نے فرات کے مغرب کا سارا علاقہ فتح کر لیا۔

۵۔ جنگ قادسیہ اور رستم کا قتل

ایرانیوں کی شکست کی خبریں جب مدائن پہنچیں تو انھوں نے طے کیا کہ تخت سے عورت کو اتار کر کسی مرد کو بٹھانا چاہیے اور رستم و فیروز دونوں سرداروں کے اختلاف کو مٹا کر متحدہ طور پر مسلمانوں سے مقابلہ کرنا چاہیے۔ چنانچہ ۲۱ سال کے فوجان یزدگرد کو تخت ایران پر بٹھایا گیا اور رستم و فیروز نے عہد کیا کہ ایک دل ہو کر دشمن کا مقابلہ کریں گے۔ اس طرح ایرانی سلطنت میں جان پڑ گئی اور بہت سے مفتوحہ علاقے مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گئے۔ حضرت عروہ نے حضرت مثنیٰ کو حکم دیا کہ وہ عرب کی سرحد پر اپنی فوج لے آئیں۔ چنانچہ انھوں نے اپنی ساری فوج مقام ذی قار میں اکٹھا کر لی۔ حضرت عروہ نے ایرانیوں سے مقابلہ کے لیے زیر دست انتہام کیا۔ تمام گوزروں کو حکم بھیجا کہ جہاں جہاں کوئی بہادر سردار، عقل مند مدبر، عظیم شاعر اور سحر بیان خطیب ہو دربار خلافت میں بھیج دیں، چنانچہ گوزروں نے ایسے تمام لوگوں کو اور ان کی ماتحتی میں فوجی دستوں کو بھیجا۔ چنانچہ مدینہ کے چاروں طرف فوجوں کا جنگل نظر آنے لگا۔ حضرت عروہ نے حضرت طلحہ، زبیر، عبد الرحمن بن عوف جیسے اکابر صحابہ کو مختلف دستوں پر مقرر کیا اور خود سپہ سالار اعظم کی حیثیت سے فوج کو لے کر نکلے، تین میل کے فاصلے پر مقام ہرار پہنچ کر قیام کیا اور مسلمانوں سے مشورہ کیا۔ عام لوگوں کی خواہش تھی کہ امیر المؤمنین خود محاذ جنگ پر تشریف لے چلیں، مگر اہل الرائے اور سمجھ بوجھ والے صحابہ کی رائے تھی کہ امیر المؤمنین کا دار الخلافہ میں رہنا زیادہ ضروری ہے اسی پر آپ نے عمل کیا اور حضور کے اموں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو سپہ سالار اعظم

مقرر کر کے مدینہ تشریف لے آئے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ روانہ ہوئے اور زرد و جاکر پڑاؤ کیا یہاں معلوم ہوا کہ حضرت مثنیٰؓ مقام ذی قار میں جہاں وہ کافی دنوں سے فوج لیے پڑے تھے اور حضرت سعدؓ کا انتظار کر رہے تھے انتقال کر گئے، حضرت سعدؓ یہاں سے روانہ ہوئے اور مقام نثران میں قیام کیا یہاں حضرت مثنیٰؓ آٹھ ہزار فوج کے ساتھ آپہنچے اور حضرت مثنیٰؓ نے اپنی وفات سے پہلے جو مشورے دیئے تھے وہ بیان کیئے۔ یہیں حضرت سہلؓ کو حضرت عمرؓ کا فرمان موصول ہوا جس میں تفصیلی ہدایات درج تھیں۔ حضرت سعدؓ نے فوج کو شمار کرایا۔ کل فوج تیس ہزار تھی، پھر فوج کو نئے سرے سے مرتب کیا۔ یہیں حضرت عمرؓ کا دوسرا فرمان موصول ہوا، جس میں تحریر تھا کہ قادیسیہ میں محاذ قائم کرو اس طرح کہ دشمن کی زمین تمہارے سامنے ہو اور عرب کے پہاڑ تمہاری پشت پر ہوں۔ چنانچہ حضرت سعدؓ یہاں سے روانہ ہو کر قادیسیہ پہنچے۔ یہاں حضرت عمرؓ کا تیسرا فرمان موصول ہوا کہ میدان جنگ کا مفصل نقشہ بنا کر بھیجو! حضرت سعدؓ نے ایسا ہی کیا۔ حضرت عمرؓ نے ایرانی فوج اور اس کے سپہ سالار کے متعلق معلومات بھی طلب کی تھیں جو ان کو فراہم کر دی گئیں اور لکھ دیا گیا کہ ایران کی طرف سے رستم سپہ سالار بن کر آیا ہے اور مقام ساباط میں ٹھہرا ہے دوبار خلافت سے دم بدم ہدایات آرہی تھیں، چوتھا فرمان آیا جنگ سے پہلے دوبار ایران میں چند سمجھ دار اور عقل و شعور کے مالک مسلمانوں کو سفیر بنا کر بھیجو۔ اسلامی تعلیم کے مطابق پہلے صلح اور شرائط صلح پیش کرو! پہلے اسلام کی دعوت دو! پھر جزیہ کی پیشکش کرو اور آخر میں جنگ کی دھمکی دو۔ چنانچہ حضرت سعدؓ نے چودہ سرداروں کو منتخب کیا اور مائیں بھیجا شاہ ایران کو اس سفارت کا علم ہوا تو اس نے اپنا دربار بڑی شان و شوکت کے ساتھ سمجایا اور استقبال کے لیے تمام اعیان سلطنت، امراء حکام اور افسران اور معززین شہر کو اکٹھا کیا۔ سفراء پہنچے تو دربار کچھا کچھا بھرا ہوا تھا مگر اللہ کے سپاہی مینا چادری کندھوں پر ڈالے چڑے کے موزے پہنے اور کڑے ہاتھ میں لیے بیباکی اور بے خونی کے انداز میں دربار میں داخل ہوئے تو سائے درباری سہمٹے اور خود بادشاہ حیرت زدہ ہو گیا۔ ترجمان کے ذریعہ گفتگو شروع کی۔

یزدگرد شاہ ایران : آپ لوگ ہمارے ملک میں کیوں آئے ہیں؟

نعمان بن مقرن رئیس وفد نے جواب میں اس طرح تقریر کی :

دربارِ ایران میں نعمان بن مقرنؓ کی تقریر

”جناب! ہم وحشی تھے، جاہل تھے، اور طرح طرح کی برائیوں میں مبتلا تھے، مگر اللہ نے ہم پر یہ فضل و کرم کیا کہ ہماری ہدایت و رہنمائی کے لیے ایک برگزیدہ رسول مبعوث کیا۔ خدا کے رسول نے ہمیں راہ حق دکھائی۔ نیکیوں کی طرف بلایا۔ برائیوں سے روکا اور ہم سے وعدہ کیا کہ اگر ہم اس کی دعوت قبول کر لیں اور عملاً اس کا ساتھ دیں تو دنیا اور آخرت کی کامیابی ہمارے قدم چمے گی۔ ہم نے اللہ کے رسول کی دعوت قبول کر لی تو اس نے ہم کو حکم دیا کہ ہم اس دعوت کو ان قوموں تک پہنچائیں جو ہمارے پڑوس میں آباد ہیں اور ان کو بتائیں کہ اسلام تمام خوبیوں کا حامل ہے جو حق و باطل میں پورا امتیاز کرتا ہے۔ اس لیے اے سردارانِ ایران! ہم آپ کو اسلام کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ اگر آپ اس دعوت کو قبول کر لیں تو ہم آپ سے کوئی تعرض نہیں کریں گے، اللہ کی کتاب آپ کو دے دیں گے، وہی آپ کی رہنمائی ہوگی اور اس کے احکام کو نافذ کرنا آپ کا فریضہ ہوگا لیکن اگر آپ کو یہ دعوت قبول نہیں ہے تو پھر آپ کو اسلامی اقتدار قبول کرنا ہوگا اور علامت کے طور پر طے شدہ جزیہ ادا کرنا ہوگا اور یہ وعدہ کرنا ہوگا کہ آپ کی سلطنت میں ظلم اور برائی اور بدکاری کا چلن نہیں رہے گا اور اگر آپ کو جزیہ بھی منظور نہیں ہے تو پھر تلوار ہمارے آپ کے درمیان فیصلہ کرے گی؟ یزدگرد حضرت نعمانؓ کی تقریر غور سے سنتا رہا اور جواب میں مندرجہ ذیل تقریر کی۔

یزدگرد کی تقریر :

”اے عرب کے لوگو! تم دنیا میں سب سے زیادہ بدبخت تھے اور فقر و فاقہ میں مبتلا تھے جب ہم ایک اونٹ ذبح کر کے تمہاری مہمان نوازی کر دیتے تھے تو تم خوش ہو جاتے تھے اور تمہارا سارا شور و غوغا ٹھنڈا پڑ جاتا تھا اور جب تم کچھ حرکت

کرتے تھے تو ہم سرحد کے سرداروں کو لکھ دیتے تھے وہ تمھارا داغ درست کر دیتے تھے، میں تم کو مشورہ دیتا ہوں کہ ملک گیری کی ہوس کو اپنے دل سے اور حکمرانی کے خبط کو اپنے داغ سے نکال دو۔ اگر تمھیں فقر و فاقہ نے مجبور کیا ہے تو تم تمھاری غذا اور لباس کا انتظام کر دیں گے اور تم پر کوئی ایسا افسر مقرر کر دیں گے جو تم سے نرمی کا برتاؤ کرے گا۔“

یزدگرد کی اس تقریر کا جواب وفد کے ایک رکن حضرت مغیرہ بن زرارہؓ نے دیا۔

مغیرہ بن زرارہؓ کی تقریر

”یہ صحیح ہے کہ ہم بد بخت اور گمراہ تھے۔ مُردار کھاتے تھے، اون اور چمڑا ہمارا لباس تھا، آپس میں خونریزی ہمارا مشغلہ تھا۔ ہم اپنی لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے لیکن اللہ نے ہم پر فضل فرمایا ہمارے اندر اپنا پیغمبر بھیجا، جو ہم میں ممتاز تھا۔ پہلے ہم نے اس کی مخالفت کی، ہم نے اسے جھٹلایا لیکن پھر اس کی سچائی نے اثر کیا، وہ جو کچھ کہتا تھا خدا کی طرف سے کہتا تھا، اور جو کچھ کرتا تھا وہ خدا کے فرمان کے مطابق کرتا تھا، اس کی تعلیم نے ہمیں دنیا کا رہنا بنا دیا، اس نے ہم کو حکم دیا کہ ہم اس دین کو جو خدا نے اتارا ہے تمام دنیا کے سامنے پیش کریں، جو لوگ اسے قبول کر لیں وہ سب حقوق میں برابر ہیں جن لوگوں کو اسلام قبول نہ ہوا درجہ زیر پر راضی ہو جائیں وہ اہل اسلام کی حفاظت میں ہوں گے اور جن لوگوں کو دونوں باتوں سے انکار ہوا ان کے لیے تلوار ہے۔“

یزدگرد غصے سے بیتاب اور غضب ناک ہو کر بولا اگر قاصدوں کا قتل اصول حکمرانی کے خلاف نہ ہوتا تو میں تم سب کو قتل کر دیتا۔ خیر جاؤ میں تمھارے مقابلے پر رسم کو بھیج رہا ہوں جو تمھیں قادسیہ کی خندق میں دفن کر دے گا اس کے بعد اس نے ایک ٹوکہ میں مٹی منگوائی اور کہا تم سب میں مُعزؓ زکون ہے۔ عاصم بن عمروؓ بولے میں ہوں اس نے وہ ٹوکہ ان کے سر پر رکھوا دیا۔ وہ گھوڑا دوڑاتے ہوئے حضرت سعدؓ کے پاس پہنچے اور کہا فتح مبارک ہو، شاہ ایران نے اپنی مٹی

خود ہمیں دے دی۔

اس کے بعد کئی مہینے تک دونوں طرف خاموشی رہی، رستم اپنی فوج لیے سا باط میں پڑا تھا اور لڑائی سے گریز کر رہا تھا۔ مسلمان اپنی رسد آس پاس کے علاقوں سے حاصل کرتے تھے۔ اس لیے چاروں طرف کے لوگ رستم اور شاہ ایران کے پاس پہنچتے رہے۔ حتیٰ کہ شاہ ایران نے رستم کو جنگ کرنے پر مجبور کیا۔ آخر کار وہ ایک لاکھ بیس ہزار فوج لے کر آیا اور فادسیہ میں قیام پذیر ہوا لیکن اب بھی وہ مال موٹل سے کام لے رہا تھا کئی مہینے پھر اسی طرح گزر گئے سفر اور ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر آتے جاتے رہے۔ آخر میں حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سفیر بن کر گئے۔ رستم نے اسلامی سفیر کو مرعوب کرنے کے لیے اپنا خیمہ بڑی شان سے سجایا، بیش قیمت قالین بچھائے گئے، زریں پردے لٹکائے گئے، زریں تخت بچھایا گیا۔ رستم ہیرے جواہرات کا مرقع تاج پہن کر بیٹھا، ادھر ادھر درباری بھی مرقع تاج پہن کر اپنے اپنے منصب کے لحاظ سے سیٹھے، خادم اور پیردار دورویہ کھڑے ہوئے۔ حضرت مغیرہؓ گھوڑے سے اتر کر سیدھے تخت کی طرف بڑھے اور بیابا کی کیا تھانگے بڑھ کر رستم کے پاس تخت پر بیٹھ گئے۔ اس جرأت اور پھرتی پر سارے درباری حیران رہ گئے۔ پہرہ داروں نے ہاتھ پکڑ کر حضرت مغیرہؓ کو تخت سے نیچے اتار دیا۔ اس کے بعد حضرت مغیرہؓ نے تقریر کی۔

رستم کے دربار میں حضرت مغیرہؓ کی تقریر

”اے سردارانِ ایران! ہم تو آپ لوگوں کو بڑا ہوشیار اور عقل مند سمجھتے تھے لیکن یہ کون سی عقل مندی ہے کہ تم نے اپنے ہی جیسے انسان کو خدا بنا لیا ہے۔ ہم مسلمان، بندوں کو خدا نہیں بناتے، اور کمزوروں پر طاقتوروں کی آقا کی قائل نہیں ہیں۔ یہ کون سی عقل مندی ہے کہ کمزور طاقتور کی پوجا کریں، اور انھیں دیوتا بنا کر بٹھائیں، ہم انسان پر انسان کی حاکمیت کے قائل نہیں ہیں، انسان سب بندے ہیں، اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تم لوگ انسانی برابری کے قائل نہیں ہو تو میں تمھیں یہاں نہ کر رہتا۔ لیکن میں تمھیں بتائے دیتا ہوں کہ کمزور اور مظلوم تمھاری حکومت

کا تختہ الٹ دیں گے۔ اس تقریر کے بعد ماتحتوں نے کہا ”یہ عرب بات تو ٹھیک کہتا ہے۔ سرداروں نے کہا اس چالاک عرب نے ہمارے عوام میں بغاوت کے جراثیم پھیل کر دیئے۔ غرض کہ اس کے بعد نامہ و پیام اور سفیروں کی آمد و رفت بند ہو گئی۔

ماحصل

اسلامی سفیروں کی تقریروں سے جو سبق حاصل ہوتے ہیں وہ یہ ہیں:

۱۔ مسلمان کو صاف گو ہونا چاہیئے اور اپنی کوتاہیاں تسلیم کر لینا چاہیئے۔ سچائی اور حقیقت پسندی دونوں کا یہ تقاضا ہے چنانچہ اسلامی سفیروں نے وہ تمام برائیاں جو عرب میں اسلام سے پہلے تھیں تسلیم کیں۔

۲۔ اللہ نے ہم پر جو فضل و کرم کیا ہے اس کا اظہار کرنا چاہیئے۔ خصوصاً اسلام کی نعمت سے جو ہم کو نوازا ہے اس خوش نصیبی پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیئے اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ دین کو قائم کرنے کے لئے اٹھ کھڑا ہونا چاہیئے۔ جس طرح صحابہ کرامؓ اقامتِ دین کے لیے کفنِ دھن سے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

۳۔ ملک گیر سی، ہوس، اقتدار یا قومی بالادستی وغیرہ جیسے دنیوی مقاصد اسلامی مجاہدین کے سامنے نہیں ہوتے۔

۴۔ ظلم اور نا انصافی دنیا میں جہاں کہیں بھی ہو، مسلمانوں کا فرض ہے کہ اسے مٹانے کی کوشش کریں خصوصاً اپنے پڑوسی ممالک میں اگر ظلم، نا انصافی اور فساد برپا ہو تو اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ وہ اس کا تدارک کرنے کی کوشش کرے۔

۵۔ حق کے علم بردار صرف خدا سے خوف کھاتے ہیں دنیا کی سبج، دھج، شان و شوکت اور لاؤ لشکر سے وہ مرعوب نہیں ہوتے۔

۶۔ اسلام اللہ کی حاکمیت اور انسانی مساوات کی تعلیم دیتا ہے۔ وہ انسانی اقتدارِ اعلیٰ اور انسانوں کے درمیان اور بیچ بیچ کا قائل نہیں ہے۔

۷۔ اسلام تمام قوموں کے لیے ہے وہ تمام انسانوں کے تمام دکھوں کا علاج اور مداوا ہے۔ اسی

لیئے اسلامی نظام اور اسلامی حکومت قائم ہوتی ہے۔

۸۔ یہ عرب و عجم کی جنگیں نہ تھیں بلکہ حق و باطل کے معرکے تھے۔ کیونکہ مسلمان حق کی اور ایرانی باطل کی نمائندگی کر رہے تھے۔

۹۔ حکومت، فوج، جنگ اور صلح، جہاں بانی اور کشور کشائی اگر حق کے لیے ہو تو عبادت ہے دنیا داری نہیں ہے۔ اسلامی سفیروں کی تقریروں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ دین کے لیے اٹھے تھے اور دین ہی کے لیے انھوں نے جنگیں کی تھیں کیوں کہ اللہ کی زمین پر اللہ کے باغیوں کا قانون نافذ ہو، یہ سراسر ظلم اور نا انصافی ہے اور سچے مسلمان اسے برداشت نہیں کر سکتے۔

آغاز جنگ

محرم ۳۵ھ میں دونوں فوجیں ایک دوسرے کے بالمقابل صف آرا ہوئیں، ایرانیوں کی زبردست فوجیں تیرہ صفوں میں کھڑی تھیں۔ ہاتھی بھی کالے پہاڑوں کی طرح قطار در قطار کھڑے تھے۔ قادیسیہ سے دائیں تک تھوڑے تھوڑے فاصلے پر قاصد بٹھائے گئے تاکہ دم بدم خبریں شاہی دربار میں پہنچتی رہیں۔ ایرانی فوج کے پیچھے پرانی نہر تھی اور اسلامی فوج کے پیچھے خندق تھی میدان درمیان میں تھا۔ حضرت سعدؓ کی ٹانگ میں تکلیف تھی۔ وہ ایک پرانے محل پر سے فوج کو ہدایات دے رہے تھے اور خالد بن عرفطہ کے ہاتھ میں فوج کی کمان تھی۔

پہلا دن | نماز ظہر کے بعد حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے تین تجویزیں کہیں، تیسری تکبیر پر لڑائی شروع ہو گئی۔ دونوں طرف کے بہادر، شجاعت، جرأت اور دلیری کا مظاہرہ کرنے لگے، مسلمانوں میں سے بنو جحیدہ کا دستہ ہاتھیوں کی زد میں آ گیا ان کے گھوڑے ہاتھیوں سے بدکنے لگے، حضرت سعدؓ نے بنو اسد کو حکم دیا کہ بنو جحیدہ کی مدد کریں وہ برچھے لے کر ہاتھیوں پر پل پڑے، ایرانی بنو اسد کی طرف اتر پڑے۔ حضرت سعدؓ نے بنو تمیم کو پکارا کہ تم لوگ ہاتھیوں کی کوئی تدبیر کرو۔ انھوں نے اس قدر تیر برسائے

کہ ہاتھی نشین زمین پر آ رہے۔ لڑائی رات گئے تک جاری رہی۔ تقریباً پانچ سو مسلمان ہاتھیوں کے ریلے سے کچل کر شہید ہو گئے۔ اس دن ایرانیوں کا پتہ بھاری رہا۔ اس دن کو یوم ارمات کا نام دیا گیا کیوں کہ آرمٹ کے معنی ہیں باقی رکھا، چھوڑ دیا اور رَمٹ کے معنی ہیں غلط ملط کیا یعنی فوجیں ایک دوسرے کے اندر گھس گئی تھیں۔ گھسان کی لڑائی ہوئی تھی اس لیے اس کا یہ نام پڑ گیا۔

دوسرا دن | دوسرے دن پہلے شہیدوں کو دفن کیا گیا اور زخمیوں کی مرہم پٹی کی گئی۔ اس کے بعد لڑائی شروع ہوئی، لڑائی شروع ہوتے ہی شام سے امدادی فوج آ گئی۔ یہ فوج حضرت عمرؓ کے حکم پر حضرت ابو عبیدہؓ نے بھیجی تھی اس کے سالار حضرت ہاشم بن عقبہ تھے۔ اس فوج کے بھیجنے میں یہ جنگی تدبیر اختیار کی گئی کہ وقفہ وقفہ سے اس کے دس دن بھر آتے رہے اور اللہ اکبر کے نعروں سے دشمنوں کا دل دہلاتے رہے۔ اس طرح دشمنوں پر عرب بیٹھ گیا کہ لاتعداد امدادی فوجیں آرہی ہیں، حالانکہ فوج جو آئی تھی وہ صرف چھ ہزار تھی۔ شامی فوج نے ایک تدبیر ہاتھیوں کی فوج کا توڑ کرنے کے لیے یہ کی کہ اردٹوں پر بڑے بڑے کالے برقعے ڈال دیے، اس طرح ان کو بھیا نک بنا دیا۔ ان اونٹوں نے ایرانی فوجوں کو کچل ڈالا، ہاتھی بھاگے تو ان سے خود ایرانی کچل گئے۔ ایرانیوں کے تین مشہور سردار بہمن، شہر براز اور بزرچہر مارے گئے۔ اس دن کا نام یوم اغوات پڑ گیا کیونکہ غاث یغوث کے معنی مدد اور اعانت کرنے کے آتے ہیں، اس دن لگاتار امدادی فوجیں آتی رہی تھیں اس لیے اس کا یہ نام پڑ گیا۔

تیسرا دن | شہداء کو دفن کرنے اور زخمیوں کی مرہم پٹی کا انتظام کرنے کے بعد لڑائی شروع ہوئی، ہاتھیوں کی مصیبت پھر سامنے تھی۔ حضرت قعقاعؓ اور ان کے ساتھیوں نے ہاتھیوں کی آنکھیں پھوٹنا اور سونڈیں کاٹنا شروع کیں۔ ایک سفید ہاتھی تمام ہاتھیوں میں بڑا تھا اس کی سونڈ جڑ سے الگ ہو گئی۔ وہ جھرجھریے کرتے پیچھے کوٹا اور بھاگا، تمام ہاتھی اس کے پیچھے بھاگے۔ بیشمار ایرانی اپنے ہی ہاتھیوں سے کچل گئے۔ رات بھر لڑائی کا سلسلہ جاری رہا۔ گھوڑوں کی ہنہناہٹ اور تلواروں کی جھنکاروں کے سوا کچھ سنائی نہ دیتا

نخسا اس دن کا نام یوم عباس پڑ گیا یعنی سخت، شدید اور ہولناک جنگ کا دن، اور اس رات کو لیلۃ الہدیہ کہتے ہیں یعنی شور و غوغا اور چیخ و پکار کی رات۔

صبح ہو گئی اور فیصلہ نہ ہو سکا۔ اسلامی فوج کے سرداروں نے اپنے دستوں کو لاکارا، ساقیو! ایک آخری حملہ اور کرو، انشاء اللہ فتح تمھاری ہوگی۔

چوتھا دن

اس آواز پر مسلمان سوار گھوڑوں سے کود پڑے اور نواریں لے کر دشمن کی صفوں میں گھس گئے۔ دوسرے پہلے ہی ایرانی فوج بھاگ کھڑی ہوئی۔ مسلمان رستم کے تخت کے پاس پہنچ گئے۔ یہ دیکھ کر وہ بھی کود پڑا اور بڑی بہادری سے لڑتا رہا آخر کار بھاگا اور دریا میں کود پڑا، ایک مسلمان سپاہی نے پیچھا کیا اور دریا میں سے ٹانگ پکڑ کر کھینچ لایا اور اسے قتل کر دیا۔ اس سپاہی کا نام ہلال بن علقمہ ہے۔ ہلال نے رستم کے تخت پر چڑھ کر اعلان کیا کہ خدا کی قسم میں نے رستم کو قتل کر دیا ہے۔ رستم کے قتل ہوتے ہی ایرانی فوج میں ابتری پھیل گئی، مسلمانوں نے بیشمار ایرانیوں کو قتل کیا۔ یہ بھی قادیسیہ کی لڑائی۔ ایرانی لڑائیوں میں یہ ایک عظیم معرکہ تھا اس میں تیس ہزار ایرانی قتل ہوئے اور مسلمان صرف آٹھ ہزار شہید ہوئے۔ یہ تھا یوم فتح الفتوح یعنی فتح و کامرانی کا دن

حضرت سعد بن فتح قادیسیہ کے بعد دو ماہ تک وہیں ٹھہرے رہے جب

۶۔ ایرانی دارالسلطنت مدائن کی فتح

فوجیں تازہ دم ہو گئیں تو حضرت عمرؓ کے حکم کے مطابق مدائن فتح کرنے کے ارادہ سے آگے بڑھے ایک اسلامی سالار زہرہ کا مہرؓ سے مقابلہ برس کے مقام پر ہوا، مہرؓ شکست کھا کر بابل کی طرف بھاگا۔ حضرت زہرہؓ فرات پار کر کے بابل پہنچے۔ یہاں ایران کے بڑے بڑے سپہ سالار فیر و زہرؓ مہرؓ مہرؓ مہرؓ وغیرہ اپنی اپنی فوجیں لے کر آئے تھے لیکن مسلمان فوجوں کا ایسا رعب بیٹھ چکا تھا کہ پہلے ہی حملہ میں بھاگ کھڑے ہوئے۔ فیر و زہرؓ وند گیا۔ مہرؓ ہواڑ چلا گیا اور باقی مدائن چلے گئے۔ زہرہؓ نے پیچھا کیا اور دیر اور کوئی کے درمیان بھاگتے ہوؤں کو تھمچ کیا۔ کوئی میں شہر یار سے زہرہ کا مقابلہ ہوا۔ شہر یار قتل ہوا۔ پھر تمام مسلمان فوج بہرہ شیر پہنچی۔ حضرت سعدؓ نے دوماہ تک اس کا محاصرہ جاری رکھا آخر جنگ ہوئی اور ایرانیوں نے شکست پائی۔ ان دوماہ میں چاروں طرف کے چودھروں اور رئیسوں نے آکر اطاعت اختیار کی، اور

حضرت سعد رضی عنہ نے معمولی جزیہ پر صلح کر لی۔

بہرہ شہر کے بعد مدائن مسلمانوں کی زد میں تھا، کسریٰ کا قصر ابیض یعنی سفید قلعہ دوسرے چمک رہا تھا اس کے کنگورے دیکھتے ہی مسلمانوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی یاد آگئی کہ مسلمانوں کی ایک جماعت کسریٰ کا سفید قلعہ فتح کرے گی۔ حضور کی یہ خوشخبری یاد آتے ہی مسلمانوں کے دل خوشی سے لبریز ہو گئے ان کے رگ وریشہ میں بہادری اور شجاعت کی لہر دوڑ گئی۔ فرار بن خطابؓ پکارا اٹھے اللہ اکبر! یہ ہے وہ سفید قلعہ جس کی فتح کی بشارت نبی کریمؐ نے دی ہے۔ جو اب سارے مسلمانوں نے نعرہ تبکیر اللہ اکبر کی صدائیں بلند کیں، ساری فضا اللہ اکبر کے نعروں سے گونج اٹھی۔ ایرانیوں نے پل توڑ دیئے تھے۔ فرات کا پانی حامل تھا مگر جوش ایمانی کا مقابلہ فرات سے نہ ہو سکا۔ مسلمان دریا میں کود پڑے اور گھوڑوں کو پیراتے ہوئے دریا عبور کرنے لگے ایرانیوں نے دیکھا تو پکارا اٹھے دیواں آمدند دیواں آمدند۔ (دیو آگئے، دیو آگئے)۔ اس طرح پوری فوج دریا پار پہنچ گئی۔ فوج مدائن پہنچی تو کوئی مزاحمت کرنے والا نہ تھا۔ شاہ ایران یزدگرد فرار اختیار کر چکا تھا۔ مسلمان بے روک ٹوک شہر میں داخل ہوئے اور قلعہ پر قبضہ کر لیا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے قلعہ کے اندر نماز شکر ادا کی۔

قصر ابیض پر اسلامی جھنڈا لہا دیا گیا۔ سعد رضی نے عالی شان محلات اور سرسبز و شاداب باغات دیکھے تو بے اختیار ان کی زبان پر یہ آیت قرآنی آگئی:

كَمْ تَرَكُوا مِنْ جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ
وَزُرُوعٍ وَمَقَامٍ كَرِيمٍ
وَنَعْمَةً كَانُوا فِيهَا فَانْكِهَيْنَ كَذَلِكَ نَسْأَلُهَا
قَوْمًا آخَرِينَ ۝ (الدخان ۵۵ تا ۵۸)

خدا کے باغی کتنے باغات، چشمے، کھیتیاں،
عمدہ مقامات نعتیں، جن میں وہ مزے
کرتے تھے، چھوڑ گئے اور پھر ہم نے یہ نعتیں
دوسروں کو عطا کر دیں۔

شاہی محل سے جو مالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا اسے دیکھ کر وہ حیران رہ گئے۔ بے شمار سونا چاندی، جواہرات کے علاوہ بہت سی نایاب تاریخی چیزیں تھیں، قدیم ایرانی بادشاہوں

کی پوشاکیں تھیں، مختلف اسلحہ تھے، نوشیروان عادل کا زین تاج تھا۔ سونے کا ایک گھوڑا تھا، جس کے سیسے پر یا قوت جڑے ہوئے تھے، چاندی کی اونٹنی تھی، جس پر سونے کی پالان تھی، نکیل میں قیمتی موتی پروئے ہوئے تھے، اس پر ایک سوار بھی تھا جو اہرات سے ڈھکا ہوا تھا۔ ایوان شاہی کا ایک قالین تھا جس کا نام ”بہار“ تھا اس کی زمین سونے کی، سبزہ زمرہ کا اور جدولیں پتھر ارج کی تھیں، درخت سونے چاندی کے تھے۔ پتے ریشم کے تھے اور پھل جواہرات کے بنائے گئے تھے۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے خمس رُہ نکال کر باقی مال فوجیوں میں تقسیم کر دیا۔ ہر فوجی کو نقد رقم ۱۲ اہر ملی۔ خمس غنیمت جب مدینہ منورہ پہنچا تو حضرت عمرؓ نے تمام مسلمانوں کو یہ تمام قیمتی سامان دکھایا اور پھر تقسیم کر دیا۔ ”بہار“ کے بھی ٹکڑے کر کے تقسیم کر دیا۔ کمرہ دار کی بختگی اس سے ظاہر ہوتی ہے کہ کسی سپاہی نے ایک موتی کیا ایک سوئی بھی بلا اجازت نہیں لی حضرت سعدؓ اور حضرت عمرؓ نے اپنے سپاہیوں کی دیانت داری پر اللہ کا شکر ادا کیا۔

جلولاء کی لڑائی | شاہ ایران یزدگرد مدائن سے فرار ہو کر حلوان پہنچا تھا اور فوج جو مدائن سے فرار ہو کر آئی تھی اس نے جلولاء میں پڑاؤ

کیا تھا۔ جلولاء ایک مرکزی مقام تھا جہاں آذربائیجان، باب، جبال اور فارس کی طرف راستے پھٹتے تھے۔ ایرانی سرداروں نے آخری بار فیصلہ کن جنگ کرنا طے کیا۔ اور جنگی تیاریاں شروع کر دیں یزدگرد نے بھی حلوان سے فوجیں بھیجیں، مہران رازی سپہ سالار مقرر ہوا۔ شہر کے چاروں طرف خندق کھودی اور خاردار جھاڑیوں کی باڑھ لگائی۔ حضرت سعدؓ نے ہاشم بن عقبہ کو اس ہم پر روانہ کیا اور خود مدائن میں مقیم رہے۔ ہاشم ۱۲ ہزار کا لشکر لے کر پہنچے اور جلولاء کا محاصرہ کر لیا۔ یہ محاصرہ کئی مہینے تک جاری رہا۔ ایرانی کبھی کبھی خندق پار کر کے حملہ کرتے تھے اور پھر خندق کے اندر جا پھپھتے تھے۔ آخری دن مسلمانوں نے شدید حملہ کیا اور خندق پار کر کے اندر پہنچ گئے۔ ہونناک لڑائی ہوئی آخر ایرانی بھاگ نکلے۔ قعقاع نے بہت دوزخ پھینچا کیا اور بھاگتے ہوؤں کو قتل کیا۔ اندازاً ایک لاکھ ایرانی مارے گئے اور تین کروڑ مال غنیمت حاصل ہوا۔ شکست کی خبر سن کر یزدگرد حلوان سے ”رے“ چلا گیا۔ قعقاع نے آگے بڑھ کر حلوان پر قبضہ کر لیا۔ حضرت سعدؓ نے فتح کی بشارت اور مال غنیمت کا خمس اپنے کاتب زیاد کے ہاتھ مدینہ بھیجا۔ زیاد نے انتہائی فصاحت و بلاغت

کے ساتھ فتح کی خوشخبری سنائی اور مال غنیمت پیش کیا۔ مسجد نبوی کے صحن میں درہم و دینار اور جواہرات کا ڈھیر تھا۔ حضرت عمرؓ رونے لگے اور رونے کی وجہ یہ بتائی کہ جس قوم میں روپے کی ریل پیل ہوتی ہے تو اس میں رشک و حسد بھی ساتھ ساتھ آتا ہے اور ان برائیوں کے ساتھ عیب و بد بے باقی نہیں رہتا ہے۔

۸۔ تکمریت کی لڑائی اور سواد عراق پر قبضہ | مدائن یہ خبر پہنچی کہ رومی اور عیسائی عرب تکمریت میں

اکٹھا ہو رہے ہیں اور مسلمانوں سے مقابلہ کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ اس لئے عبداللہ بن معتم کی سرداری میں پانچ ہزار فوج روانہ کی گئی۔ ان کو جب علم ہوا کہ مسلمان فوج آ رہی ہے تو وہ شہر کے چاروں طرف خندق کھود کر محصور ہو گئے۔ مسلمانوں نے پہنچ کر محاصرہ کر لیا کبھی کبھی خندق کے باہر آتے تھے اور جھڑپیں ہوتی تھیں۔ اس طرح کی دو درجن جھڑپیں ہوئیں۔ آخر کار رومی عیسائیوں کی ہمت ٹوٹ گئی اور انھوں نے خاموشی سے راہ فرار اختیار کرنے کا ارادہ کیا۔ عبداللہ بن معتم کو اس کی اطلاع ہو گئی۔ انھوں نے نامہ و پیام کے ذریعہ عرب عیسائیوں کو اسلام کی دعوت دی جو انھوں نے قبول کر لی۔ پھر یہ بات طے ہو گئی کہ باہر سے مسلمان فوج حملہ کرے گی تو نو مسلم اندر سے رومیوں پر ٹوٹ پڑیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ رومی سب کے سب تہ تیغ ہوئے اور بے شمار مال غنیمت ہاتھ آیا۔ اس کے بعد بغیر جنگ نینوی اور موصل بھی فتح ہو گئے۔ مدینہ سے ایک فوج لے کر صرار بن خطاب آئے اور ماسبدان فتح کر لیا۔ دوسری فوج عمرو بن عمرو بن مالک کی ماتحتی میں آئی جس نے قرقیاء اور ہیئت فتح کر لیا۔ اسی طرح تمام سواد عراق فتح ہو گیا اور پھر مدینہ میں معمولی ٹلکس کے ساتھ مقامی کاشتکاروں ہی کے پاس رہنے دی گئیں۔ ذمیوں پر معمولی جزیہ لگایا گیا۔ امن و امان قائم کیا گیا اور سرحدوں پر چوکیاں قائم کی گئیں۔

۹۔ ابواز کی فتح | ابواز میں ایران کا مشہور سردار ہرمزان مقیم تھا اور موقع موقع اسلامی

علاقہ پر حملہ کرتا رہتا تھا۔ امیر لبصرہ عقبہ بن غزو ان نے اس کے مقابلہ کے لیے حضرت سعدؓ سے امداد مانگی۔ چنانچہ انھوں نے امدادی فوج بھیج دی۔ غرض کہ کوفہ اور لبصرہ کی مشترکہ فوج نے ہرمزان سے مقابلہ کیا اور اسے شکست دی۔ ہرمزان نے ابوازا اور مہرجان

کا ایک علاقہ مسلمانوں کو دے کر صلح کی درخواست کی جو قبول کر لی گئی۔ کچھ عرصہ کے بعد سرحدات کی تعیین پر مسلمانوں میں اور ہرمزان میں اختلاف ہوا اس نے صلح توڑ دی، عقبہ بن غزو ان مقابلے کے لیے نکلے ہرمزان کو شکست ہوئی اور وہ رامہرمز کی طرف بھاگ گیا۔ اس طرح ابواز کا سارا علاقہ تئستہ تک اسلامی قلمرو میں شامل ہو گیا۔

۱۰۔ رامہرمز اور تئستہ کی فتح | یزدگرد دشاہ ایران مدائن سے حلوان، حلوان سے رے اور اب رے سے منتقل ہو کر مرو میں مقیم تھا۔ اس نے یہاں سے اہل ابواز کے پاس خطوط بھیجے اور انھیں غیرت دلائی کہ تم نے مسلمانوں کی ماتحتی قبول کر لی۔ شاہ ایران نے اہل فارس کو بھی مسلمانوں کے خلاف ابھارا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ابواز میں جا بجا بغاوت پھوٹ پڑی۔ اہل فارس اور اہل ابواز نے متحد ہو کر مسلمانوں سے مقابلہ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ حضرت عمرؓ نے امیر بصرہ ابو موسیٰ اشعریؓ کو جو عقبہ بن غزو ان کے بعد بصرہ کے امیر ہوئے تھے اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ امیر کوفہ کو لکھا کہ آپ دونوں اپنے اپنے علاقوں سے ابواز کی طرف فوجیں بھیجیں۔ چنانچہ کوفہ سے نعمان بن مقرن ایک فوج لے کر نکلے اور رامہرمز پہنچ کر ہرمزان سے مقابلہ کیا۔ وہ شکست کھا کر تئستہ چلا گیا۔ نعمانؓ نے رامہرمز پر قبضہ کر لیا اور پھر تئستہ پر دھاوا کیا۔ یہاں بصرہ کی فوج بھی سہل بن عدی کی ماتحتی میں آئی تھی، ہرمزان شہر بند ہو گیا۔ ایرانی اچانک شہر سے نکلے اور حملہ کرتے تھے ایک مہینے کے عرصہ میں اس طرح کی اسی جھڑپیں ہوئیں۔

ایک دن ایک ایرانی نے مسلمانوں کو ایک سرنگ کا راستہ بتایا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے غیبی امداد تھی۔ دو سو مسلمان سپاہی سرنگ کے راستے شہر میں پہنچ گئے۔ پہرہ داروں کو قتل کر کے شہر کا دروازہ کھول دیا۔ اس طرح تمام فوج شہر میں داخل ہو گئی۔ ہرمزان قلعہ بند ہو گیا اور پھر قلعہ کے برج پر چڑھ کر اعلان کیا کہ میں اس شرط پر ہتھیار ڈال سکتا ہوں اور نیچے اتر سکتا ہوں کہ مجھے امیر المومنین کے پاس پہنچا دیا جائے۔ میرے متعلق وہ جو فیصلہ کریں گے مجھے منظور ہوگا۔ ابو بصرہ نے جو مشترکہ فوج کے سپہ سالار تھے یہ شرط قبول کر لی اور ہرمزان نے اپنے کو مسلمانوں کے حوالے کر دیا۔ چنانچہ اسے مدینہ بھیج دیا گیا۔

۱۱۔ نہادند کی فتح

یزدگرد مرو میں مقیم تھا۔ اس نے جب ساکوزستان کا سارا علاقہ مسلمانوں نے فتح کر لیا اور ہرمزان بھی گرفتار ہو گیا تو اسے بڑا طیش آیا اس نے تمام رئیسوں اور تعلقہ داروں کو خطوط بھیجے اور انھیں اپنی مدد کے لیے آمادہ کیا چنانچہ باب خراسان، حلوان اور سندھ تک کے تمام امراء اور سردار فوجیں لے کر شاہ ایران کی مدد کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔ یزدگرد نے سارا لاؤ لشکر نہادند میں اکٹھا کیا۔

حضرت عمرؓ نے اس مہم کو سر کرنے کے لیے حضرت نعمان بن مقرنؓ کو مقرر کیا۔ وہ تیس ہزار فوج لے کر نہادند پہنچے، ایرانیوں کی طرف سے زردک اور سپہ سالار بن کر آئے۔ دو روز تک ہولناک جنگ ہوئی رہی۔ تیسرے روز ایرانی ہمت ہار کر محفوظ مقامات میں پناہ گزین ہو گئے۔ مسلمان لڑائی کو طویل نہیں دینا چاہتے تھے۔ مشورہ کے بعد مسلمانوں نے طے کیا کہ قتلعاء اپنے دستہ کو ان کے محفوظ مقامات میں داخل کر دیں اور جب وہ مقابلے پر آجائیں تو آہستہ آہستہ پیچھے ہٹتے چلے آئیں جب اسلامی لشکر کے قریب آجائیں تو پھر پورا لشکر حملہ کر دے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ شدید اور بھیانک لڑائی ہوئی۔ حضرت نعمان بن مقرنؓ کے گھوڑے کا پاؤں پھسل گیا اور وہ نیچے آ رہے۔ نعیم بن مقرنؓ ان کے بھائی فوراً ان کی کلاہ پہن کر انھیں کے گھوڑے پر سوار ہو گئے تاکہ لوگ یہ نہ سمجھ سکیں کہ ان کا سردار زخمی ہو گیا اور لڑائی کے قابل نہیں رہا ہے۔ لڑائی رات تک جاری رہی۔ آخر ایرانی بھاگ کھڑے ہوئے۔ مسلمانوں نے تعاقب کیا۔ ایرانیوں نے پوجا کے لیے آتش کدہ روشن کر رکھا تھا۔ بے تحاشا بھاگے اور آگ میں گر کر بھسم ہو گئے۔ مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی لیکن حضرت نعمان بن مقرنؓ شہید ہو گئے۔ بیشمار مال غنیمت حاصل ہوا خمس اور فتح کی بشارت حضرت اقرع کے ذریعہ مرکز بھیجی گئی۔ اس لڑائی کے بعد ایرانیوں کا زور ٹوٹ گیا۔ مسلمانوں نے اس فتح کا نام فتح الفتوح رکھا۔

۱۲۔ علاقہ ہمدان کی فتح

فیروزان نہادند سے بھاگ کر ہمدان میں رکا تھا۔ ایک فوجی دستہ اس کے تعاقب میں گیا تھا جس نے اسے قتل کر دیا تھا اہل ہمدان نے صلح کی درخواست کی تھی جو قبول کر لی گئی تھی۔ اہل ماہ نے بھی صلح کر لی تھی۔ یہ فوجی دستہ اپنے سالار حذیفہؓ کی ماتحتی میں واپس آ رہا تھا کہ اہل ہمدان نے بغاوت کر دی۔ اس

بغادوت کو کچلنے کے لیے نعیم بن مقرن کو بھیجا گیا، انھوں نے ہمدان کا محاصرہ کر لیا۔ اہل شہر نے پھر صلح کی درخواست کی جسے قبول کر لیا گیا۔

یہاں نعیم بن مقرن کو معلوم ہوا کہ واج رود میں رومی، دہلی، اور اہل آذربائیجان اور اہل رے متحد ہو کر مسلمانوں سے لڑنے کے لیے تیار ہوا کر رہے ہیں۔ چنانچہ وہ فوج لے کر واج رود پہنچ گئے۔ شدید خونریز جنگ ہوئی۔ آخر کفار نے شکست کھائی۔ نعیم کو یہاں حضرت عمرؓ کا فرمان ملا کہ وہ ”رے“ پر حملہ کریں۔ رے کا حاکم سیاہ و ش مقابلے پر آیا۔ سخت لڑائی ہوئی۔ جنگ کے دوران ہی شہر ”رے“ کا ایک رئیس ابو الفرخان نعیم بن مقرن سے آکر ملا اور کہا کہ ایک فوجی دستہ آپ میرے ساتھ کر دیں میں اس کو شہر کا ایک حقیقہ راستہ بتا دوں گا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اندر پہنچ کر اس فوجی دستہ نے نعرہ بکیر بلند کیا اور باہر سے پوری فوج نے حملہ کیا۔ سیاہ و ش بدحواس ہو کر بھاگا، رے پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ ابو الفرخان نے چونکہ اسلام قبول کر لیا تھا اس لیے رے کا والی انہیں کو بنا دیا گیا۔

۱۳۔ طبرستان کی فتح | نعیم نے اپنے بھائی سوید بن مقرن کو خراسان اور بلخ جبل کے درمیان ایک اہم مقام قوس پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا،

اہل شہر مقابلہ پر نہیں آئے شہر بلا مقابلہ فتح ہو گیا۔ یہاں سے سوید جرجان پہنچے۔ حاکم جرجان نے صلح کی درخواست کی جو قبول کر لی گئی۔ یہیں حاکم طبرستان کی درخواست موصول ہوئی کہ ہم سے خراج کے طور پر ایک متعینہ رقم وصول کر لی جائے۔ یہ درخواست منظور کر لی گئی اور صلح نامہ لکھ کر دے دیا گیا۔ جس کا مضمون کچھ اس طرح تھا۔

”حاکم طبرستان کو اس شرط پر امان دی جاتی ہے کہ وہ :

- ۱۔ پانچ لاکھ درہم سالانہ ادا کرتا رہے۔
- ۲۔ اہل طبرستان کو اسلامی حکومت کی مخالفت سے باز رکھے۔
- ۳۔ باغیوں کو پناہ نہ دے۔
- ۴۔ طبرستان کے اندرونی معاملات میں مسلمان دخل انداز نہیں ہو سکیں گے۔
- ۵۔ حاکم طبرستان کی اجازت سے مسلمان ان کے علاقے میں جا سکیں گے۔

۶۔ اہل طبرستان بھی اسلامی علاقہ میں آسکین گئے۔

۷۔ باغیوں کو پناہ دینے یا مسلمانوں کے دشمنوں سے ساز باز کرنے کی صورت میں معاہدہ منسوخ ہو جائے گا۔

۱۴۔ اصفہان کی فتح | حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عتبٰن کو اصفہان بھیجا اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو ان کی امداد کے لیے حکم دیا۔ عبداللہ

اصفہان پہنچے تو وہاں اسبیدان سے مقابلہ ہوا سخت لڑائی کے بعد مسلمان کامیاب ہوئے۔ اسبیدان نے صلح کی درخواست کی جو منظور کر لی گئی۔ یہاں سے عبداللہ رضی اللہ عنہ ”جے“ پہنچے جو اصفہان کا صدر مقام تھا۔ امیر اصفہان جس کا نام فاؤزسقان تھا خود مقابلے پر آیا، لیکن جنگ سے گریز کیا اور صلح کی درخواست کی جو قبول کر لی گئی۔

۱۵۔ آذربائیجان کی فتح | بحیر بن عبداللہ اور عبیدہؓ دونوں حضرات فوجیں لے کر آذربائیجان گئے۔ حضرت عمرؓ کا فرمان نعیم بن مقرن کے نام آیا کہ وہ

آذربائیجان فتح کرنے میں مدد کریں۔ ورنہ روڈ سے شکست کھا کر بھاگنے والے ایرانی فوجی یہاں رستم کے بھائی اسفندیار کی سرکردگی میں موجود تھے، مقابلہ ہوا۔ اسفندیار گرفتار ہوا۔ اس نے مسلمانوں سے کہا آپ لوگ مجھے قتل نہ کریں۔ میں اہل آذربائیجان سے جو کہوں گا وہ اس پر تیار ہو جائیں گے۔ چنانچہ اسفندیار کو چھوڑ دیا گیا اور اس نے اہل آذربائیجان کو صلح پر آمادہ کر لیا۔ حضرت عمرؓ کو فتح کی خوشخبری بھیجی گئی۔ انھوں نے فرمان بھیجا کہ آذربائیجان کے والی عبیدہ بن فرقہؓ ہوں اور بحیر بن عبداللہ اس فوج کی امداد کریں جو اب فتح کرنے کے لیے گئی ہے۔

۱۶۔ باب کی فتح | ایران، آرمینیا اور روس کی سرحد پر ایک شہر ”باب“ ہے اس کو فتح کرنے کے لیے سراقہ بن عمروؓ گئے۔ شہر براز ایک ایرانی سردار خود

اسلامی سپہ سالار کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا میں ایرانی سلطنت کا حامی اور اس کا ماتحت تھا جب آپ نے پوری سلطنت ہی فتح کر لی ہے تو میں آپ کی اطاعت اختیار کرتا ہوں لیکن ہم سے آپ جزیہ نہ لیں بلکہ ہم سے فوجی خدمات لیں۔ جزیہ درحقیقت فوجی خدمات ہی کے عوض لیا جاتا ہے۔ اسلامی سپہ سالار نے اسے قبول کر لیا اور حضرت عمرؓ کو منظوری کے لیے لکھا۔

حضرت عمرؓ نے بھی اسے قبول کر لیا۔ اس طرح باب بھی فتح ہو گیا۔

اس کے بعد سراقہ اور بکیر نے آس پاس کے تمام علاقے، موقان، تفلس، اللان کا پہاڑی علاقہ، اور عبدالرحمن بن ربیعہ نے بلاد خزر کے علاقے، بلخ و غیرہ فتح کر لیے۔ سراقہ کا چوں کہ انتقال ہو گیا تھا اس لیے باب کے والی عبدالرحمن بن ربیعہ مقرر ہوئے۔

۱۷۔ خراسان کی فتح | یزدگرد مروشا جہاں میں مقیم تھا اور مسلمانوں کے خلاف اس کی کوششیں جاری تھیں۔ احنف بن قیس اس کے مقابلے کے لیے

بھیجے گئے۔ انھوں نے پہلے ہرات فتح کیا اور مرو کی طرف بڑھے۔ یزدگرد مرو سے مردود چلا گیا اور چین، ترکستان اور صفد کے بادشاہوں سے مدد طلب کی۔ احنف نے مردود پر فوجی کارروائی کے ذریعہ قبضہ کر لیا۔ یزدگرد بلخ پہنچ گیا۔ احنف کی مدد کے لیے یہاں کوفہ سے امدادی فوجیں بھی آگئیں۔ احنف نے بلخ پر بھی حملہ کر دیا۔ یزدگرد بہادری کے ساتھ لڑا لیکن شکست کھا کر بھاگا اور دریائے جیخون پار کر کے ترکستان میں داخل ہو گیا۔ فرغانہ پہنچا تو شاہ ترکستان نے اس کی خوب آؤ بھگت کی اور اس کی مدد کے لیے فوجیں فراہم کیں، شاہ ترکستان خود بھی اس کی حمایت میں فوج لے کر آیا۔ یزدگرد مرو کی طرف اور شاہ ترکستان مردود کی طرف بڑھا۔ شاہ ترکستان نے احنف سے شکست کھائی اور واپس چلا گیا۔ یزدگرد کو معلوم ہوا کہ شاہ ترکستان شکست کھا کر واپس چلا گیا تو اس کی ہمت ٹوٹ گئی۔ سونا چاندی اور جواہرات جو کچھ ساتھ تھا اسے لے کر ترکستان کی طرف نکل جانے کا ارادہ کیا لیکن خود اس کے آدمیوں نے اسے لوٹ لیا۔ یزدگرد دُکھا پٹا شاہ فرغانہ کے پاس پہنچا اور حضرت عمرؓ کے آخر زمان تک وہیں رہا۔ اہل خراسان نے جزیہ پر صلح کر لی اور اسلامی حکومت کے زیر سایہ امن و عافیت سے رہنے لگے۔

۱۸۔ فساء اور علاقہ دار الجبر کی فتح | ساریہ بن زینم کلابی نے اس علاقے پر حملہ کیا۔ ایرانیوں اور کردوں کے متحدہ محاذ

سے مقابلہ ہوا۔ ایک موقع پر ساریہ دشمنوں میں گھر گئے اچانک انھوں نے حضرت عمرؓ کی آواز سنی کہ یا ساریہ الجبل الجبل "ساریہ! پہاڑ پر پہاڑ پر"۔ چنانچہ ساریہ پہاڑ پر چڑھ

گئے اور اس طرح دشمن کے زعرے سے بچ گئے۔

حضرت عمرؓ مدینہ میں ممبر پر خطبہ دے رہے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ ساریہ دشمن کے زعرے میں ہیں اور حضرت عمرؓ نے خطبہ کے دوران ان کو ہدایت دی کہ مہارٹ پر چڑھ جاؤ اور یہ بھی کہا کہ خدا کی کوئی غیبی مخلوق میری آواز ساریہ تک پہنچا دے گی۔
غرض کہ دارالبحر فتح ہو گیا اور حضرت عمرؓ نے ساریہ ہی کو وہاں کا گورنر مقرر کر دیا۔

۱۹۔ کرمان اور سجستان کی فتح | سہیل بن عدی کرمان کی طرف روانہ ہوئے ایرانیوں کے ایک عظیم شکر سے مقابلہ ہوا۔ کرمان کا حاکم

میدان جنگ میں مارا گیا۔ مسلمان فاتحانہ شہر میں داخل ہو گئے۔ سجستان فتح کرنے کا عاصم بن عمرؓ نے اہل سجستان نے مقابلہ کیا لیکن شکست کھائی۔ مسلمانوں نے آگے بڑھ کر زرنج کا محاصرہ کر لیا۔ محصورین نے اس شرط پر صلح کی درخواست کی کہ صحرائی چراگاہیں ہمارے جانوروں کے لیے مخصوص رہیں گی یہ شرط مان لی گئی اور اس کی بڑی سختی سے پابندی کی۔ مسلمان اگر اتفاقاً ادھر سے گزرتے تھے تو جلدی سے نکل جاتے تھے کہ کہیں شرط کی خلاف ورزی نہ ہو جائے۔

۲۰۔ مکران کی فتح | دریائے سندھ اور نہر بلخ کے درمیانی علاقہ کی فتح کے لیے حکم بن تغلبہ نے روانہ ہوئے فاتحین کرمان نے ان کی مدد کی۔ اہل مکران کی امداد کے

لیے راجا سندھ نے بھی ایک بڑی فوج بھیجی۔ بلوچیوں اور سندھیوں کی مشترکہ فوج نے مسلمانوں کا مقابلہ کیا لیکن شکست کھائی۔ مسلمانوں نے مکران پر قبضہ کر لیا۔ حکم بلاد ہند کی طرف بڑھنا چاہتے تھے لیکن حضرت عمرؓ کی مستقل پالیسی تھی کہ جب تک مفتوحہ علاقوں پر اچھی طرح تسلط قائم نہ ہو جائے، آگے نہیں بڑھنا چاہیے۔

شام میں فتوحات

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو جنگ یرموک جاری تھی، حضرت عمرؓ نے حضرت ابو عبیدہؓ کو سپہ سالار اعظم بنادیا تھا۔ یرموک میں مسلمانوں کی کامیابی کے بعد شکست خوردہ رومی فحل میں اکٹھا ہوا تھا۔ دوسری طرف قیصر روم نے ایک عظیم لشکر دمشق میں جمع کیا

تھا۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ تمام صورت حال لکھ بھیجی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہدایات بھیجیں کہ ایک فوج فحل بھیج دو جو اس فوج کو الجھائے رکھے جو وہاں اکٹھا ہو رہی ہے، اور خود دمشق کی طرف بڑھو کیونکہ وہ دارالسلطنت ہے۔ چنانچہ حضرت ابو عبیدہؓ نے ایک فوج فحل بھیج دی جس نے محل کا محاصرہ کر لیا اور دمشق کی طرف آنے والے تمام راستوں پر فوجیں متعین کر دیں تاکہ کہیں سے امداد نہی فوج دمشق کے رومیوں کو حاصل نہ ہو سکے۔ رومی سپہ سالار نسطار کو جب مسلمان فوجوں کا علم ہوا تو وہ شہر بند ہو بیٹھا۔ اسلامی لشکر نے دمشق کو چاروں طرف سے گھیرے میں لے لیا۔ ستر دن تک یہ محاصرہ جاری رہا، محاصرہ کے دوران رومی حسب موقع شہر کی تفصیل سے تیر رہتے تھے لیکن میدان میں آکر مقابلہ کی ہمت سے محروم تھے۔ غرض کہ دمشق کے اور فحل کے محاصرہ سے دور فاروقی میں شام میں فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا اور مندرجہ ذیل فتوحات ہوئیں۔

۱۔ دمشق کی فتح | ایک رات شہر دمشق میں بڑا شور و شغب سننے میں آیا۔ معلوم ہوا کہ لپشپ کے یہاں بچہ پیدا ہوا ہے اس کی خوشی میں رنگ ریاں منائی جا رہی ہیں۔ سب ناپ گانے اور شراب و کباب میں مشغول ہو کر مست ہو رہے ہیں۔ خالد بن ولیدؓ نے اس موقع کو غنیمت جانا۔ چند ساتھیوں کو لے کر خندق پار کر کے فحیل کے نیچے پہنچ گئے۔ رومی کی سپرھیاں بنائیں ان کو گنگوروں میں اٹکایا، اور ان کے ذریعہ فحیل پر چڑھ گئے اور نیچے اتر کر پہرہ داروں کو قتل کر کے شہر کا سچا ملک کھول دیا اور نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ فوج قلعہ میں داخل ہو گئی۔ رومیوں کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ دوسرے دروازہ سے حضرت ابو عبیدہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صلح کی درخواست کی، جو منظور کر لی گئی۔ غرض کہ ایک طرف سے حضرت خالدؓ طاقت کے زور سے لڑتے بھڑتے شہر فتح کرتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے دوسری طرف سے حضرت ابو عبیدہؓ صلح کے ذریعہ فتح کرتے ہوئے آگے آ رہے تھے۔ یہی شہر میں ملاقات ہوئی تو مسئلہ یہ درپیش ہوا کہ طاقت کے زور سے شہر کو فتح کیا ہوا مانا جائے یا صلح کے ذریعہ فتح کیا ہوا۔ حضرت ابو عبیدہ نے عام پبلک کی رعایت سے صلح کے ذریعہ فتح کیا ہوا قرار دیا۔ ورنہ نہ معلوم کتنے لوگ گرفتار ہوتے اور غلام بنائے جاتے اور مال و اسباب کو مال غنیمت قرار دیا جاتا۔

پورا شہر مندرجہ ذیل شرطوں پر صلح کے ذریعہ فتح کیا ہوا قرار دیا گیا۔

۱۔ مفتوحین چاندی، سونا اور جائیداد کا پانچواں حصہ ادا کریں۔

۲۔ فی کس ایک دینار سالانہ ادا کیا کریں گے۔

۳۔ فی جریب زمین ایک جریب گہوں ادا کیا کریں گے۔

۴۔ مفتوحین کی جان، مال، جائیداد محفوظ رہیں گی۔

۵۔ ان کی عبادت گاہیں محفوظ رہیں گی اور ان کو مذہب کی آزادی حاصل ہوگی۔

فتح کی خوشخبری مدینہ بھیجی گئی اور شہر کے انتظامات یزید بن ابی سفیان کے سپرد کئے گئے انھوں نے دمشق کے انتظامات کے علاوہ قرب و جوار کے شہر صیدا، عرقہ اور بیروت فتح کیے اور ان کے چھوٹے بھائی حضرت امیر معاویہؓ نے قیسا ریہ فتح کیا۔

۲۔ **فحل کی جنگ اور فتح** فتح دمشق کے بعد حضرت ابو عبیدہؓ فحل کی طرف بڑھے۔ رومیوں نے شہر کی حفاظت کی غرض سے نہروں کے

بند کاٹ دیئے تھے۔ چاروں طرف پانی ہی پانی نظر آتا تھا، شہر کا محاصرہ توجاری ہی تھا یزید تو جس اور پہنچ گئیں۔ ایک رات رومی سردار سقلا، مسلمانوں پر شب خون مارنے کے ارادہ سے نکلا حضرت شہر حبیل بن حسنہؓ اپنے دستہ فوج کے ساتھ پہرہ پر تھے۔ سخت لڑائی ہوئی۔ رات بھر لڑائی کا سلسلہ جاری رہا، رومی شکست کھا کر بھاگے مگر جاتے کہاں، نہریں کاٹ کر اور پانی چھوڑ کر راستہ خود بند کر چکے تھے۔ بیشمار قتل ہوئے اور بیشمار مال غنیمت چھوڑا۔

۳۔ **مرج روم کی لڑائی** فحل کی فتح کے بعد حضرت ابو عبیدہؓ نے حضرت شہر حبیلؓ کو بیسان کی طرف بھیجا۔ ایک اور فوج طبریہ بھیجی۔ دونوں

مقامات دمشق کی شرائط پر فتح ہو گئے۔ حضرت ابو عبیدہؓ اور حضرت خالدؓ حصص کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں مرج روم کے مقام پر رومیوں کے دو شکروں سے مقابلہ ہوا جنھیں قیصر روم نے بھیجا تھا۔ ایک کا سپہ سالار تھیوڈور اور دوسرے کا شنس تھا۔ صبح کو معلوم ہوا کہ

س۔ جرمیہ زمین ناپنے کا ایک پیانہ تھا اور وزن کا بھی ایک پیانہ تھا جو ہمیں سیر کے برابر ہوتا تھا۔

تھیوڈور خاموشی سے دمشق روانہ ہو گیا ہے تاکہ بے خبری میں یزید بن ابی سفیان کو زک پہنچائے
حضرت خالدؓ بھی اس کے تعاقب میں روانہ ہو گئے۔ یزید بن سفیانؓ کو کبھی معلوم ہو گیا تھا کہ
تھیوڈور آ رہا ہے۔ وہ ہوشیار تھے اور مقابلہ کے لیے نکل کر آ گئے، سخت جنگ ہوئی پیچھے سے
حضرت خالدؓ نے حملہ کر دیا تھیوڈور کی ساری فوج تہ تیغ ہو گئی۔ ادھر مرج روم میں حضرت ابو عبیدہؓ
نے شنس کو شکست دی۔

۴۔ محص کی فتح | قیصر روم محص میں مقیم تھا اسے جب معلوم ہوا کہ تھیوڈور اور شنس
دونوں کو شکست ہوئی ہے وہ محص سے انطاکیہ چلا گیا۔ حضرت
ابو عبیدہؓ بعلبک کو فتح کرتے ہوئے محص پہنچے، اور شہر کا محاصرہ کر لیا۔ اہل شہر ایک عرصہ تک محاصرہ
کی سختیاں اس توقع پر بھیلے رہے کہ قیصر امداد بھیجے گا۔ لیکن جب وہ ادھر سے مایوس ہو گئے تو دمشق
کی شرائط پر صلح کر لی۔ حضرت ابو عبیدہؓ محص کا انتظام حضرت عبادہ بن صامتؓ کے سپرد کیا اور
خود آگے بڑھ کر حماہ شیراز اور مصر کو دمشق کی شرائط پر فتح کرتے ہوئے لاذقیہ پہنچے، یہاں اہل لاذقیہ
مقابلہ پر آئے لیکن شکست کھائی اور مسلمانوں سے امان کے طالب ہو گئے۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے امان
دے دی۔

۵۔ قنسرین کی فتح | حضرت خالدؓ قنسرین فتح کرنے کے لیے گئے، راستہ میں ایک فوج
سے مقابلہ ہوا، اسے شکست دے کر آگے بڑھے اور قنسرین کا
محاصرہ کر لیا، اور اہل شہر سے کہلا بھیجا کہ شہر بند ہونے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ اگر تم
آسمان پر بھی چڑھ جاؤ گے تو یا تو خدا ہمیں تم تک پہنچا دے گا یا تم کو ہم تک اتار دے گا۔ آخر کار
اہل قنسرین نے بھی شرائط دمشق پر صلح کر لی۔ قیصر کو مسلسل شکستوں کی خبریں ملتی رہیں یہاں
تک کہ وہ بد دل ہو کر ملک شام کو آخری سلام کر کے قسطنطنیہ روانہ ہو گیا۔

۶۔ حلب کی فتح | حضرت ابو عبیدہؓ حلب کی طرف بڑھے۔ اہل حلب شہر بند ہو گئے۔
اسلامی فوج نے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ کچھ عرصہ کے بعد اہل شہر نے
پیغام صلح بھیجا اور جان و مال کی امان طلب کی، مگر جوں اور قلعوں کی حفاظت کا مطالبہ کیا،
ان کی درخواست قبول کر لی گئی اور دمشق کی شرائط کے ساتھ صلح نامہ لکھ دیا گیا۔

۷۔ **فتح انطاکیہ** | اب حضرت ابو عبیدہؓ انطاکیہ کی طرف بڑھے۔ انطاکیہ قبصر کا ذیلی دار السلطنت تھا۔ اپنے محل وقوع فوجی مرکزیت اور سیاسی اہمیت کے لحاظ سے ممتاز تھا۔ چاروں طرف سے شکست خوردہ عیسائی یہیں آکر پناہ گزیں ہوئے تھے۔ اہل انطاکیہ نے پہلے تو مقابلہ کیا پھر شکست کھا کر شہر بند ہو گئے۔ آخر محاصرہ کی سختیوں سے تنگ آکر صلح کی درخواست کی اور کہا کہ جو لوگ کہیں جانا چاہیں انہیں جانے کی اجازت دی جائے۔ اور رہنا چاہیں تو ان سے جزیہ لیا جائے ان کی درخواست مان لی گئی اور شرائط دمشق پر صلح ہو گئی اس کے بعد آسپاس کے علاقے بھی صلح کے ذریعہ فتح ہوئے مثلاً ٹورس، تل عذا، منبج، معرہ، مصرین، قاصدین غرض کہ شام مشرق میں حدود فرات تک اور شمال میں الیشاء کو چپ تک فتح ہو گیا۔ حضرت خالدؓ نے مرعش فتح کیا اور اس کے قلعہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔

۸۔ **اجنادین کی فتح** | قیصر روم نے ایک فوج رملہ میں متعین کی تھی، دوسری بیت المقدس میں اکٹھا کی تھی اور تیسری اجنادین میں۔ عمرو بن عاصؓ جو اردن میں مقیم تھے اپنی فوج لے کر اجنادین کی طرف بڑھے۔ علقمہ اور مسروق کو بیت المقدس کی طرف بھیجا اور ایوب کو رملہ کی سمت روانہ کیا، اور سارے حالات حضرت عمرؓ کو لکھ بھیجے۔ رومی سپہ سالار ارطوبون اپنی چالاکी اور بہادری میں مشہور تھا ادھر حضرت عمرو بن العاصؓ کبھی کسی سے کم نہ تھے حضرت عمرؓ نے کہلا بھیجا رومی ارطوبون کے مقابلہ میں ہمارا عربی ارطوبون ہے دیکھیں کون بازی لے جاتا ہے۔ عمرو بن العاصؓ نے رومیوں کا محاصرہ کر لیا، اور کافی عرصہ تک محاصرہ کیے پڑے رہے۔ ایک دن خود سفیر بن کر ارطوبون کے قلعہ میں پہنچے اور تمام حالات کا جائزہ لیا۔ واپس آکر حملہ کا حکم دے دیا۔ سخت ہولناک لڑائی ہوئی۔ ارطوبون شکست کھا کر بیت المقدس کی طرف بھاگا، علقمہ نے جو بیت المقدس کا محاصرہ کیے ہوئے تھے اسے جانے کا راستہ دے دیا۔ وہ شہر میں داخل ہو گیا، اجنادین کے بعد عمرو بن العاصؓ نے غزہ، سبط، نابلس، لد، عمواس، جبریں اور باند وغیرہ فتح کیا اور پھر بیت المقدس کی طرف روانہ ہو گئے۔

۹۔ **بیت المقدس کی فتح** | عمرو بن العاصؓ، ابو عبیدہؓ اور خالدؓ تینوں حضرات اپنی اپنی فوجیں لے کر بیت المقدس پہنچ گئے اور شہر کا

محاصرہ کر لیا۔ ارطون جو اجدادین سے شکست کھا کر بیت المقدس آگیا تھا ایک رات کو خانوشی سے مصر کی طرف فرار ہو گیا۔ اہل قدس نے جب دیکھا کہ ہم سخت محاصرہ میں ہیں اور قیصر کی طرف سے بھی کسی امداد کی توقع نہیں ہے تو وہ مایوس ہو گئے۔ انھوں نے اسلامی سپہ سالاروں کے سامنے حاضر ہو کر تجویز پیش کی کہ اگر خلیفہ المسلمین خود آئیں اور صلح کا عہد نامہ لکھ دیں تو ہم بغیر جنگ کے شہر مسلمانوں کے حوالے کر دیں گے۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے یہ تجویز حضرت عمرؓ کو لکھ بھیجی، حضرت عمرؓ نے بھی یہ تجویز تسلیم کر لی اور حضرت علیؓ کو مدینہ میں اپنا قائم مقام بنا کر بیت المقدس کے لیے روانہ ہو گئے۔ مقام جابیہ میں اسلامی سپہ سالاروں نے امیر المؤمنین کا استقبال کیا۔ یہیں اہل قدس کے نمائندے بھی حاضر ہو گئے اور صلح کی درخواست کی۔ حضرت عمرؓ نے ان کی درخواست قبول کر لی اور مندرجہ ذیل عہد نامہ لکھ دیا۔

”بندہ خدا امیر المؤمنین عمرؓ کی جانب سے ایلیا والوں کو امان دی جاتی ہے۔ ان کی جان، ان کا مال، ان کے گرجے اور صلیبیں سب کو امان دی جاتی ہے۔ بیماروں، متدستوں اور مختلف مذہبوں کو امان دی جاتی ہے، ان کی عبادت گاہوں کو نہ منہدم کیا جائے گا اور نہ ان پر قبضہ کیا جائے گا۔ ان کے مذہب میں مداخلت نہیں کی جائے گی، کسی کو ستایا نہیں جائے گا۔ ہاں یہودی نہیں رہ سکیں گے۔ اہل ایلیا کا فرض ہو گا کہ وہ جزیہ ادا کرتے رہیں اور رومیوں کو اپنے یہاں سے نکال دیں، جو رومی نکلیں گے ان کے جان و مال محفوظ رہے گی۔ اہل ایلیا میں سے رومیوں کے ساتھ کوئی جانا چاہے تو وہ جاسکتا ہے۔ رومی بھی اگر امن و امان سے رہنا چاہیں تو صلح نامہ کی شرائط کے مطابق رہ سکتے ہیں۔ اس امان نامہ کے اندر اور رسولؐ اور خلفاء اور مؤمنین ذمہ دار ہیں۔“

عہد نامہ کی تکمیل کے بعد حضرت عمرؓ اور تمام لوگ بیت المقدس پہنچے۔ اہل قدس نے شہر کے پھاٹک کھول دیئے۔ آپ سب سے پہلے مسجد اقصیٰ میں حاضر ہوئے اور دو رکعت نماز تحیۃ المسجد پڑھی۔ پھر فجر کی نماز باجماعت بھی وہیں ادا کی۔ حضرت عمرؓ نے مختلف مقامات کی سیر کی۔ کنیسہ قمار کی سیر کر رہے تھے کہ نماز کا وقت آگیا۔ لبشپ نے کہا یہیں نماز ادا

کر لیجئے، لیکن آپ نے فرمایا، میں یہاں نماز پڑھوں گا تو ہو سکتا ہے کہ لوگ بعد میں اسے تم سے یہ کہہ کر لے لیں کہ یہاں ہمارے خلیفہ نے نماز پڑھی تھی۔ آپ نے باہر نکل کر نماز پڑھی۔

اور دریا کے دجلہ کے شمالی علاقہ کو جزیرہ کہتے ہیں۔ اس کے

۱۰۔ فتح جزیرہ

دو شہر تکریت اور موصل پہلے ہی فتح ہو چکے تھے۔ عیاض بن غنم نے جزیرہ پر چڑھائی کی اور معمولی معمولی مقابلوں کے بعد رتہ، رُہا، نصیبین، حران، سمیاط وغیرہ تمام علاقے فتح کر لیے، مغرب میں صحرا شام، مشرق میں آرمینہ و کردستان تک اور پھر تبلس، خلاط اور عین حامض تک فتح کر لیا۔ جزیرہ کے عیسائیوں نے درخواست کی کہ ہم سے جزیرہ نہ لیا جائے کیونکہ ہم اسے ذلت سمجھتے ہیں ان کی یہ درخواست حضرت علیؑ کے کہنے پر اس شرط کے ساتھ منظور کر لی کہ عیسائی جہلیہ سے دو گنی رقم ادا کریں۔

۱۱۔ فتح مصر

حضرت عمرو بن العاصؓ کے اصرار سے حضرت عمرؓ نے مصر پر چڑھائی کی اجازت دے دی۔ مصر کا حاکم مقوقس قیصر روم کا جگدار تھا، اسی لیے رومی ریڑیٹ بھی یہاں رہتا تھا، قصر شمع اور اسکندریہ میں ایک بھاری رومی فوج بھی رہتی تھی۔ مصر میں رومیوں سے پہلا مقابلہ ”فرا“ میں ہوا۔ دوسرا مقابلہ قواص میں ہوا، تیسرا مقابلہ بلیس میں ہوا۔ ہر جگہ اللہ کے فضل و کرم سے مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔ مقوقس کی بیٹی اراؤسہ بلیس میں مقیم تھی۔ اس کی شادی ہرقل اعظم کے بیٹے قسطنطین سے ہوئی تھی۔ وہ بڑے ساز و سامان کے ساتھ رخصت ہو کر جارہی تھی مسلمانوں نے بلیس فتح کیا تو اراؤسہ بھی گرفتار ہو گئی لیکن حضرت عمرو بن العاصؓ نے اراؤسہ کو بحفاظت اس کے جہیز سمیت اس کے باپ مقوقس مصر کے پاس پہنچا دیا۔ اس اخلاق کریمانہ سے مقوقس بہت متاثر ہوا۔

نیل کے مشرقی کنارے پر ایک عظیم قلعہ تھا اسی کا نام قصر شمع تھا اس قلعہ میں رومی سپہ سالار مع اپنی فوج کے رہتا تھا۔ نیل کے مغربی کنارے پر مصر کا دارالسلطنت منف تھا یہاں شاہ مصر مقوقس رہتا تھا۔ حضرت عمرو بن العاصؓ ایک مہینے تک محاصرہ کیے پڑے رہے لیکن فتح کی کوئی شکل نظر نہیں آئی۔ حضرت عمرؓ کو امدادی فوج بھیجنے کے واسطے لکھا چنانچہ امیر المؤمنین نے ایک عظیم فوج بھیجی۔ حضرت عمرو بن العاصؓ نے بنجینق لگا کر سنگ باری شروع کر دی۔

حضرت زبیرؓ سیرھی لٹا کر فصیل پر چڑھ گئے اور نعرہٴ تکبیر بلند کیا۔ دوسرے مسلمانوں نے بھی نعرہٴ تکبیر بلند کیا۔ رومی بدحواس ہو گئے اور کشتیوں میں بیٹھ کر جزیرہٴ روضہ کی طرف بھاگ گئے۔ قصر شمع کے بعد منعم مسلمانوں کی زمین تھا۔ مقوقس نے اپنی آنکھوں سے قصر شمع کی فتح اور شکست دیکھی تھی، اراؤنس کے بحفاظت واپسی سے بھی متاثر تھا۔ اس نے لڑنے کے بجائے صلح کا پیغام بھیجا۔ حضرت عمرو بن العاصؓ نے دو روز تک مقوقس کے سفیروں کو روک رکھا تاکہ وہ اچھی طرح دیکھ لیں کہ مسلمان کیسے بااخلاق اور کیسے بہادر اور جنگ کے لیے تیار ہیں۔ سفراء واپس پہنچے۔ مقوقس نے مسلمانوں کے حالات سنے تو اس نے کہا یہ لوگ اگر پہاڑوں سے بھی ٹکرائیں گے تو انھیں بھی اپنی جگہ سے ہلا دیں گے۔ بہتر یہی ہے کہ ان لوگوں سے صلح کر لی جائے اور مندرجہ ذیل معاہدہ لکھا گیا۔

معاہدہ صلح

- ۱۔ اہل مصر ہر بالغ مرد کی طرف سے سالانہ دو دینار ادا کریں گے۔
 - ۲۔ عورتیں، بچے اور بوڑھے جزیرہ سے مستثنیٰ ہوں گے۔
 - ۳۔ اسلامی فوجیں جدھر سے گزریں گی قبطی ان کی مدد کریں گے اور رسد کا انتظام کریں گے۔
 - ۴۔ مسلمانوں کو قبطیوں کے مال و دولت اور زمین و جاہداد سے کوئی سروکار نہ ہوگا۔
 - ۵۔ رومیوں کو اختیار ہوگا چاہے شرائط صلح پر عمل کر کے رہیں چاہے واپس روم چلے جائیں۔
- قیصر روم کو جب اس معاہدہ کا علم ہوا تو وہ بہت غضب ناک ہوا اور مقوقس کو حکم دیا کہ معاہدہ منسوخ کر دے مگر مقوقس نے اس کا حکم تسلیم نہیں کیا۔

صلح کے اسباب | کچھ ایسے اسباب اور وجوہات تھیں جن کی وجہ سے اہل مصر لڑنے کے بجائے صلح کرنے پر مجبور تھے۔

- ۱۔ اہل مصر کلیسا کے مظالم سے تنگ آ چکے تھے۔
- ۲۔ اہل مصر مسلمانوں کے اخلاق سے متاثر تھے۔
- ۳۔ کلیسا کے علاوہ وہ قیصر کی ماتحتی سے بھی نالاں تھے۔

- ۴۔ ان کو معلوم تھا کہ مسلمان دین، مذہب اور معاشرت میں دخل نہیں دیتے۔
 ۵۔ انہیں معلوم تھا کہ مسلمان عراق و شام کے میدانوں اور ایران کی وادیوں میں قیصر و کسریٰ کی بساط اُلٹ چکے ہیں۔
 ۶۔ وہ جانتے تھے کہ قیصر ہماری مدد کو نہیں آئے گا۔
 ۷۔ وہ جانتے تھے کہ مصر قبضی تنہا مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

یہ تھے وہ اسباب جن کی وجہ سے مقوقس اور اہل مصر نے صلح ہی کو غنیمت جانا۔ انہیں اسباب سے مصر کے چاروں طرف کے علاقوں کے لوگ صلح کے ذریعہ مفتوح ہو گئے۔

۱۲۔ اسکندریہ اور برقہ کی فتح |

مصر میں اسکندریہ رومی طاقت کا مرکز تھا، اور ساحل بحر پر واقع ہونے کی وجہ سے امداد بھی حاصل ہو سکتی تھی۔ عرب بن العاصؓ نے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ اسکندریہ میں رومیوں کے کئی قلعے تھے جن میں پہلے سے فوج موجود تھی اور بروقت قیصر روم نے مزید فوج اتار دی۔ جب کافی عرصہ گزر گیا اور شہر فتح نہ ہوا تو حضرت عمرؓ نے لکھا کہ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان کتاب اللہ اور سنت رسول اللہؐ پر عمل کرنے میں کوتاہی کر رہے ہیں ورنہ اس تاخیر کی اور کوئی وجہ نہیں۔ حضرت عمرو بن العاصؓ نے حضرت عمرؓ کا خط پڑھ کر فوجیوں کو سنایا اور بتایا کہ امیر المومنینؓ چاہتے ہیں کہ آپ بھر پور حملہ کریں۔ تیغ زنی اور بہادری کے جوہر دکھائیں اور خلوص نیت کے ساتھ اللہ کے دین کی سر بلندی کے لیے لڑیں، چنانچہ مسلمانوں نے بھر پور حملہ کیا اور اسکندریہ فتح ہو گئی۔

مصر کی فتوحات اور انتظامات کے بعد برقہ کی طرف اور طرابلس الغرب تک کا علاقہ فتح کر لیا۔ اور برقہ کا عامل عقبہ بن نافع فہری کو مقرر کر کے واپس مصر آ گئے۔

شہروں کی آباد کاری

حضرت عمرؓ کے دور میں پانچ بڑے بڑے شہر بسائے گئے۔

حضرت عمرؓ نے عقبہ بن غزوٰن کو ۳۵ھ میں حکم دیا کہ بندر گاہ اُبلہ کے پاس ایک شہر بسائیں۔ عقبہ آٹھ سو افراد کے ساتھ روانہ ہوئے۔ اس نئی وادق میدان میں آئے جہاں

بصرہ

اب البصرہ بسا ہوا ہے۔ یہاں کی زمین کنکر ملی تھی۔ سرسبز و شاداب علاقہ تھا پانی اور چارہ وافر تھا۔ عقبہ نے دارغ بیل ڈالی اور مختلف قبیلوں کے لیے الگ الگ محلے بسائے گئے۔ پہلے مٹی اور پھوس کے مکانات بنائے گئے۔ درمیان میں جامع مسجد اور دارالامارہ تعمیر کیا گیا لیکن ۱۷ھ میں آگ لگی اور پھوس کے مکانات جل گئے تب حضرت عمرؓ کی اجازت سے پختہ عمارتیں بنوائی گئیں۔

۲۔ کوفہ ابو الہیاج بن مالک اسدی نے حضرت عمرؓ کے حکم سے شہر کا نقشہ تیار کیا۔ درمیان میں ایک چبوترے پر جامع مسجد تعمیر کی گئی جس میں چالیس ہزار آدمی نماز پڑھ سکتے تھے۔ مسجد کے سامنے دارالامارہ یعنی گورنر ہاؤس تعمیر کیا گیا۔ بیت المال کے لیے ۷ خانہ بنایا گیا۔ مختلف قبائل کے لیے الگ الگ محلے آباد کئے گئے۔ ہر محلے میں ایک مسجد بنائی گئی۔ چالیس ہزار کی آبادی کا شہر بسایا گیا۔ شہر کی تمام سڑکیں جامع مسجد تک پہنچتی تھیں۔ بڑی سڑکیں چالیس گز اور عام سڑکیں تیس گز اور بمیں گز اور ٹھکیاں سات گز چوڑی رکھی گئیں۔ چوک اور سڑکیں کثرت سے بنائی گئیں تاکہ عرب لوگ صحرا کا لطف اٹھا سکیں۔ محرم ۱۷ھ میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ مدائن سے کوفہ منتقل ہو گئے۔

۳۔ فسطاط فسطاط عربی میں خیمہ کو کہتے ہیں۔ حضرت عمرو بن العاصؓ اسکندریہ فتح کرنے کی غرض سے روانہ ہوئے تھے تو وہ خیمہ جس میں دوران محاصرہ ایک عرصہ تک مقیم رہے تھے اسے یونہی چھوڑ گئے تھے کیونکہ اس میں ایک کمبوتری نے گھونسلا رکھ لیا تھا اور انڈے دے دیئے تھے۔ واپس آئے تو وہ خیمہ اب تک کھڑا تھا، اسی میں اترے اور قیام کیا، اور وہیں نے شہر کی بنیاد ڈالی اسی لیے اس کا نام فسطاط پڑ گیا۔ ہر قبیلہ کا الگ محلہ بسایا گیا جامع مسجد خاص اہتمام سے تعمیر کی گئی۔ اس کے تین دروازے بنائے گئے۔ دارالامارہ تعمیر کیا گیا اور مسجد کا ایک دروازہ دارالامارہ کی طرف رکھا گیا۔ یہ شہر ۱۷ھ میں آباد کیا گیا۔ فسطاط نے بہت جلد ایک عظیم شہر کی حیثیت حاصل کر لی جو صدیوں تک برقرار رہی۔

۴۔ موصِل یہ مقام پہلے سے موجود تھا لیکن بہت چھوٹی سی جگہ تھی۔ ایک قلعہ اور چند گرجے یہاں تھے۔ حضرت عمرؓ کے دور میں یہ ایک شہر کی حیثیت سے آباد کیا گیا۔ ہرثمہ بن عفرج نے اس کی بنیاد رکھی۔ مختلف قبیلوں کے الگ محلے بسائے گئے

ایک عظیم جامع مسجد تعمیر ہوئی۔ یہ شہر چونکہ مشرقی اور مغربی دنیا کو ملتا ہے اسی لیے اس کا نام موصل ہے۔ یہ مشرق اور مغرب کا سنگم ہے۔ مورخین نے اُس دور کے تین بڑے شہر بتائے نیشاپور، دمشق، اور موصل۔

۵۔ جینزہ | حضرت عمرؓ کے دور میں جو شہر بھی آباد ہوئے وہ فوجی چھاؤنی کے طور پر آباد ہوئے یہی حال جینزہ کا ہے۔ حضرت عمرو بن العاصؓ جب فسطاط منتقل ہوئے تو اس خیال سے کہ رومی بحری راستہ سے حملہ آور نہ ہوں ایک فوج دریا کے اس طرف متعین کی۔ یہی چھاؤنی سہی چھاؤنی بعد میں ایک عظیم شہر بن گیا۔ ۲۲ھ میں یہاں ایک قلعہ تعمیر ہوا۔ لیکن بعض قبیلوں نے کہا ہم بزدل نہیں ہیں کہ قلعہ کے اندر رہیں، ہمارا قلعہ ہماری تلوار ہے۔ چنانچہ وہ کھلے میدان ہی میں رہے۔

عہدِ فاروقیؓ میں اشاعتِ اسلام اور اُس کے اسباب

- ۱۔ حضرت عمرؓ کے دور میں کثرت سے اسلام پھیلا۔ اس کے مختلف اسباب اور ذرائع تھے۔ پہلا سبب یہ تھا کہ اسلامی فوجیں جہاں بھی جاتی تھیں لوگوں کو خواہ مخواہ مسلمانوں کو دیکھتے اور ان کے حالات معلوم کرنے کا شوق پیدا ہوتا تھا کہ بدوی اور صحرائی لوگوں میں یہ قوتِ تسخیر کہاں سے آگئی کہ دنیا کو فتح کرنے نکلے ہیں۔ جب ان کے خیالات اور عقاید معلوم کرتے، ان کے اخلاق و عادات دیکھتے، ان کا بڑناؤ اور ملنساری دیکھتے تو متاثر ہوتے اور اسلام قبول کر لیتے۔
- ۲۔ اسلامی فتوحات جس قدر تیزی سے اور کثرت سے ہوئیں، خوش اعتقاد لوگوں میں یہ خیال بیٹھ گیا کہ ان لوگوں کے ساتھ یقیناً خدا ہے اور ان کا مذہب یقیناً حق ہے اس لیے جوق در جوق لوگ مسلمان ہو گئے۔
- ۳۔ مسلمانوں نے ہر جگہ امن قائم کیا۔ ظلم مٹایا۔ مساوات کا نہ صرف درس دیا بلکہ عملاً برت کر مساوات کا ثبوت دیا۔ رسم و رواج کی جگہ بندیوں سے نجات دلائی۔ لوگوں کو یقین

- ۴۔ اگیا کرتی یہ لوگ جو خیالات اور عقاید اور تعلیم لائے ہیں حق پر مبنی ہے۔
اسلامی نظام کی برکتوں سے بعض مذہبی پیشوا، بعض سپہ سالار اور بعض رئیس قسم کے لوگ مسلمان ہوئے تو ان کے ساتھ بڑی بڑی جماعتوں اور گروہوں نے یکبارگی اسلام قبول کر لیا۔
- ۵۔ فاتح قوم کے افکار و خیالات اور طور طریقہ فطرۃً لوگ اختیار کرتے ہی ہیں اور اسلام تو اپنے اندر ذاتی کشش بھی رکھتا ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ پھیتا ہی چلا گیا۔

ذمیوں کے حقوق اور ان کے ساتھ حسن سلوک

عہد فاروقی میں ذمیوں کے ساتھ وہی سلوک کیا گیا جس کی اسلام تعلیم دیتا ہے اور ان کو عملاً وہی حقوق دیئے گئے جو اسلام دیتا ہے، رومی اور ایرانی سلطنتوں میں غیر قوموں یا دوسرے مذاہب کے لوگوں کو کوئی حقوق حاصل نہیں تھے وہ غلاموں کی سی زندگی گزارتے تھے۔ شام کے عیسائی باوجودیکہ رومیوں کے ہم مذہب تھے مگر ان کو اپنی زمینوں پر مالکانہ حقوق حاصل نہیں تھے۔ بلکہ وہ خود ایک طرح کی جائیداد شمار ہوتے تھے۔ یہودیوں کا حال اور بھی ابتر تھا۔ غلاموں سے زیادہ بدتر حالت میں تھے۔ ایرانیوں کے ماتحت جو عیسائی رہتے تھے ان کا حال سب سے بدتر تھا۔ دور فاروقی میں جب ان ممالک پر مسلمانوں نے قبضہ کیا تو تمام پسماندہ طبقوں کی حالت یکسر بدل گئی۔ وہ جزیہ دے کر مساوی حقوق کے مالک ہو گئے۔ جان، مال، آبرو، پیشہ، مذہب اور زبان ہر چیز محفوظ ہو گئی بلکہ اگر کوئی مسلمان کسی ذمی کو قتل کر دیتا تھا تو اس کے قصاص میں مسلمان قتل کیا جاتا تھا کیوں کہ اسلامی حکومت میں بنیادی حقوق میں سب مساوی ہوتے ہیں البتہ ذمیوں سے جنگی خدمات نہیں لی جاتی تھیں اور ان کی ہر طرح حفاظت کی جاتی تھی۔ جزیہ اسی کا معاوضہ تھا۔ زکوٰۃ مسلمانوں سے لی جاتی تھی اور ذمیوں سے نہیں لی جاتی تھی۔ ایران میں ہرمزان وغیرہ نے کئی بار بغاوت کی۔ حضرت عمرؓ کو شبہ ہوا کہیں ذمیوں پر کوئی زیادتی تو نہیں ہوتی ہے آپ نے تحقیقاتی کمیشن بھیجا اور خود ایران سے وفود بلائے اور

تحقیقات سے جب یزنا بت ہو گیا کہ ذمیوں کو وہ تمام حقوق عملاً حاصل ہیں جو اسلام انھیں دیتا ہے تب آپ کو اطمینان ہوا۔

رفاہی کام

حضرت عمرؓ کے دور میں بیمار رفاہی کام کیے گئے، نہریں کھدوائی گئیں، مثلاً نہر معقل، نہر سعد نہر امیر المؤمنین نہر سوز کا بھی پلان بنایا گیا تھا لیکن اس پر عمل نہیں ہو سکا۔ مختلف جگہ دارالامارہ کی عمارتیں یا گورنر ہاؤس تعمیر کیے گئے، بیت المال کے لیے عمارتیں بنائی گئیں، مسجدیں تعمیر کی گئیں، تعلیم قرآن، حفظ قرآن اور کتابت قرآن کا جگہ جگہ انتظام کیا گیا۔ قید خانے، مہمان خانے بنوائے گئے۔ سڑکیں بنائی گئیں، چکیاں اور سرائیں بنوائی گئیں، فوجوں کو باقاعدہ مرتب کیا گیا۔ دفاتر قائم کئے گئے، گھوڑوں کی پرورش اور پرداخت کا انتظام کیا گیا۔ فوجی چھاؤنیاں قائم کی گئیں، قرآن کے علاوہ حدیث و فقہ کی تعلیم کا بھی انتہام کیا گیا۔ علماء فقہاء، ائمہ اور مؤذنین کی تنخواہیں مقرر کی گئیں۔ عدالتیں قائم کی گئیں، حرم اور مسجد نبویؐ میں توسیع کی گئی، حساب کے لیے سنہ کی ضرورت ہوئی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرامؓ کے مشورہ سے اسلامی سنہ ہجرت مدینہ سے مقرر کیا حضورؐ کی پیدائش یا آغاز نبوت سے سنہ کا آغاز کرنے کے بجائے ہجرت سے سنہ کی ابتداء اس لیے کی گئی کہ ہجرت علیہ السلام کا سبب ہے۔ غربار، مساکین، یتیموں اور بیواؤں کے وظیفے مقرر کیے۔ پولیس کا محکمہ قائم کیا۔ قحط سالی میں مصیبت زدہ لوگوں کی امداد کا معقول انتظام کیا۔ فلاح اور ضرورت کا سامان کثیر مقدار میں شام اور مصر سے منگوا یا اور ضرورت مندوں میں تقسیم کیا۔ آپ نے قسم کھائی تھی کہ جب تک قحط دور نہیں ہو جائے گا اور عام لوگوں کی مصیبت دور نہیں ہو جائے گی گھی اور شہد نہیں کھاؤں گا۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت عمرؓ ایک عظیم فاتح ہی نہ تھے بلکہ عظیم حکمران اور عظیم منظم اور مدبر اور انسانیت کے غمگسار بھی تھے۔

حضرت عمر فاروقؓ کی شہادت

ابو لؤلؤؓ نیز در حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کا غلام تھا۔ یہ آہنگری، سنجاری اور نقاشی جانتا تھا۔ حضرت مغیرہؓ نے اس کو پابند کیا کہ دو درہم روزانہ کما کر لایا کرے۔ اسے یہ دو درہم روزانہ زائد معلوم ہوئے۔ اس نے حضرت عمرؓ سے شکایت کی آپؓ نے فرمایا تم اتنے ہنر جانتے ہو، دو درہم تو زائد نہیں ہیں۔ اس کو یہ جواب ناگوار ہوا، اس کے دل میں اور دوسرے ایرانی غلاموں کے دل میں اور ایران سے آئے ہوئے لوگوں کے دل میں اسلام، مسلمانوں اور خصوصاً حضرت عمرؓ سے بغض رہا ہوگا۔ چنانچہ اس نے ہرمزان اور جفینہ سے مشورہ کیا اور دوسرے روز صبح کو نماز فجر کے لیے جب حضرت عمرؓ تشریف لائے تو ابو لؤلؤؓ زہر آلود خنجر لیے تاک میں تھا، اس نے آپؓ پر کئی وار کیے اور کئی دوسرے لوگوں کو بھی زخمی کیا اور جب دیکھا کہ میں بچوں گا نہیں، قتل کیا جاؤں گا تو خود کشی کر لی۔

حضرت عمرؓ زخمی ہو کر گر پڑے۔ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کو نماز پڑھانے کے لیے کہا۔ نماز کے بعد آپؓ کو مسجد سے ان کے مکان پر لایا گیا، آپؓ کو جب معلوم ہوا کہ مجھے ابو لؤلؤؓ نے قتل کیا ہے تو آپؓ نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ کسی مسلمان کے ہاتھ میرے خون سے آلودہ نہیں ہوئے۔ حضرت عمرؓ نے اپنے بیٹے عبداللہؓ کو حضرت عائشہؓ کے پاس بھیجا کہ اپنے حجرہ میں جہاں حضورؐ اور حضرت ابو بکرؓ مدفون ہیں مجھے بھی دفن ہونے کی اجازت دے دیں، حضرت عائشہؓ نے بخوشی اجازت دے دی، زخمی ہونے کے بعد تیسرے دن، ۲۲ ذی الحجہ ۳۳ھ کو بدھ کی رات میں آپؓ کا انتقال ہوا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ صبح کو دفن کئے گئے۔ آپؓ کی عمر بھی ۶۳ سال ہوئی۔ آپؓ کی خلافت کی مدت دس برس چھ ماہ اور چار دن ہے۔

سیرت و کردار عرب میں اگرچہ لکھنے پڑھنے کا رواج نہ ہونے کے برابر تھا لیکن آپؓ نے زمانہ جاہلیت ہی میں لکھنا پڑھنا سیکھ لیا تھا۔ آپؓ کو تقریر اور

تحریر دونوں میں مہارت کا درجہ حاصل تھا۔ آپؓ کو شاعری کا بھی ذوق تھا۔ آپؓ شعراء کے

کلام پر تنقیدی نگاہ رکھتے تھے۔ زہیر کا کلام پسند کرتے تھے۔ کبھی کبھی خود بھی شعر کہتے تھے۔ نسب دانی کا فن آپ کا خاندانی فن تھا۔ مدینہ پہنچ کر عربی زبان بھی سیکھ لی تھی۔ آپ فطرتاً ذہین اور صائب الرائے تھے۔ اذان کا طریقہ آپ نے کچھ کے مشورہ کے مطابق طے ہوا، جنگ بدر کے قیدیوں کے متعلق آپ کی رائے تھی کہ ان کو قتل کر دیا جائے۔ آپ کی رائے اگرچہ مانی نہیں گئی مگر وحی الہی نے آپ کی تائید کی۔ اسی طرح شراب کی حرمت ازواج مطہرات کے پردہ اور مقام ابراہیم کو مصلیٰ بنانے سے متعلق نزول وحی سے پہلے ہی حضرت عرض نے آپ کو جو مشورہ دیا تھا اسی کے متعلق احکام نازل ہوئے۔

حضورؐ کے دربار میں آپ کو جو خاص تقرب حاصل تھا اس کی وجہ سے آپ کو حضورؐ سے خوب خوب استفادہ کا موقع ملا۔ چنانچہ قرآن و سنت دونوں میں آپ کو درک حاصل تھا۔ فقہ میں اجتہاد اور استنباط کا درجہ حاصل تھا، آپ مسائل پوچھنے میں ذرا نہ بھجکتے تھے۔ آپ کا اصول تھا جو زیادہ سوال کرتا ہے وہ زیادہ حاصل کرتا ہے جو زیادہ پوچھتا ہے وہ زیادہ سیکھتا ہے۔ کبھی ایک ہی مسئلہ بار بار دریافت کرتے تھے تاکہ تسلی اور اطمینان حاصل ہو جائے۔ قرآن کی تلاوت بڑے غور و فکر اور تدبیر و تفکر کے ساتھ کرتے تھے۔ احادیث روایت کرنے میں بڑے محتاط تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ سے بہت کم روایات مروی ہیں۔ جب تک روایت اور درایت دونوں طرح پائے ثبوت کو نہ پہنچ جائے اس بات کو حدیث تسلیم نہیں فرماتے تھے۔ اجماع صحابہ کے ذریعہ مختلف فیہ مسائل جس قدر آپ کے دور خلافت میں طے ہوئے اور کسی کے دور میں نہیں ہوئے۔ صحابہ کرامؓ میں یوں تو ہر فرد اخلاق کا پیکر تھا لیکن حضرت عمرؓ کو اس پہلو سے بھی ایک نمایاں مقام حاصل تھا۔ آپ کے اندر خوف خدا بہت زیادہ تھا، خشوع اور خضوع کے ساتھ رات رات بھر نماز پڑھتے تھے۔ صبح ہوتی تو نماز فجر کے لیے اپنے گھر والوں کو جگاتے اور یہ آیت پڑھتے: **دَاٰمُرًا هَلٰکَ بِالْصَّلٰوةِ** "اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو۔ اور یہ آیت **اِنَّہُمْ اَشْکُوْبُیَّ وَحَزَنُوْا عَلٰی اللّٰہِ** پڑھتے تو بہت روتے، اس کا مطلب ہے "میں اپنے رنج و غم کی شکایت اللہ ہی سے کرتا ہوں۔"

ایک مرتبہ مندرجہ ذیل آیت پڑھی تو اتنا روئے کہ آنکھیں سوج گئیں۔ **اِنَّ عَذَابَ**

كَذَلِكَ كَوَّاعٌ مَّالَهُ مِنْ دَارِ فِجْ "یقیناً تیرے رب کا عذاب واقع ہونے والا ہے اور اسے کوئی ٹالنے والا نہیں ہے۔" ایک مرتبہ سورہ یوسف کی مندرجہ ذیل آیت پڑھی تو اتنا گریہ طاری ہوا کہ آگے پڑھ ہی نہ سکے۔

وَابْيَضَّتْ عَيْنُهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيمٌ "اس کی آنکھیں غم کی دہ سے سفید ہو گئیں، یعنی پیچھا آگئیں۔ حالانکہ وہ غم کو پی جانے والا تھا۔"

غرض کہ حضرت عمرؓ آخرت کی پکڑ سے بہت ڈرتے تھے فرمایا کرتے 'یہی غنیمت ہے کہ عذاب سے بچ جاؤں اور نیکی و بدی برابر رہیں۔' ایک بار ایک تنکا زمین سے اٹھایا اور کہنے لگے کاش! میں بھی خس و خاشاک ہوتا، کہ اس سے مواخذہ نہیں ہوگا۔ حضورؐ سے محبت میں بھی آپ بہت آگے تھے ایک مرتبہ عرض کیا یا رسول اللہ! میں اپنی جان کے علاوہ آپ کو ہر چیز سے زیادہ عزیز رکھتا ہوں، حضورؐ نے فرمایا ایمان مکمل نہیں ہے۔ آپ نے فوراً عرض کیا اب آپ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب اور پیارے ہیں۔"

غیرت ایمانی اور حمیت اسلامی کا یہ حال تھا کہ جنگ بدر میں اپنے کافر ماموں عاص بن ہشام کو خود قتل کیا۔ ایک مرتبہ آپؐ نے سنا کہ حضورؐ نے ازواج مطہرات سے علیحدگی اختیار کر لی ہے۔ آپؐ نے فوراً حضورؐ کی خدمت میں حاضری کی اجازت چاہی۔ درخواست قبول نہیں ہوئی، تو باہر ہی سے بیچھ کر فرمایا کہ یا رسول اللہ! حفصہؓ کی سفارش کرنے نہیں آیا ہوں آپ حکم فرمائیں تو اس کی گردن اڑا دوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آپؐ کی محبت کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ جب حضورؐ کا انتقال ہوا تو شدت غم سے آپؐ بہکی بہکی باتیں کہنے لگے کہ جو شخص یہ کہے گا کہ حضورؐ کا انتقال ہو گیا ہے اس کی گردن اڑا دوں گا۔

بعد میں جب بھی حضورؐ کی یاد آتی تو رونے لگتے اور بیتاب ہو جلتے۔ سفر شام کے موقع پر حضرت بلالؓ نے مسجد اقصیٰ میں اذان دی تو حضورؐ کی یاد تازہ ہو گئی۔ آپؐ اس قدر روئے کہ ہچکی بندھ گئی، آپؐ حبّ رسولؐ کے تقاضے سے انفرادی اور اجتماعی زندگی کے ہر معاملے میں اطاعت رسولؐ اور اتباع نبویؐ کا بڑا انتہام کرتے تھے۔

آپؐ بہت سادہ زندگی گزارتے تھے ایک مرتبہ آپؐ کی بیٹی ام المومنین حضرت حفصہؓ نے

کہا: ابا جان! اب تو مسلمانوں کو خوشحالی نصیب ہو گئی ہے۔ آپ بھی اگر ملائم کپڑوں اور نفیس غذاؤں سے پرہیز نہ فرمائیں تو کیا ہرج ہے؟ فرمایا: ”بیٹی! تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عسرت اور تنگ حالی کو بھول گئیں؟ خدا کی قسم میں آپ کے نقش قدم پر چلتا رہوں گا تاکہ آخرت میں خوشحالی اور فراغت حاصل ہو اس کے بعد برابر حضور کی تنگ حالی اور عسرت کا تذکرہ کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت حفصہ زار و قطار رونے لگیں۔

ایک مرتبہ یزید بن ابی سفیانؓ کے دسترخوان پر جب عمدہ کھانا آیا تو ہاتھ کھینچ لیا اور کہا اگر تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روش سے ہٹ جاؤ گے تو جادہ مستقیم پر قائم نہیں رہو گے۔ ایک مرتبہ طواف کے دوران حجر اسود کو بوسہ دیا تو اس کے سامنے کھڑے ہو کر کہا:

رَأَيْتُكَ أَغْلَمُ إِنَّكَ حَجَرٌ وَإِنَّكَ لَا تَنْصُرُ وَلَا تَنْفَعُ. وَكَلَّامِي فِي
”میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے نہ نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ نفع سگر میں نے رسول اللہ کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھا ہوتا تو تجھے ہرگز بوسہ نہ دیتا۔“

ایک مرتبہ ذوالحلیفہ میں رسول اللہؐ نے دو رکعت نماز پڑھی تھی۔ عمرؓ جب بھی یہاں سے گزرتے تو دو رکعت نماز پڑھتے تھے اور کہتے تھے میں نے یہاں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو رکعت پڑھتے دیکھا ہے۔

دنیا طلبی، حرص اور مال کی محبت تمام برائیوں کی جڑ ہے، عمرؓ کو اس سے نفرت تھی۔ آپؐ پیوند لگے کپڑے پہنتے تھے، اور اسی حالت میں بڑے بڑے حکمرانوں کے سفیروں سے اور عرب و عجم کے وفود سے ملاقاتیں کرتے تھے۔ آپؐ اپنے عمال حکومت کو بھی سادہ زندگی گزارنے کی ہدایت کرتے تھے۔ سفر شام کے موقع پر فوج کے سرداروں کو ریشمیں لباس پہنے دیکھا تو بہت ناراض ہوئے۔ انھوں نے کہا کہ ہم نے جنگی ضرورت سے یہ لباس پہنا ہے تو خاموشی اختیار فرمائی۔

خلیفہ ہونے کے بعد ایک عرصہ تک آپؐ نے کوئی وظیفہ نہیں لیا جب فقر و فاقہ کی نوبت آئی تو صحابہ کرامؓ نے آپؐ کا معمولی وظیفہ مقرر کر دیا یعنی صرف دو درہم روزانہ۔

آپ نے کارخلافت بڑی ذمہ داری کے ساتھ انجام دیا۔ آپ نے اپنے قبیلہ کے لوگوں کو عہدے اور منصب نہیں دیئے۔ عمّال اور حکام کے تحفے کبھی قبول نہیں کیے۔ ایک مرتبہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے آپ کی بیوی کے پاس تحفہ کے طور پر ایک نفیس چادر بھیجی۔ آپ نے واپس کر دی۔ ایک مرتبہ آپ کی بیوی اُم کلثومؓ نے قیصر روم کی بیوی کے پاس تحفہ کے طور پر عطر بھیجا۔ مگر روم نے اس کے عوض جو اہرات بھیجے۔ آپ نے کہا عطر اگرچہ تمہارا تھا لیکن جو قاصد لے کر گیا تھا وہ سرکاری تھا اس لیے جو اہرات بیت المال میں داخل کر کے عطر کا معاوضہ ان کو دے دیا۔

آپ کا رعب و دبیر اتنا تھا کہ آپ کا نام سن کر قیصر و کسریٰ کے ایوانوں میں لرزہ پیدا ہو جاتا تھا لیکن آپ کی تواضع کا یہ حال تھا کہ بیوہ عورتوں کا پانی بھر دیتے تھے۔ مجاہدین کی بیویوں کا سودا سلف لادیتے تھے اور جب تھک جاتے تھے تو مسجد میں فرش خاک پر سو جاتے تھے۔ آپ غلاموں کو اپنے ساتھ کھانا کھلاتے تھے۔ ۱۰۰۰ میں جب قحط پڑا تو دور دراز علاقوں سے غلہ منگوا کر تقسیم کیا۔ گوشت گھی اور مرغوب غذائیں چھوڑ دیں، آپ نے ذمیوں کے حقوق پورے پورے ادا کیے اور مرتے وقت وصیت کی کہ ذمیوں کے حقوق پورے ادا کیے جائیں۔ آپ مجاہدین کے خطوط، خود بنفس نفیس ان کے گھروں پر پہنچاتے تھے، ان کے جوابات لکھتے، راتوں کو گشت کرتے تھے۔

راہ خدا میں آپ خوب خوب خرچ کیا کرتے تھے۔ غزوہ تبوک کے موقع پر آدھا مال لے آئے۔ اپنی ایک جاگیر کو راہ خدا میں وقف کر دیا۔ ایک بدو نے نہایت درد انگیز اشعار سن کر سوال کیا تو آپ نے اسے اپنا کرنا اُتار کر دے دیا۔ ایک دفعہ کسی نے کہا، میں آپ پر قربان، فرمایا: اس طرح مت کہا کرو اس سے تم خود اپنی نگاہ میں ذلیل ہو جاؤ گے۔ ایک مرتبہ حضرت زید بن ثابتؓ کی عدالت میں مدعا علیہ کی حیثیت سے حاضر ہوئے تو وہ کھڑے ہو گئے۔ آپ نے فرمایا یہ پہلی نا انصافی ہے جو آپ نے اس مقدمہ میں کی۔

لے اللہ ہمارے اندر فاروقی اوصاف پیدا فرما۔ آمین۔

خلافت فاروقیؓ کے صوبے اور گورنر

گورنر	صوبے	نمبر شمار
۱۔ عتاب بن رسیہؓ۔ ۲۔ نافع بن حارثؓ۔ ۳۔ خالد بن العاصؓ	مکہ	-۱
براہ راست خلیفہ کے ماتحت تھا۔	مدینہ	-۲
۱۔ ابو عبیدہؓ۔ ۲۔ یزید بن ابی سفیانؓ۔ ۳۔ حضرت امیر معاویہؓ	شام	-۳
عیاض بن غنم	جزیرہ	-۴
۱۔ عتبہ بن غزوہؓ۔ ۲۔ ابوسہیل اشجریؓ۔ ۳۔ مغیرہ بن شعبہؓ	بصرہ	-۵
۱۔ عمار بن یاسرؓ۔ ۲۔ سعد بن ابی وقاصؓ	کوفہ	-۶
حضرت عمرو بن العاصؓ	مصر	-۷
" " "	فلسطین	-۸
۱۔ عثمان بن ابی العاصؓ۔ ۲۔ سفیان بن عبد ثقیفؓ	طائف	-۹
۱۔ یعلیٰ بن امیہؓ۔ ۲۔ علاء بن الحضرمیؓ	یمن	-۱۰
۱۔ عبادہ بن صامتؓ۔ ۲۔ عمرو بن سعدؓ	حمص	-۱۱
۱۔ حذیفہ بن یمانؓ۔ ۲۔ نافع بن عبد الحارثؓ	مدائن	-۱۲
عثمان بن ابی العاصؓ	بحرین	-۱۳
عتبہ بن قرقد	آذربائیجان	-۱۴
عبد الرحمن بن ربیعہ	باب	-۱۵
ساریہ بن زئیم	دار الجبھر	-۱۶
حکم بن عیمر تغلبی	مکران (پاکستانی بلوچستان)	-۱۷

حضرت عمرؓ کے کارنامے

- ۱۔ پورا عراق فتح کیا۔
- ۲۔ ایران کا بیشتر حصہ فتح کیا، اور کسریٰ ایران کی سلطنت ختم کر دی۔
- ۳۔ خاقان چین، صغد اور ترکستان کی متحدہ فوجوں کو شکست دی۔
- ۴۔ پورا شام فتح کیا۔
- ۵۔ مصر اور فلسطین فتح کیا۔
- ۶۔ قیصر روم کی طاقت توڑ دی۔
- ۷۔ دنیا کی دونوں عظیم طاقتوں کو ختم کر کے اسلامی اقتدار کو دنیا کی واحد طاقت بنا دیا۔
- ۸۔ امن و امان، رفاہیت و خوشحالی، عدل و انصاف، مساوات اور آزادی مذہب کو عام کیا۔
- ۹۔ اللہ تعالیٰ کے اقتدار اعلیٰ (SOVEREIGNTY OF GOD) کی بنیاد پر حکومت کو نہ صرف قائم رکھا بلکہ اسے وسعت دی اور آسمان عروج پر پہنچا دیا۔
- ۱۰۔ اپنے عمل سے ثابت کر دیا کہ حکومت و سیاست، جہانپانی اور کشور کشائی کا اعلیٰ معیار نظریہ خلافت ہی کی بنیاد پر قائم ہو سکتا ہے۔
- ۱۱۔ قرآن، حدیث اور فقہ کی تعلیم کا اہتمام کیا۔
- ۱۲۔ اسلامی افکار و نظریات، اسلامی تہذیب و تمدن اسلامی معاشرت و معیشت کا لولہ دنیا سے منوایا۔
- ۱۳۔ انھوں نے ثابت کر دکھایا کہ وحدت الہ، وحدت انسان اور وحدت نظام کے ذریعہ دنیا کے تمام مسائل حل کیے جاسکتے ہیں اور انسان کی دنیوی اور اخروی فلاح اسلام ہی پر منحصر ہے۔

حضرت عمرؓ اور خلافت فاروقی کا ٹائم چارٹ

- ۱۔ پیدائش ۴۰ ق م
- ۲۔ اسلام قبول کیا۔ ۶ ق م
- ۳۔ مدینہ کو ہجرت کی۔ ۱ ق م
- ۴۔ جنگِ بدر میں شریک ہوئے۔ اپنے ماں کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا۔ قیدیوں کو قتل کرنے کا مشورہ دیا۔ ۲ ق م
- ۵۔ غزوہ اہد میں ثابت قدم رہے۔ غیرت ایمانی سے مغلوب ہو کر ابوسفیان کو سخت جواب دیا۔ ۳ ق م
- ۶۔ غزوہ بنی نضیر میں شریک ہوئے۔ ۲ ق م
- ۷۔ غزوہ خندق میں ایک چوکی پر متعین ہوئے۔ دشمن کے مقابلہ پر ڈٹے رہے۔ ۵ ق م
- ۸۔ صلح حدیبیہ میں شریک رہے اور غیرت ایمانی اور جذبہ حق پرستی کا ثبوت دیا۔ ۶ ق م
- ۹۔ جنگ خیبر میں سپہ سالار بنائے گئے۔ اپنی جاگیر وقف کی۔ بنو ہوازن کی مہم سر کی۔ ۷ ق م
- ۱۰۔ فتح مکہ کے موقع پر حضورؐ نے آپ کو خواتین سے بیعت کے لیے مقرر کیا۔ جنگ حنین میں ثابت قدم رہے۔ ۸ ق م
- ۱۱۔ غزوہ تبوک میں شریک ہوئے اور اپنا آدھا مال پیش کیا۔ ۹ ق م
- ۱۲۔ حجتہ الوداع میں شریک ہوئے۔ ۱۰ ق م
- ۱۳۔ حضورؐ کا انتقال ہوا تو شدت غم کی وجہ سے ہلکی ہلکی باتیں کرنے لگے پھر سنبھل گئے۔ ۱۱ ق م
- ۱۴۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہاتھ پر سب سے پہلے بیعت کی۔ خلافت صدیقی میں مجلس شوریٰ کے رکن رکنین، حضرت ابوبکرؓ کے دست راست اور مشیر خصوصی رہے۔ ۱۱ تا ۱۳ ق م
- ۱۵۔ خلیفہ منتخب ہوئے حضرت خالدؓ کو معزول کیا۔ حضرت ابوعبیدہؓ کو فتوحات شام کا سپہ سالار عظیم بنایا۔ ۱۳ تا ۱۱ ق م

حضرت ابو عبیدہ ثقفی کو عراق میں سپہ سالار اعظم بنایا۔ تمارق اور سقا طیبہ کی لڑائی ہوئی۔

جسے کا حادثہ پیش آیا۔ اجنادین کی لڑائی اور فتح

۱۷۔ بوس کی لڑائی۔ جنگ قادسیہ۔ رسم کا قتل، فصل کی لڑائی۔ دمشق فتح ہوا۔ حمص فتح ہوا۔

۱۸۔ بابل کی جنگ اور فتح۔ کوثر کی جنگ اور فتح۔ برس کے رئیس نے صلح کی اور اسلامی فوج

کے گزرنے کے لیے پل تعمیر کرائے۔ یرموک میں فتح حاصل ہوئی۔

۱۹۔ جلولاء کی جنگ اور فتح۔ بیت المقدس فتح ہوا۔

۲۰۔ رومیوں نے دوبارہ حمص کو حاصل کرنے کی کوشش کی مگر ناکام رہے۔ جزیرہ فتح ہوا۔

۲۱۔ مصر فتح ہوا۔

۲۲۔ اسکندریہ فتح ہوا۔ حضرت عمرؓ نے عام لشکر کشی کی اجازت دی تاکہ پورا ایران فتح ہو سکے۔

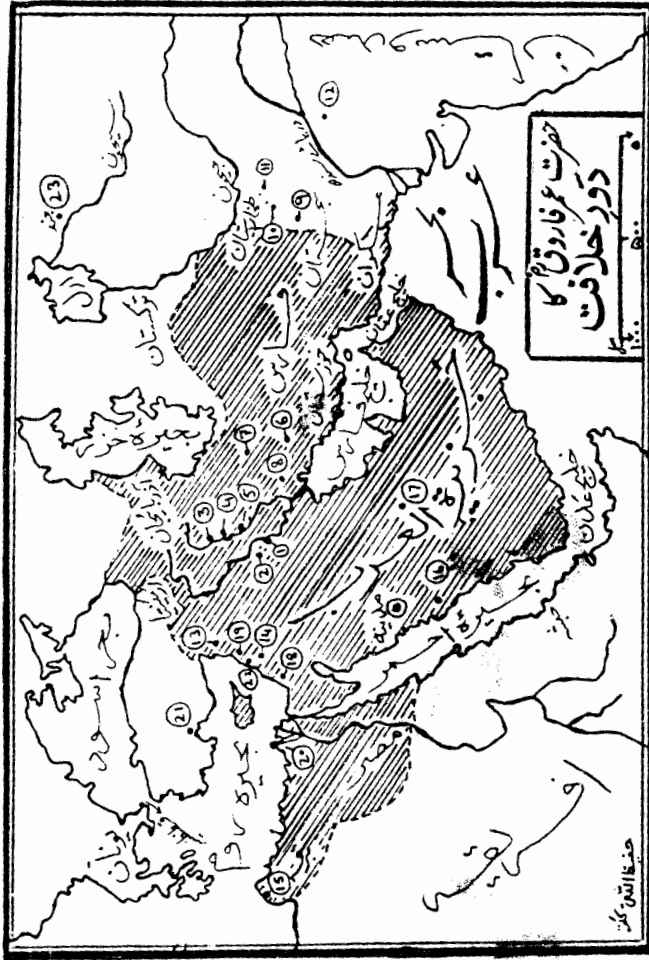
۲۳۔ آذربائیجان فتح ہوا۔ طبرستان اور آرمینیا فتح ہوا۔

۲۴۔ کرمان، سیستان، مکران، اور خراسان فتح ہوئے۔ یزدگرد ترکستان چلا گیا۔

حضرت عمرؓ شہید ہوئے۔

۲۵۔

خلافت فاروقی کا نقشہ



اشاریہ :- ۱۔ کوفہ، ۲۔ مدینہ، ۳۔ موصل، ۴۔ تکریت، ۵۔ بغداد، ۶۔ سوس، ۷۔ ہمدان، ۸۔ اہواز، ۹۔ قنصرہ، ۱۰۔ غزلی، ۱۱۔ کابل، ۱۲۔ ملتان، ۱۳۔ انطاکیہ، ۱۴۔ دمشق، ۱۵۔ بغدازی، ۱۶۔ تکر، ۱۷۔ ریاض، ۱۸۔ یروشلم، ۱۹۔ حص، ۲۰۔ اسکندریہ، ۲۱۔ انطاکیہ، ۲۲۔ طرابلس

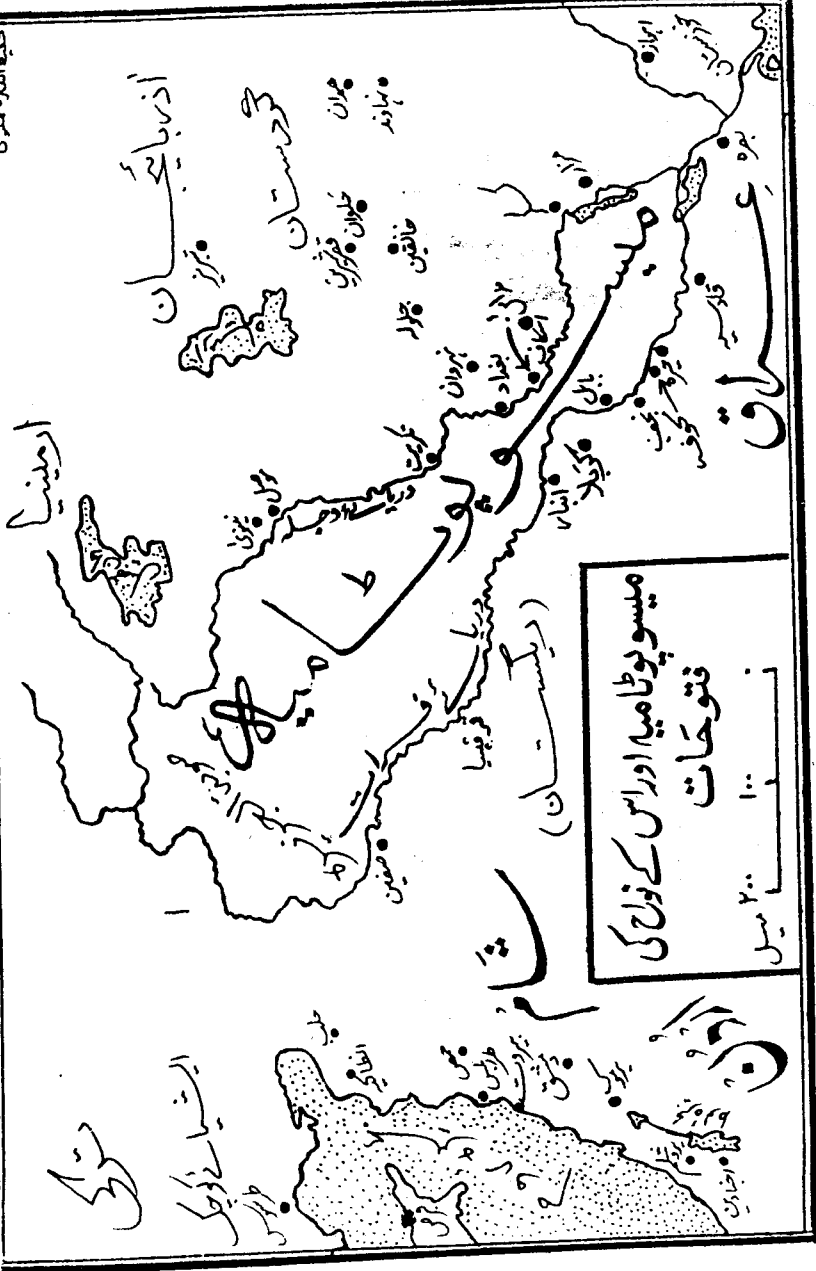
دورِ فاروقی میں اسباق

- ۱۔ دورِ فاروقی میں سب سے نمایاں جو سبق حاصل ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ اسلام غالب ہونے ہی کے لیے ہے۔ اسلام کے پیرو اللہ کے سپاہی ہیں وہ اللہ کی زمین پر باطل کا اقتدار برداشت نہیں کر سکتے۔
- ۲۔ جن افراد اور قوموں کے دل و دماغ پر اللہ تعالیٰ کی عظمت و اقتدار کا سکہ بیٹھ جاتا ہے وہ دنیا کی عظیم ترین طاقتوں کو کبھی زیر کرنے کا عزم و حوصلہ پالیتے ہیں اور دنیا کی سب سے طاقتوں کو کبھی زیر کر کے دم لیتے ہیں۔
- ۳۔ حکومت و اقتدار کی طاقت سے کام لے کر دین کی حفاظت، خدمت، اشاعت اور اقامت کا فریضہ انجام دینا عین دین داری ہے۔

سَوالات

- ۱- حضرت عمرؓ کے انتخاب خلافت پر اظہار خیال کیجئے اور لکھئے کہ اس سے کیا اسباق اخذ ہوتے ہیں؟
- ۲- خلیفہ منتخب ہونے سے پہلے کے حالات پر اظہار خیال کیجئے۔
- ۳- خالد بن ولیدؓ کی معزولی کے اسباب بیان کیجئے!
- ۴- فتوحات فاروقی عراق میں؟ شام و فلسطین اور مصر میں ہر ایک پر الگ الگ روشنی ڈالیے۔
- ۵- جسٹس میں مسلمانوں کی شکست کے اسباب لکھیے!
- ۶- عام طور سے ہر جگہ مسلمان کیوں فتح یاب ہوتے رہے؟
- ۷- قاصد سیہ اور یرموک کی لڑائیوں اور فتوحات پر لکھیے!
- ۸- یزدگرد اور رستم نے اسلامی سفراء سے کیا کہا اور ان کے ساتھ کیا برتاؤ کیا؟
- ۹- اسلامی سفراء نعمان بن مقرنؓ، مغیرہ بن زرارہؓ اور مغیرہ بن شعبہؓ کی تقریروں سے کیا اسباق ملتے ہیں؟
- ۱۰- یوم الاراث، یوم عحاس، یوم اغواث اور لیلۃ الہریر کے واقعات لکھیے، اور ان کی دہر تسمیہ بتائیے!
- ۱۱- عراق و ایران کی جانب ۲۰ اور شام و فلسطین اور مصر کی جانب ۱۲ زبردست مورکے ہوئے۔ ان میں کفار کے سپہ سالاروں اور اسلامی سپہ سالاروں کی فہرست تیار کرو!
- ۱۲- دور فاروقی میں کون کون سے نئے شہر بسائے گئے۔
- ۱۳- اشاعت اسلام اور اس کے اسباب پر روشنی ڈالیے۔
- ۱۴- ذمیوں کے حقوق اور ان کے ساتھ حسن سلوک پر اظہار خیال کیجئے۔

- ۱۵۔ دور فاروقی میں کیا رہا یہی کام ہوئے ؟
 - ۱۶۔ عہد فاروقی کے صوبے اور گورنر لکھیے !
 - ۱۷۔ حضرت عمرؓ کے کارنامے بیان کیجیے !
 - ۱۸۔ حضرت عمرؓ کی زندگی کا ٹائم چارٹ تیار کیجیے !
 - ۱۹۔ خلافت فاروقی کے حدود اربعہ لکھیے !
 - ۲۰۔ خلافت فاروقی کی تاریخ سے آپ نے کیا سیکھا ؟ تفصیل سے لکھیے !
-



دور عثمانی

۳۵ تا ۲۳
۶۶۵۶ ۶۶۳۲

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا انتخاب

ابو لؤلؤ فیروز ایرانی غلام کی خوجہ زنی کے نتیجہ میں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زندگی کی توقع نہیں رہی تو کسی نے تجویز رکھی کہ اپنے بعد خلیفہ کا انتخاب کر دیجئے۔ فرمایا اگر میں مسلمانوں کے مشورہ سے ایسا کروں تو کر سکتا ہوں کیوں کہ ابوبکرؓ نے ایسا کیا اور اگر نہ کروں بلکہ مسلمانوں پر چھوڑ دوں کہ میرے مرنے کے بعد وہ اپنے میں سے اہل ترکو چن لیں گے تو بھی درست ہو گا کیونکہ حضورؐ نے ایسا ہی کیا تھا۔ مزید فرمایا اگر ابو عبیدہ بن الجراح زندہ ہوتے تو میں انھیں منتخب کرتا کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ”ابو عبیدہ امت کے امین ہیں۔“ یا اگر ابو خذیفہ کے غلام سالم زندہ ہوتے تو میں یہ ذمہ داری ان پر ڈالتا پسند کرتا کیوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ”سالم عشق خداوندی کا پروانہ ہیں“ کسی نے کہا ”اپنے بیٹے عبد اللہ کو خلیفہ بنا دیجئے کیونکہ وہ علم و فضل، تقویٰ اور دین داری سہرا اعتبار سے اہلیت رکھتے ہیں۔ اس تجویز کو آپ نے سختی سے رد کر دیا، لیکن جب لوگوں نے خلیفہ نامزد کرنے کے لیے اصرار کیا کہ یہ کام کرنا ہی ہے تو آپ نے فرمایا یہ چھ حضرات ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی ہی میں جنتی ہونے کی خوشخبری دی ہے، میں ان کے ذمہ یہ کام کرتا ہوں کہ میرے بعد اپنے میں سے کسی کو خلیفہ منتخب کر لیں۔

(۱) علی بن ابی طالب (۲) عثمان بن عفان (۳) عبد الرحمن بن عوف (۴) سعد بن ابی وقاص (۵) زبیر بن عوام (۶) طلحہ بن عبید اللہ۔ پھر آپ نے مقداد بن اسودؓ کو بلا کر فرمایا جب میری تدفین ہو جائے تو ان چھ آدمیوں کو ایک مکان میں جمع کرنا اور کہنا کہ تین دن کے اندر اپنے میں سے کسی کو خلیفہ چن لیں، اگر متفقہ فیصلہ نہ ہو سکے تو کثرت رائے سے فیصلہ کریں، اگر دونوں طرف رائے برابر ہو جائیں تو میرے بیٹے عبد اللہ کو حکم بنالیں لیکن خود عبد اللہ کو خلیفہ بننے کا حق نہ ہو گا۔ اگر

عبداللہ کو حکم بنانا پسند نہ کریں تو جس جانب عبدالرحمن بن عوف ہوں اس رائے پر عمل کیا جائے، اس طرح جو فیصلہ ہو اس پر عمل کرنا۔ اجتماعی فیصلہ جو شخص قبول نہ کرے اور امت میں انتشار پیدا کرے اس کی گردن اڑا دینا۔

حضرت عمرؓ کی تجویز و تکفین اور تدفین کے بعد ان کی وصیت کے مطابق حضرت مقدادؓ نے اصحاب شوریٰ کو حضرت مسور بن مخزوم کے مکان میں اکٹھا کیا۔ حضرت طلحہؓ باہر گئے ہوئے تھے اس لیے وہ اس شوریٰ میں شریک نہ ہو سکے۔

یہ پانچوں حضرات کچھ دیر تک گفتگو کرتے رہے پھر حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے یہ تجویز رکھی کہ ہم میں سے جو شخص خلافت کا بوجھ نہ اٹھانا چاہتا ہو وہ کسی دوسرے کو اپنا حق دے دے اور میں اس بوجھ کو اٹھانے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ پہلے تو لوگ خاموش رہے لیکن پھر حضرت علیؓ کے علاوہ سب نے اپنا حق انتخاب حضرت عبدالرحمنؓ کو دے دیا۔ حضرت عبدالرحمنؓ نے حضرت علیؓ سے دریافت کیا تو انھوں نے کہا اس شرط کے ساتھ کہ آپ کسی قرابت کا لحاظ نہیں کریں گے اور مسلمانوں کی فیر خواہی ملحوظ رکھیں گے میں بھی اپنا حق انتخاب آپ کو دیتا ہوں۔ حضرت عبدالرحمنؓ نے یہ شرط قبول کر لی، اس طرح اب انتخاب خلیفہ کی ذمہ داری حضرت عبدالرحمنؓ پر آ پڑی۔

حضرت عمرؓ کی شہادت کی خبر سن کر دور دور سے اعیان امت آئے ہوئے تھے اور خود اہل مدینہ موجود تھے۔ حضرت عبدالرحمنؓ نے رات کی تاریکی میں تمام اہل محل و عقد کے پاس پہنچ کر ان کی آزادانہ رائے معلوم کی۔ بنو ہاشم کے علاوہ سب کی رائے حضرت عثمانؓ کے لیے تھی۔ بنو ہاشم حضرت علیؓ کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے۔ پھر حضرت عبدالرحمنؓ نے حضرت علیؓ کی رائے لی تو انھوں نے حضرت عثمانؓ کا نام لیا اور حضرت عثمانؓ کی رائے معلوم کی تو انھوں نے حضرت علیؓ کا نام لیا۔ آخر وہ تیسری رات آگئی جس کی صبح کو فیصلہ سنانا تھا۔ حضرت عبدالرحمنؓ نے رات بھر چاروں ارکان شوریٰ سے طویل گفتگو کی حتیٰ کہ فجر کی اذان ہو گئی۔ مسجد نبویؐ میں آج بڑا ہجوم تھا۔ سب لوگ منتخب خلیفہ کا نام سننے کے لیے بیٹا ہوا تھا۔ حضرت عبدالرحمنؓ نے آئے اور اعلان کیا ”لوگو! میں نے مختلف لوگوں سے رائے اور مشورہ لیا۔ اہل شوریٰ سے تبادلوں

کیا خود بھی غور و فکر کیا۔ مجھے امید ہے کہ میرے فیصلہ سے کسی کو اختلاف نہ ہوگا اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلا کر کہا عہد کیجئے کہ آپ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور سنت شیخین راویوں کے وعظ کی پیروی کریں گے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عہد کیا کہ ”اپنی طاقت بھرا ایسا ہی کروں گا۔“ اس کے بعد سب سے پہلے خود حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے بیعت کی پھر تمام مسلمان بیعت کرنے کے لیے ٹوٹ پڑے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی بیعت کر لی۔ یہ واقعہ ۲۹ ذی الحجہ ۳۳ھ کا ہے۔

اسباق

- حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے انتخاب کے اس واقعہ سے مندرجہ ذیل اسباق اخذ ہوتے ہیں۔
- ۱۔ خلیفہ اپنی وفات سے پہلے مسلمانوں کے نمائندوں اور کرتادھرتا لوگوں کے مشورہ سے اپنے بعد کے لیے خلیفہ منتخب کر سکتا ہے۔
- ۲۔ یہ بھی درست ہے کہ وہ اپنی زندگی میں ایسا نہ کرے بلکہ مسلمانوں پر چھوڑ دے کہ وہ اس کے انتقال کے بعد باہمی مشورہ سے جس کو چاہیں منتخب کر لیں۔
- ۳۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خلیفہ اپنے انتقال سے پہلے کچھ ایسے لوگوں کو متعین کر دے جن کو مسلمانوں کے نمائندوں کی حیثیت حاصل ہو اور وہ اپنی صلاحیتوں، خدمات اور علم و تقویٰ میں بھی نمایاں مقام رکھتے ہوں کہ وہ اپنے میں سے کسی کو منتخب کر لیں۔
- ۴۔ اپنا بیٹا یا قریبی عزیز خواہ کتنا ہی صاحب کمال اور صاحب علم و فضل ہو اس کو اپنا جانشین منتخب نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ اسلام میں خلافت و امامت کا منصب موروثی نہیں ہے۔
- ۵۔ اسلام میں نسل و نسب اور خاندان اصل نہیں ہے بلکہ صلاحیت اور صلاحیت اور مسلمانوں کی رائے پر انتخاب کا مدار ہے۔ غلام اگر باصلاحیت ہو اور متقی پرہیزگار ہو تو اسے بھی خلیفہ بنایا جاسکتا ہے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر سالم زندہ ہوتے تو میں انہیں بنا دیتا۔
- ۶۔ جن لوگوں یا جس شخص پر انتخاب کی ذمہ داری آ پڑے تو انہیں مسلمانوں کے مشورہ سے

- فیصلہ کرنا چاہیے۔ جیسا کہ حضرت عبدالرحمنؓ نے کیا۔
- ۷۔ ایک ایسا نگران متعین کرنا چاہیے جو انتخابات کے فرائض بخوبی انجام دے سکے۔ جیسا کہ حضرت عمرؓ نے حضرت مقدادؓ کے ذمہ یہ کام کیا۔
- ۸۔ اگر بالاتفاق فیصلہ ممکن ہو سکے تو بہتر ہے ورنہ کثرت رائے سے فیصلہ کرنا چاہیے۔
- ۹۔ اجتماعی فیصلہ کو تسلیم کر لینا چاہیے اور انتشار پیدا کرنے والوں کے ساتھ سختی سے نمٹنا چاہیے۔
- ۱۰۔ اسلامی تعلیم یہ ہے کہ مسلمانوں کے مشورہ سے انتخاب ہو لیکن انتخاب کا طریقہ کیا ہو۔ یہ متعین نہیں ہے۔ ہر زمانہ میں ضرورت زمانہ کے پیش نظر کوئی جائز اور مناسب طریقہ اختیار کیا جاسکتا ہے۔ یعنی اسلام شورایت کا قائل ہے مگر مغربی جمہوریت اور اسلامی جمہوریت میں بہت بڑا فرق ہے۔

تعارف اور خلافت پہلے کے حالات

آپ کا نام عثمان بن عفان ہے۔ والدہ کا نام اردی ہے۔ آپ کا لقب ذوالنورین ہے یعنی دوزور والے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں آپ کے نکاح میں آئیں، اسی وجہ سے آپ کو ذوالنورین کہتے ہیں۔ پہلے حضرت رقیہؓ سے پھر اُن کے انتقال کے بعد حضرت ام کلثومؓ سے آپ کا نکاح ہوا۔ آپ کا سلسلہ نسب پانچویں پشت میں عبد مناف پر نبیؐ کے نسب سے مل جاتا ہے۔ آپ کی مافیہذا بنت عبد المطلب حضورؐ کی سگی بھوپھی تھیں۔

آپ عمر میں حضورؐ سے چھ برس چھوٹے تھے۔ آپ مکہ کے ایک کامیاب تاجر تھے، خوب کاتے تھے اور خوب خرچ کرتے۔ آپ کی سخاوت اور حسن اخلاق کی وجہ سے قریش آپ سے بہت محبت کرتے تھے۔ عورتیں اپنے بچوں کو سلاتی تھیں تو کہتی تھیں:

أَحَبُّكَ وَالرَّحْمَنِ: حَبِّ قُرَيْشِ عَثْمَانَ

یعنی ”خدا کی قسم میں تجھ سے ایسی محبت کرتی ہوں جس طرح قریش عثمان سے محبت کرتے ہیں۔“

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی کوششوں سے جن لوگوں نے اسلام قبول کیا تھا انہی میں سے ایک حضرت عثمانؓ بھی تھے۔ خاندان بنی ہاشم اور خاندان بنی امیہ میں اگرچہ رقابت اور چشمک تھی مگر عثمانؓ تعصبات سے بالاتر تھے۔ انھوں نے انموئی ہوتے ہوئے حضورؐ کی دعوت قبول کر لی حالانکہ حضورؐ ہاشمی تھے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد حضورؐ نے اپنی منجھلی صاحبزادی حضرت رقیہؓ کا نکاح آپ سے کر دیا۔

غلاموں اور باندیوں میں سے جو لوگ اسلام قبول کرتے تھے ان کو تو سب ہی ستاتے تھے لیکن خاندانی لوگوں کو ہر شخص تو ستا نہیں سکتا تھا۔ البتہ ان کو خود خاندان والے ستاتے تھے۔ آپ کے چچا حکم بن عاص نے آپ کے ہاتھ پاؤں باندھ کر آپ کو قید کر دیا۔ کفار کی اذیت رسانی سے جب تنگ آگئے تو حضورؐ کی اجازت سے اپنی اہلیہ حضرت رقیہؓ کو لے کر دوسرے مسلمانوں کی

طرح حبشہ کو ہجرت کر گئے۔ حضورؐ نے فرمایا ”دونوں میاں بیوی کا خدا حافظ اور نگہبان ہو۔ حضرت لوط علیہ السلام کے بعد عثمان پہلے شخص ہیں جو اپنی بیوی کے ہمراہ ہجرت کر رہے ہیں۔ لیکن حبشہ میں جب آپؐ کو معلوم ہوا کہ مکہ میں اب امن و امان ہے تو واپس آ گئے حالانکہ یہاں ظلم و ستم کا سلسلہ جاری تھا۔ اس کے بعد جب مسلمانوں نے مدینہ کو ہجرت کی تو آپؐ بھی مدینہ کو ہجرت کر گئے۔

ہجرت کے بعد آپؐ تمام ہی غزوات میں شریک رہے البتہ پہلے غزوہ بدرؓ میں آپؐ شریک نہ ہو سکے تھے کیونکہ حضرت رقیہؓ کی بیماری کی وجہ سے حضورؐ نے آپؐ کو روک دیا تھا۔ حضرت رقیہؓ کا اسی بیماری میں انتقال ہو گیا۔ حضورؐ نے حضرت عثمانؓ کو شتر کا بدر میں شمار کیا اور اُن کو مال غنیمت میں سے حصہ بھی دیا۔ حضرت عثمانؓ کو حضورؐ سے دامادی کے رشتہ سے محروم ہو جانے کا بڑا رنج تھا۔ حضورؐ نے اپنی دوسری صاحبزادی حضرت ام کلثومؓ سے ان کا نکاح کر کے ان کا غم غلط کر دیا۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر حضورؐ نے آپؐ کو قریش کے پاس اپنا سفیر بنا کر بھیجا، پھر یہ خبر مشہور ہوئی کہ حضرت عثمانؓ شہید کر دیے گئے۔ حالانکہ آپؐ کو صرف نظر بند کیا گیا تھا۔ مہر حال اس خبر پر حضورؐ نے حدیبیہ کے میدان میں ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر اسلام کے لیے قربان ہو جانے کی بیعت لی اور اپنے دائیں ہاتھ کو حضرت عثمانؓ کا ہاتھ کہہ کر اور بائیں ہاتھ میں دے کر فرمایا کہ عثمانؓ کی طرف سے بیعت کر رہا ہوں۔ غزوہ تبوک کے لیے آپؐ نے مالی ایشار کی اپیل کی تو آپؐ نے ایک ہزار اونٹ اور سچا پس گھوڑے اور ایک ہزار دینار پیش کئے۔ حضورؐ ان دیناروں کو الٹ پلٹ رہے تھے۔ اور فرما رہے تھے۔ آج کے بعد عثمانؓ کو اُن کا کوئی کام نقصان نہیں دے گا۔ مدینہ منورہ میں مسلمانوں کو پانی کی بڑی قلت تھی وہاں ایک کنواں تھا ”بیرومہ“ ایک یہودی اُس کا مالک تھا۔ وہ بغیر قیمت پانی نہیں لینے دیتا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا کون ہے جو اس کنویں کو خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دے۔ حضرت عثمانؓ نے بیس ہزار درہم میں اسے خرید کر وقف کر دیا۔ اسی طرح جب مسجد نبویؐ میں توسیع کی ضرورت ہوئی تو حضورؐ نے فرمایا کوئی ہے جو ہماری مسجد کو وسیع کرے؟ حضرت عثمانؓ نے اس پاس کی زمینیں خرید کر مسجد میں شامل کر دیں۔ حضرت عثمانؓ حضورؐ کے رفیق خاص اور کاتب وحی تھے۔ آپؐ اُن دس خاں

صحابہؓ میں سے تھے جن کو حضورؐ نے جنت کی خوشخبری سنائی تھی، آپؐ دور صدیقی اور دور فاروقی دونوں میں شوریٰ کے رکن اور مشیر خصوصی رہے اور ہر ذمہ داری کو بحسن و خوبی انجام دیتے رہے۔

خلافت عثمانیؓ کے اہم واقعات

فرمان: حضرت عثمانؓ نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ تمام گورنروں، سپہ سالاروں اور دیگر حکام کے نام فرمان جاری کیا جس کے ذریعہ عدل و انصاف، امانت و دیانت اور ذمیوں کے حقوق ادا کرتے رہنے پر زور دیا، اور لکھا کہ دشمنوں کے ساتھ بھی بد عہدی نہ کی جائے۔ مزید لکھا کہ اسلامی حکومت کے حکام کی حیثیت آقا کی نہیں ہے بلکہ محافظ اور نگراں کی ہے۔

فیصلہ: حضرت عمرؓ کی شہادت ایک سازش کا نتیجہ تھا۔ ابولؤلؤ مہاندس سے گرفتار ہو کر آیا تھا، جفینہ جبرہ کا رہنے والا تھا اور عیسائی تھا۔ ہرمزان ابوز کار رئیس اور سردار باربار کی غداروں کے نتیجے میں گرفتار ہو کر آیا تھا اور دھوکہ سے حضرت عمرؓ سے امان حاصل کر لی تھی۔ اور اسلام قبول کر کے مدینہ ہی میں رہنے لگا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اس کا وظیفہ بھی مقرر کر دیا تھا۔ حضرت عمرؓ کے قتل کی سازش میں یہ تینوں شریک تھے۔ حضرت عمرؓ کے صاحبزادے عبید اللہؓ کو جب اس سازش کا علم ہوا تو انھوں نے جفینہ اور ہرمزان کو قتل کر دیا۔

حضرت عثمانؓ کے سامنے سب سے پہلے یہی مقدمہ پیش ہوا۔ کسی نے کہا صرف ایک گواہی سے ہرمزان اور جفینہ پر جرم ثابت نہیں ہوتا۔ لہذا ان کے قصاص میں عبید اللہؓ کو قتل کرنا چاہیئے۔ بعض دوسرے صحابہؓ نے کہا یہ نہیں ہو سکتا کہ کل حضرت عمرؓ شہید ہوئے ہیں اور آج ان کے بیٹے کو قتل کیا جائے۔ ہرمزان اور جفینہ کا چونکہ کوئی ولی نہیں تھا ایسی حالت میں دلی خلیفہ ہی ہوتا ہے چنانچہ حضرت عثمانؓ نے فرمایا "میں دیت پر راضی ہوں اور پھر دیت یعنی جان کی قیمت اپنے پاس سے ادا کر دی۔ حضرت عثمانؓ کے اس فیصلہ کو بہت پسند کیا گیا۔

فتوحات

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آخری زمانے میں کوفہ کے والی مغیرہ بن شعبہ تھے لیکن انھوں نے وصیت کی تھی کہ فاتح ایران سعد بن ابی وقاصؓ کو کوفہ کا گورنر بنادینا چنانچہ حضرت عثمانؓ نے ایسا ہی کیا لیکن حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے خزانہ سے ایک بڑی رقم قرض لی تھی اور اُسے وقت پر ادا نہ کر سکے اس لیے افسر خزانہ عبداللہ بن مسعودؓ نے یہ معاملہ حضرت عثمانؓ تک پہنچا دیا۔ ایک اسلامی گورنر کے لیے چونکہ ایسا طرز عمل مناسب نہیں تھا اس لیے حضرت عثمانؓ نے ان کو سترہ مہ میں معزول کر دیا اور ولید بن عقبہؓ کو کوفہ کا گورنر بنادیا۔

آرمینیا کی بغاوت کو فرو کیا گیا | حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے آذربائیجان اور آرمینیا کا عامل عقبہ بن فرقد کو بنایا تھا لیکن حضرت سعد کی معزولی کے بعد ولید نے عقبہ بن فرقد کو بھی معزول کر دیا، اُن کے بھٹے ہی آذربائیجان والوں نے بغاوت کر دی۔ ولید بن عقبہ نے فوجی کارروائی کی اور بغاوت کو فرو کیا۔

دور فاروقی میں سراقہ بن عمرو، عبدالرحمن بن ربیع باہلی اور حبیب بن مسلمہ فہری نے آرمینیا پر حملہ کیا تھا اور عبدالرحمن آرمینیا کو فتح کرتے ہوئے باب تک پہنچ گئے تھے۔ اور باب فتح کرنے کے بعد اُس پاس کے شہروں کو فتح کرنے کے لیے بھیجا تھا۔ حبیب بن مسلمہ گرجستان پہنچے اور اس کا صدر مقام تفلس فتح کر لیا۔ اس کے بعد سراقہ کا انتقال ہو گیا اور عبدالرحمن بن ربیع ان کے قائم مقام ہوئے۔ عبدالرحمن باب میں مقیم تھے اور بلا د خزر فتح کرنے کی کوششوں میں خاقان چین سے مقابلہ کرتے ہوئے دریائے ٹرک یا دریائے بلنجر پر شہید ہو گئے۔ ابن حمان باہلی نے اپنے اشعار میں عبدالرحمن اور قتیبہ بن مسلم کی بہادری پر اظہارِ فخر کیا ہے وہ کہتا ہے ہمارے خاندان کے دو مجاہدین کی قبریں ہمارے لیے باعثِ فخر ہیں۔ ایک کی قبر بلنجر میں ہے اور دوسرے کی چین میں ہے۔ اُس نے چین کے گوشہ گوشہ میں فتح کا پھر پرا

اڑایا اور اس کی قبر کو ترکستان کے انتہائی علاقہ میں ابررحمت سیراب کرتا ہے۔
عبدالرحمنؓ کی شہادت کے بعد تمام آرمینیہ مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گیا۔ ۲۷ھ میں
حضرت عثمانؓ نے عبدالرحمن بن ربیع کے بھائی سلمان بن ربیع اور حبیب بن مسلمہ فہری کو بھیجا
ان بہادر سپہ سالاروں نے دوبارہ آرمینیہ اور قفقاز کے علاقوں کو فتح کیا۔ آرمینیہ کی دوبارہ
فتح کے بعد سلمان بن ربیع والی مقرر ہوئے۔ انھوں نے باب میں اقامت اختیار کی۔

قبرص فتح ہوا

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں شام کے گورنر حضرت امیر معاویہؓ
تھے انھوں نے ۲۵ھ میں اناطولیہ پر حملہ کیا اور شہر عسور یہ فتح کر لیا۔
اور شام سے عسور یہ تک جس قدر قلعے تھے سب پر قبضہ کر کے ان میں شام اور جزیرہ کے مسلمانوں
کو متعین کیا۔ حضرت امیر معاویہؓ نے ایک عظیم بحری بیڑا تیار کیا اور دوسرا عظیم بحری بیڑا عبداللہ
ابن سرح والی مصر لے کر بڑھے۔ دونوں بیڑے قبرص پر لنگر انداز ہوئے۔ عبداللہ بن قیس
حارثی دونوں بیڑوں کے سربراہ تھے۔ اہل قبرص نے سخت مقابلہ کیا لیکن آخر ہتھیار ڈال دیئے
اور مندرجہ ذیل شرائط پر صلح ہوئی۔

- ۱۔ اہل قبرص مسلمانوں کو سات ہزار دینار سالانہ ادا کیا کریں گے۔
- ۲۔ مسلمانوں پر اہل قبرص کی حفاظت ضروری نہ ہوگی رکنیکہ انھوں نے رومیوں سے تعلق
توڑا نہیں تھا۔
- ۳۔ اہل قبرص دشمنوں کی نقل و حرکت سے مسلمانوں کو مطلع کرتے رہیں گے۔
- ۴۔ مسلمان جنگ کے لیے قبرص کو استعمال کر سکیں گے۔

اس طرح بحر روم میں مسلمانوں کو ایک فوجی مستقر ہاتھ آگیا۔ یہ واقعہ ۲۸ھ کا ہے حضرت
عثمانؓ کے ابتدائی دور میں مصر کے گورنر فاتح مصر حضرت عمرو بن العاصؓ تھے۔ حضرت عثمانؓ نے
خراج میں اضافہ کا مطالبہ کیا لیکن حضرت عمرو بن العاصؓ نے کہا اونٹنی اس سے زیادہ دودھ نہیں
دے سکتی۔ انھوں نے عمرو بن العاصؓ کو معزول کر کے عبداللہ بن ابی سرح کو گورنر بنادیا۔ ان
کے دور میں ۲۰ لاکھ سے بڑھ کر مصر کی آمدنی چالیس لاکھ ہو گئی۔ حضرت عثمانؓ نے عمرو بن
العاصؓ سے کہا دیکھو اونٹنی نے دودھ دیا یا نہیں؟ انھوں نے جواب دیا "لیکن بچے بھوکے

رہ گئے۔

اسکندریہ کی بغاوت کو فرو کیا گیا | حضرت عمرو بن العاصؓ کے معزول ہونے کے بعد رومیوں کے اشارہ پر اہل اسکندریہ

نے بغاوت کر دی۔ اس بغاوت کو فرو کرنے کے لیے عمرو بن العاصؓ کو بھیجا اور انھوں نے بڑی دانائی سے فرو کیا۔ یہ ۲۵ھ کا واقعہ ہے اسی سال عبداللہ بن ابی سرح نے طرابلس الغرب موجودہ لیبیا کے بہت سے شہر فتح کیے اور ۲۵ لاکھ دینار پر صلح ہوئی۔

۲۶ھ میں حضرت عثمانؓ نے عبداللہ بن ابی سرح کو مغرب یعنی شمالی افریقہ کے ممالک فتح کرنے کی ہدایت کی۔ اور مدینہ سے ایک ہزار لشکر بھیجا۔ شمالی افریقہ کا رومی گورنر جارج ایک لاکھ مہیں ہزار کا عظیم لشکر لے کر مقابلہ پر آیا۔ سخت مقابلہ ہوا۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے جارج کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد اسلامی لشکر نے پورے شمالی افریقہ کو اپنے گھوڑوں کی ٹاپوں سے روند ڈالا۔ فاس اور مراکش تک اسلامی جھنڈے گاڑ دیئے۔

قسطنطین کو شکست دی گئی | ۳۱ھ میں قسطنطین قیصر روم نے ایک عظیم الشان بیڑا جس میں پانچ سو جہاز تھے

اسکندریہ پر چڑھائی کے لیے بھیجا، شام سے حضرت امیر معاویہؓ اور مصر سے عبداللہ بن ابی سرح اپنا اپنا بیڑا لے کر چلے اور رومی بیڑے کا راستہ روک کر کھڑے ہو گئے۔ فریقین میں طے ہوا کہ اسلامی اور رومی بیڑے کو باندھ کر مقابلہ کیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ سخت خونریزی ہوئی، بے شمار رومی قتل ہوئے اور کچھ راہ فرار اختیار کر گئے اور جزیرہ سسل میں پناہ لی۔ خود قسطنطین بھی رتھوں سے چور سسل پہنچا اور وہیں اہل سسل کے ہاتھ سے مارا گیا۔ فاس، خراسان اور سرحد سندھ کے علاقہ بصرہ سے متعلق تھے۔ بصرہ کے گورنر حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ تھے، ۲۶ھ میں بصرہ کے شورش پسندوں نے ان کی شکایتیں کیں۔ حضرت عثمانؓ نے ان کا منہ بند کرنے کے لیے حضرت ابوموسیٰؓ کے بجائے عبداللہ بن عامر کو بصرہ کا گورنر بنا دیا۔ اسی سال اہل فاس نے بغاوت کی اور وہاں کے عامل عبید اللہ بن معمر کو قتل کر دیا۔ عبداللہ بن عامر خود فوج لے کر گئے۔ اصطرخسہ ہوناک لڑائی ہوئی۔ مسلمانوں نے منجیق کے ذریعہ پتھر برساکر باغیوں

کو کچل دیا اور بھرپور سزا دی۔ ۳۳ھ میں امیر کوفہ سعید بن عاص ایک فوج گراں لے کر طبرستان پہنچے اس فوج میں حضرت حسنؓ، حسینؓ، عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عمرو بن العاصؓ کے بیٹے عبداللہؓ، عبداللہ بن زبیرؓ، حذیفہ بن یمانؓ بھی تھے۔ والی بصرہ بھی فوج لے کر نکلے لیکن ان کے پہنچنے سے پہلے ہی جرجان اور طبرستان سعید بن العاصؓ نے فتح کر لیا۔

۳۴ھ میں اہل خراسان کی بغاوت کی خبر پہنچی۔ والی بصرہ فوج گراں لے کر پہنچے، بغاوت کو فرو کیا اور کچھ قلعے فتح کیے اور آگے بڑھ کر نیشاپور، طوس اور ہرات فتح کیا۔ عبداللہ بن عامر نے احنف بن قیس کو طخارستان کی طرف بھیجا، وہ مردود پہنچے۔ مشرقی ترکستان کے بادشاہ سے مقابلہ ہوا۔ احنف نے اسے شکست دی اور آگے بڑھ کر بلخ فتح کیا۔

یزد گرد مارا گیا | یزد گرد حضرت عمرؓ کے دور میں ترکستان کے علاقہ میں چلا گیا تھا وہیں سے وہ اسلامی مقبوضات میں بغاوتیں کرانے کی کوشش کرتا رہتا تھا۔ حضرت عثمانؓ کے دور میں بیشتر بغاوتیں اسی کی کوششوں کا نتیجہ تھیں، لیکن ان میں سے ہر بغاوت پر اسلامی مجاہدین نے قابو حاصل کر کے ان علاقوں کو دوبارہ فتح کر لیا۔ یزد گرد آخری بار چین اور ترکستان کے سرداروں کی مدد حاصل کر کے سیستان پر حملہ آور ہوا مگر مسلمانوں نے اسے پسپا کر دیا۔ اسی دوران ترکستان کے ایک سردار نیزک خاں نے اسے اپنے علاقہ میں آنے کی دعوت دی تاکہ اسے گرفتار کر کے مسلمانوں کے حوالے کر دے اور اس طرح اپنی دوستی کا ثبوت دے۔ مگر یزد گرد نے اس کے اس ارادہ کو بھانپ لیا، وہ پناہ لینے کی خاطر ایک پن چکی والے کے یہاں پہنچا۔ پن چکی والے نے اس کے قیمتی لباس اور جواہرات کی لالچ میں اسے قتل کر کے اس کی لاش دریائے مرغاب میں پھینک دی۔ یہ ۳۵ھ کا واقعہ ہے۔

داخلی فتنہ اور اس کے اسباب

عثمانی دور میں داخلی طور پر جو فتنہ و فساد پھیلے اس کے اسباب حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت عمرؓ ہمیشہ یہ چاہتے تھے کہ جو علاقے فتح ہو گئے ہیں پہلے ان علاقوں کا انتظام

مکمل کر لیا جائے، امن و امان بہتر ہو جائے اور جو لوگ مسلمان ہو گئے ہیں ان کی بہتر تعلیم و تربیت ہو جائے۔ اسلامی معاشرہ قائم ہو جائے، جاہلی افکار و خیالات سے ذہن پاک ہو جائیں۔ جاہلی تہذیب و تمدن کی جگہ اسلامی تہذیب و تمدن بروئے کار آئے تب فتوحات کا سلسلہ آگے بڑھے۔ لیکن جس کثرت اور تیزی سے فتوحات ہوئیں اس تیزی سے اسلامی معاشرہ قائم کرنے اور ذہنوں سے غیر اسلامی افکار و خیالات کھرچ کر پھینکنے اور اسلامی عقاید راسخ کرنے کا اہتمام نہیں ہو سکا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ فتنہ پھیلانے اور سر اٹھانے لگے۔

۲۔ اکابر صحابہؓ یا اللہ کو پیارے ہوتے جا رہے تھے یا بڑھاپے کی وجہ سے حکومت کی ذمہ داریاں سنبھالنے کے قابل نہیں رہے تھے اس لیے نوجوان نسل ان کے عہدوں پر فائز ہو رہی تھی لیکن ان میں اتنی دور اندیشی، معاملہ فہمی اور تجربہ کاری نہیں تھی جتنی ان کے اکابر میں تھی اس لیے عوام کو ان سے شکایات پیدا ہونے لگیں۔

۳۔ عموماً قریش ہی کے لوگ عہدوں پر فائز ہوتے تھے اس لیے دوسرے قبیلوں اور عام مسلمانوں میں بجا طور پر یہ خیال ابھرا کہ اسلام میں تو یہ تفریق ہے نہیں پھر ہمیں بھی عہدوں میں برابر کا شریک کیوں نہیں کیا جاتا۔

۴۔ کابل سے مراکش تک کی مختلف قومیں مسلمانوں کی سیاسی طاقت کے آگے زیر ہو گئی تھیں۔ وہ سامنے آ کر مقابلہ نہیں کر سکتی تھیں اس لیے انھوں نے سازشوں کا جال بچھایا اور مسلمانوں میں بھڑکاوٹ ڈالنے اور انتشار پیدا کرنے کی کوشش کی۔

۵۔ حضرت عثمانؓ نرم مزاج تھے جس سے شریروں کے حوصلے بڑھ گئے۔

۶۔ حضرت عثمانؓ کی ذات سے بنی اُمیہ کو بڑھنے اور پھلنے پھولنے کا زیادہ موقع ملا۔ بنو ہاشم جو ہمیشہ سے ان کے رقیب تھے اور چشمک رکھتے تھے، ان کو یہ بات سخت ناگوار ہوئی اور قبائلی تعصب اسلامی اخوت پر غالب آنے لگا۔

اسلام دشمن طاقتیں موقع کی تاک میں تھیں۔ عبداللہ بن سبا ایک نو مسلم یہودی تھا۔ مین کارہنے والا تھا۔ بڑا چالاک

اور عیار تھا۔ حضرت عثمانؓ کے عہد میں مدینہ آیا اور مسلمانوں کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھانے

کے لیے ایک خفیہ پارٹی قائم کی جس کے ذریعہ ان کے اندر مذہبی اور سیاسی تفریق پیدا کرنے کی کوشش کی گئی۔ اس نے جن عقائد اور خیالات کو رواج دیا انہیں کی وجہ سے مسلمانوں میں شیعہ فرقہ کی بنیاد پڑی۔ وہ خیالات حسب ذیل ہیں :

۱۔ سب سے اہم چیز اہل بیت کی محبت ہے۔ اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ اقتدار اہل بیت کے ہاتھ میں ہو۔

خفیہ پارٹی کے خیالات

۲۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اگر دوبارہ زمین پر اتر سکتے ہیں تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں نہیں اتر سکتے۔

۳۔ ہر نبی کا ایک وصی ہوتا ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

۴۔ محمد خاتم الانبیاء تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ خاتم الاولیاء ہیں۔

۵۔ کس قدر نا انصافی اور ظلم ہے کہ مسلمانوں نے اپنے نبی کی وصیت کو نہیں مانا، اور وصی کے علاوہ دوسروں کو خلافت سپرد کر دی۔ اس لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حق ان کو دلوانا سارے مسلمانوں کا فرض ہے۔

عبداللہ بن سنانے اپنی خفیہ جماعت کی شاخیں ہر جگہ قائم کرنے کے لیے تمام بڑے شہروں کا دورہ کیا اور ہر جگہ کے ایسے لوگوں سے ربط و تعلق پیدا کیا جن کو حکومت سے کسی جائز یا ناجائز بنیاد پر اختلاف یا دشمنی تھی۔ پھر اس نے مصر کو اپنا ہیڈ کوارٹر بنایا اور وہیں قیام کیا۔

اس کا طریقہ کار :

عبداللہ بن سنانے مندرجہ ذیل طریقہ کار اختیار کیا :

۱۔ پرہیزگاروں کا لباس پہنا جائے اور صالح بن کر لوگوں میں اثر و رسوخ پیدا کیا جائے

۲۔ خلیفہ پر الزامات لگائے جائیں اور ان کا خوب خوب چرچا کیا جائے۔

۳۔ گورنروں اور حکومت کے عملہ کو پریشان کیا جائے ان کو نالائقی اور ظالم ثابت کیا جائے۔

۴۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ حکام کے فرضی مظالم کے خطوط بھیجے جائیں۔

۵۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی طرف سے فرضی خطوط بھیجے جائیں جن

میں ظاہر کیا جائے کہ یہ حضرات ہمارے ساتھ ہیں اور حکومت میں انقلاب پیدا کرنا چاہتے ہیں۔
بصرہ میں | بصرہ میں اسی شورش پسند گروہ نے پہلے تو حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو گورنری کے عہدہ سے اس بہانے معزول کر لیا کہ وہ دوسروں کو تو جہاد میں پیدل چلنے کی ترغیب

دیتے ہیں اور خود اعلیٰ قسم کی سواروں پر سوار ہوتے ہیں اور کئی کئی اونٹوں پر ان کا سامان لدا ہوتا ہے۔ غرض کہ جو شخص قول و عمل کے تضاد میں مبتلا ہو وہ مسلمانوں کا حاکم کس طرح ہو سکتا ہے۔ حضرت عثمانؓ نے ان کو معزول کر کے عبداللہ بن عامر کو بصرہ کا گورنر بنادیا۔ وہ ایک مدبر اور بہادر شخص تھے لیکن ان کے خلاف الزام لگایا کہ وہ کم عمر ہیں، خلیفہ کے رشتہ دار ہیں انہیں بصرہ کا والی بنا کر اقربا نوازی اور خویش پروری کی گئی ہے، حالانکہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے خلاف الزام بھی غلط تھا اور عبداللہ بن عامر کے خلاف الزام بھی غلط تھا۔

بصرہ میں ایک شخص تھا حکیم بن جبہ وہ ذمیوں پر اور مسلمانوں پر بھی یلغار کرتا رہتا تھا۔ لڑتا مار اور کشت و خون اور دہشت انگیزی اس کے گروہ کا مشغلہ تھا۔ عبداللہ بن عامر نے اس کو اور اس کے گروہ کو نظر بند کر دیا تھا۔ عبداللہ بن سنانے بصرہ میں اپنی پارٹی کی سرگرمیوں کے لیے حکیم بن جبہ ہی کو پسند کیا۔

کوفہ میں | کوفہ میں سعید بن ابی وقاصؓ گورنر تھے۔ انھوں نے کوئی رقم عبداللہ بن مسعودؓ کو خراج سے قرض لی اور وقت پر ادا نہ کر سکے۔ شورش پسندوں نے اس معاملہ کو خوب اچھالا۔ حتیٰ کہ یہ معاملہ حضرت عثمانؓ تک پہنچا اور آخر ان کو حضرت عثمانؓ نے معزول کر کے ولید بن عقبہؓ کو کوفہ کا گورنر بنادیا۔ ان کے عہد میں چند نوجوانوں نے ایک جگہ ڈاکہ ڈالا اور گھروالوں کو قتل کر ڈالا۔ قصاص میں یہ لوگ بھی قتل کیے گئے۔ ان مقتول نوجوانوں کے وارث رشتہ دار اور دوست احباب ولید بن عقبہ سے انتقام کی تدبیریں سوچنے لگے۔ ان لوگوں نے ولید بن عقبہ پر شراب نوشی کا الزام لگایا اور ایک وفد کی شکل میں مدینہ پہنچے اور دو گواہوں نے گواہی بھی دے دی۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ نے انھیں مدینہ طلب کر کے ان پر شراب نوشی کی حد جاری کی اور ان کو گورنری سے معزول کر دیا۔ اور ان کے بجائے سعید بن العاصؓ کو گورنر بنادیا۔ شورش پسند گروہ بچلا کیسے بیٹھ سکتا تھا خود گورنر کی مجلس میں ایک روز لڑ پڑے اور ایک نوجوان کو زد و کوب کیا۔

آخر انھوں نے عام مجلس منعقد کرنا بند کر دی۔ اس گروہ کے پاس جابجا گورنر کو برا بھلا کہنے اور ان کے خلاف شورش پھیلانے کے سوا اور کوئی مشغلہ ہی نہ تھا۔ آخر گورنر نے اس گروہ کے متعلق حضرت عثمانؓ کو لکھا کہ ان لوگوں سے نجات دلائی جائے۔ حضرت عثمانؓ نے اس گروہ کو شام بھیجا لیکن امیر معاویہؓ بھی ان سے تنگ آ گئے تو پھر ان کو عبد بن خالد کے پاس حص بھیجا گیا۔ عبد الرحمنؓ نے ان کے سب کس بل نکال دیے۔ انھوں نے توبہ کر لی۔ اور ان کو پھر کوفہ آنے کا موقع مل گیا۔ یہ لوگ کچھ دن تو بشریف بنے رہے اس کے بعد پھر شورش برپا کرنا اور انتشار پھیلانا شروع کر دیا۔ عبد اللہ بن سبا جب کوفہ پہنچا تو اس نے اسی گروہ کو اپنے مقصد کے لیے مناسب سمجھا اور اس نے انہیں اپنی خفیہ پارٹی میں شامل کر لیا۔

شام میں

شام کے گورنر حضرت عمارؓ کے زمانہ ہی سے حضرت امیر معاویہؓ تھے انھوں نے اس قسم کے شورش پسندوں کو سینے نہیں دیا۔ عبد اللہ بن سبا نے یہاں ایک دوسرا طریقہ اختیار کیا وہ یہ کہ حضرت ابوذر غفاریؓ جیسے نیک اور سیدھے آدمیوں کو خلیفہ کے خلاف ابھارا اور پبلک کو خلیفہ سے برگشتہ کرنے کے لیے استعمال کیا۔ اس نے حضرت ابوذرؓ سے کہا کہ معاویہؓ حکومت کے خزانہ کو اللہ کا مال کہتے ہیں تاکہ اس میں مسلمانوں کا حق ثابت نہ ہو سکے۔ حضرت ابوذرؓ سیدھے حضرت امیر معاویہؓ کے پاس پہنچے اور ان سے بڑی گرم گرم گفتگو کی۔ حضرت امیر معاویہؓ نے کہا ہم اور آپ، ہمارا سارا مال و دولت سب اللہ کی ملکیت ہے۔ غیر آئندہ میں مسلمانوں کا مال کہہ دیا کروں گا۔

عبد اللہ بن سبا ابوذرؓ کے پاس بھی پہنچا اور ان کو بھی حضرت امیر معاویہؓ کے خلاف ابھارا۔ انھوں نے صاف کہہ دیا۔ مجھے تو، تو یہودی معلوم ہوتا ہے۔ اس کے بعد وہ حضرت عبادہ بن صامتؓ کے پاس پہنچا۔ وہ اسے پکڑ کر حضرت امیر معاویہؓ کے پاس لے آئے اور کہا یہی شخص ہے کہ جس نے ابوذرؓ کو بھڑکا کر آپ کے پاس بھیجا تھا۔ غرض کہ حضرت ابوذرؓ بھی اسی قسم کے خیالات برابر پھیلانے لگے کہ مسلمانوں کو دوسرے وقت کا کھانا بھی جمع نہ کرنا چاہیے۔ حالانکہ زکوٰۃ نکال کر آدمی اگر پس انداز کرتا ہے تو یہ بالکل جائز ہے۔ حضرت ابوذرؓ کو حضرت عثمانؓ نے مدینہ بلا لیا۔ انھوں نے وہاں بھی انہیں خیالات کی اشاعت شروع کر دی لیکن

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں کسی کو ترک دینا پر مجبور نہیں کر سکتا۔

مصر میں

مصر کے والی عبداللہ بن ابی سرح تھے۔ عمرو بن العاصؓ کے مقابلہ میں لوگ ان کو پسند نہیں کرتے تھے۔ افریقیہ کی مہم بھی انھیں درپیش رہتی تھی۔ قیصر سے بھی ہر وقت اندیشہ تھا اس لیے اندرونی معاملات کی طرف توجہ دینے کا انھیں موقع کم ملتا تھا، اس کے علاوہ مصر میں حضرت عثمانؓ کے دو مخالف اور تھے ایک محمد بن ابی حذیفہ، یہ یتیم تھے تو حضرت عثمانؓ ہی نے انھیں پالا پوسا تھا۔ جب یہ بڑے ہوئے تو انھوں نے کسی عہدے پر فائز کرنے کا مطالبہ کیا۔ حضرت عثمانؓ نے ان کے اندر ایسی صلاحیت نہیں پائی۔ ان کا مطالبہ رد کر دیا۔ اس لیے یہ حضرت عثمانؓ کے مخالف ہو گئے۔ دوسرے محمد بن ابی بکر تھے۔ ان کے والد کے انتقال کے بعد ان کی والدہ سے حضرت علیؓ نے نکاح کر لیا تھا اس لیے یہ بھی حضرت علیؓ کی گود میں پلے تھے۔ ان پر کسی کا کوئی مطالبہ تھا۔ حضرت عثمانؓ نے بغیر کسی رعایت کے ان سے وہ مطالبہ دلا دیا۔ اس لیے یہ بھی حضرت عثمانؓ کے مخالف ہو گئے۔

عبداللہ بن سبا مصر پہنچا تو انہیں لوگوں کو اس نے اپنے مطلب کے لیے موزوں سمجھا اور ان کو اپنی پارٹی میں شامل کر لیا۔ مصر میں عبداللہ بن سبا کی کامیابی اور اس کے ہم نواؤں کی کثرت کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ قیصر روم نے ایک زبردست بحری بیڑا مسلح مصر پر مسلمانوں پر چڑھائی کے لیے بھیجا۔ اس سے مقابلہ کے لیے عبداللہ بن ابی سرح اسلامی بیڑے کر نکلے۔ اس موقع پر بھی محمد بن ابی حذیفہ اور محمد بن ابی بکر نے مجاہدین کو خلیفہ وقت اور امیر مصر کے خلاف بھڑکایا۔

ان مرکزی مقامات کے علاوہ دیگر مقامات میں بھی اس انداز سے کام کیا گیا اور ہر جگہ خلیفہ اور حکام اور عاملین کے خلاف عام پبلک کا ذہن خراب کرنے کی مہم کو شش کی گئی ہر جگہ کے لوگ سمجھنے لگے بس ہم ہی سکھ سے ہیں بقیہ ہر جگہ کے لوگ مصیبت کے دن گزار رہے ہیں۔

مدینہ میں

مدینہ میں خاصی تعداد میں ایک باوقار جماعت ایسی موجود تھی جو حضرت عثمانؓ کے بجائے حضرت علیؓ کو پسند کرتی تھی اس جماعت کو عبداللہ بن سبا

اپنا آلہ کار تو نہ بنا سکا، البتہ چاروں طرف کے فرضی خطوط کے نتیجے میں یہ لوگ عمال حکومت کی طرف سے بدگمان ضرور ہو گئے اور سمجھنے لگے کہ مدینہ کے علاوہ ہر جگہ ہڑ بونگ ہے اور لوگ ظلم و ستم کا شکار ہیں۔

اصلاح حال کی کوششیں

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اصلاح حال کی کوششوں میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، اپنے مندرجہ ذیل کوششیں کیں :

۱۔ عمال کی مجلس شوریٰ | ۳۴ھ میں حضرت عثمانؓ نے اصلاح حال کی غرض سے گورنروں کی مجلس شوریٰ منعقد کرنے کا فیصلہ کیا۔ آپ نے تمام گورنروں کو لکھ بھیجا کہ حج کے موقع پر سب لوگ مجھ سے ملاقات کریں اور اہم امور میں مشورہ دیں۔

جب یہ لوگ اکٹھا ہوئے تو آپ نے اس ہڑ بونگ اور فتنہ کی حقیقت پر اظہار خیال کرنے کے لیے کہا۔ سب نے کہا کہ یہ سارا فتنہ چند مفسدین کا اٹھایا ہوا ہے ورنہ کہیں بھی کچھ نہیں ہے اور اس کا مقصد خلیفہ اور عمال کو بدنام کرنا ہے۔ اس کے بعد حضرت عثمانؓ نے فرمایا اس فتنہ کو ختم کرنے کی تدابیر کیا ہو سکتی ہیں، مختلف لوگوں نے مختلف تدابیر بتائیں۔ مثلاً :

۱۔ حضرت امیر معاویہؓ نے کہا امیر المؤمنین ہر صوبہ کا والی اپنے صوبے کی ذمہ داری لے اور میں اپنے صوبہ کا ذمہ دار ہوں۔

۲۔ عبداللہ بن عامر نے کہا ان لوگوں کو کسی جانب جہاد کے لیے بھیج دیجئے۔ نہ یہ لوگ شہروں میں ہوں گے اور نہ فتنہ برپا کر سکیں گے۔

۳۔ عبداللہ بن سعد نے کہا یہ لوگ روپے پیسے اور دولت کے بھوکے ہیں۔ ان کے آگے سیم و زر کا لقمہ ڈال کر ان کا منہ بند کر دیجئے۔

۴۔ سعید بن عاص نے کہا جو لوگ فتنہ کی جڑ اور فساد انگیزی کے لیڈر ہیں انہیں قتل

کرادیجئے۔

۵۔ حضرت عمرو بن العاصؓ نے فرمایا آپ بیجا نرمی برتتے ہیں اسی کا یہ شاخسانہ ہے نرمی کی جگہ نرمی اچھی ہوتی ہے لیکن سختی کی جگہ نرمی سے مفیدین کو شہ ملتی ہے اور ان کے حوصلے بلند ہوتے ہیں۔

غرض کہ عام طور سے گورنروں کی رائے سختی سے نمٹنے کی تھی لیکن حضرت عثمانؓ نے اس رائے پر عمل کرنے سے انکار کر دیا۔ اور عثمانؓ کو رخصت کر دیا۔ حضرت امیر معاویہؓ نے عرض کیا مجھے مدینہ کے حالات بھی اچھے نظر نہیں آتے۔ آپ میرے ساتھ شام چلیے۔ لیکن حضرت عثمانؓ نے جو اہل رسول اللہؐ کو چھوڑنے سے انکار کر دیا۔ پھر انھوں نے فرمایا اگر آپ اجازت دیں تو ایک فوج شام سے آپ کی حفاظت کے لیے بھیج دوں۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا میں رسول اللہؐ کے پڑوسیوں کو تکلیف دینا بھی پسند نہیں کرتا۔

۲۔ تحقیقاتی کمیشن | دوسرا کام آپ نے اصلاح حال کے سلسلہ میں یہ کیا کہ حالات معلوم کرنے کے لیے مختلف جگہ کمیشن بھیجے تاکہ صحیح صورت حال معلوم ہو سکے۔ چنانچہ حضرت محمد بن مسلمہؓ کو کوفہ، حضرت اسامہ بن زیدؓ کو بصرہ، عبداللہ بن عمرؓ کو شام، اور عمار بن یاسرؓ کو مصر بھیجا۔ ان سب حضرات نے واپس آکر رپورٹ دی کہ ہر جگہ امن و سکون ہے۔ کہیں کوئی بے چینی نہیں ہے مگر حضرت عمار بن یاسرؓ واپس نہیں آئے۔ والی مصر نے اطلاع دی کہ وہ مخالفین کے ساتھ مل گئے ہیں۔

۳۔ الزامات کے جوابات | تیسری کوشش حضرت عثمانؓ نے یہ کی کہ مفیدین کے الزامات کے جوابات دیئے۔ اور شورش

پسندوں کی غلط فہمیاں دور کرنے کی کوشش کی مگر جہاں ایک طے شدہ منصوبہ اور پروگرام کے تحت شرارت اور سازش پیش نظر ہو وہاں ایک بار کیا ہزار بار بھی وضاحت کی جائے اور دلائل کی روشنی میں جوابات دیئے جائیں، مگر اس کا کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا۔ اصل میں مفیدین کا یہ منصوبہ تھا کہ گورنر جب مجلس شوریٰ میں شرکت کے لیے

جائیں تو ہر جگہ عام بغاوت برپا کر دی جائے مگر اس پر وہ لوگ عمل نہیں کر سکے۔ البتہ اشتر نجفی کوفہ کے فسادوں کی ایک فوج لے کر نکلا۔ اس نے کوفہ کے گورنر، سعید بن عاص کو شہر میں داخل نہیں ہونے دیا۔ حضرت عثمانؓ نے اہل کوفہ کی مرضی کے مطابق حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو کوفہ کا گورنر بنا دیا۔

مفسدین نے آپس میں خط و کتابت کر کے طے کیا کہ کوفہ، بصرہ اور مصر تینوں مرکزی مقامات سے دُور دراز ہوں اور مدینہ کے قریب پہنچ کر اکٹھا ہو جائیں اور ظاہر یہ کریں کہ ہم اصلاح حال کی کوششوں کے سلسلہ میں خلیفہ سے شکایات کرنے میں جارہے ہیں۔ ان و فود کے آنے کا جب حضرت عثمانؓ کو علم ہوا تو انھوں نے دو افراد جن کو مفسدین اپنا ہمنوا سمجھتے تھے ان کے پاس بھیجا تاکہ ان کا عندیہ معلوم کریں۔ انھوں نے بتایا ہم فرضی شکایتیں بیان کریں گے اور جب شکایات کی کوئی حقیقت ہی نہیں ہے تو ان کا تدارک کیا ہوگا۔ واپس ہو کر مشہور کریں گے کہ ہم نے حجت پوری کر دی ہے۔ خلیفہ اصلاح کے لیے آمادہ ہی نہیں ہیں۔ پھر آئندہ حج کے زمانے میں کثیر تعداد میں فوجیں لائیں گے۔ اور طاقت کے زور سے یا تو ان کو معزول کر دیں گے یا قتل کر ڈالیں گے۔ لیکن حضرت عثمانؓ نے ان کے ارادے سنے تو ہنس کر ٹال دیا۔ اس کے بعد مدینہ منورہ پہنچے تو حضرت عثمانؓ نے انھیں اور مہاجرین اور انصار کو اکٹھا کر کے مندرجہ ذیل تقریر کی اور ان کے شکوک و شبہات دور کرنے کی ایک آخری کوشش فرمائی۔

حضرت عثمانؓ کی تقریر

آپ نے حمد و صلوٰۃ کے بعد فرمایا :

- ۱۔ میرے اوپر ایک الزام یہ ہے کہ میں نے سنت رسول اللہؐ کی خلاف ورزی کی ہے۔ میں نے دو رکعت کے بجائے چار رکعت نماز پڑھی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ میں نے مکہ پہنچ کر اقامت کی نیت کر لی تھی کیونکہ میرے اہل و عیال یہاں تھے۔ اس لیے میں نے قصر

نہیں کیا پوری نماز پڑھی۔

۲۔ میرے اوپر دوسرا الزام یہ ہے کہ میں نے کچھ چرا لیا ہے اپنے لیے مخصوص کر لی ہیں۔ یہ الزام سراسر غلط ہے۔ میں نے اپنے لیے کوئی چرا لیا کہ مخصوص نہیں کی ہے۔ بیت المال کے مولیشیوں کے لیے جو چرا لیا ہے پہلے سے مخصوص تھیں وہ اب بھی ہیں۔

۳۔ میرے اوپر تیسرا الزام یہ لگایا جاتا ہے کہ قرآن کئی مصاحف میں تھا میں نے ایک ہی کو باقی رکھا، باقی کو ضائع کر دیا یہ بالکل بہتان ہے۔ قرآن تو ایک ہی تھا اور ایک ہی ہے۔ میں نے اسی کی نقلیں پوری اسلامی سلطنت میں بھیجی ہیں۔

۴۔ چوتھا الزام یہ ہے کہ میں نے حکم بن ابی العاص کو طائف سے واپس بلا لیا ہے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جلاوطن کر دیا تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں واپس بلانے کی مجھے اجازت دے دی تھی، میں نے حضور کی اجازت پر عمل کیا ہے۔

۵۔ پانچواں الزام مجھ پر یہ ہے کہ میں نے نوجوانوں کو عامل مقرر کر دیا ہے۔ میں نے جن لوگوں کو بھی کوئی منصب سپرد کیا ہے وہ اہلیت کی بنا پر کیا ہے اور نوجوان ہونا کوئی عیب نہیں ہے۔ حضور نے خود اسامہؓ کو سپہ سالار بنایا تھا حالانکہ وہ ان لوگوں سے بھی کم عمر تھے۔

۶۔ چھٹا الزام مجھ پر یہ ہے کہ عبداللہ بن ابی سرح کو مال غنیمت کا پانچواں حصہ انعام کے طور پر دے دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخینؓ نے بھی ایسا کیا ہے۔ میں نے مال غنیمت کے پانچویں حصہ کا پانچواں دیا تھا وہ بھی جب مجھے معلوم ہوا کہ اہل لشکر کو ناگوار ہے تو واپس لے لیا اور فوج میں ہی تقسیم کر دیا۔

۷۔ مجھ پر ساتواں الزام یہ ہے کہ میں اقرباء پروری اور خویش نوازی کرتا ہوں تو واقعہ یہ ہے کہ میں یہ سب کچھ اپنی جیب خاص سے کرتا ہوں۔ بیت المال کو میں خدا اور خلق کی امانت سمجھتا ہوں۔

۸۔ آٹھواں الزام یہ لگایا گیا ہے کہ میں نے کچھ لوگوں کو جاگیریں دی ہیں مگر ایسا نہیں ہے۔

بلکہ مفتوحہ علاقوں میں مہاجرین اور انصار کو جو جاسیدیں ملی تھیں ان پر کچھ مہاجرین اور انصار کی اولاد تا بعض ہے یہ وہ لوگ ہیں جو وہیں رہنے لگے لیکن جو لوگ واپس آ گئے۔ وہ اپنی جائیدادوں سے استفادہ نہیں کر سکتے تھے ان کی زمینیں فروخت کر کے ان کی رقتیں میں نے ان کے مالکوں کو دے دی ہیں۔

لیکن مفسدین نے اپنے اپنے علاقوں میں جا کر مشہور کیا کہ ہم نے خلیفہ کے سامنے تمام شکایتیں رکھیں لیکن وہ اصلاح حال کے لیے تیار نہیں ہیں۔

حضرت عثمانؓ کی شہادت

فتنہ پردازوں نے خط و کتابت کے ذریعے طے کیا کہ شوال کے مہینے میں بصرہ، کوفہ اور مصر سے انقلابی ایک ایک ہزار کی تعداد میں مختلف چھوٹے چھوٹے قافلوں کی شکل میں حج کے بہانے روانہ ہوں اور مدینہ پہنچ کر تلوار کے ذریعہ اپنے عزائم پر عمل کریں۔ مدینہ کے قریب پہنچ کر اہل بصرہ ذمی خشب میں، اہل کوفہ اعوص میں اور اہل مصر ذی مروہ میں بٹھیرے۔ مصری وفد حضرت علیؓ سے ملا۔ بصرہ کا وفد حضرت طلحہؓ سے ملا۔ کوفہ کا وفد حضرت زبیرؓ سے ملا۔ تینوں حضرات سے ان لوگوں نے مدد کی درخواست کی لیکن تینوں نے ان لوگوں کو جواب دیا کہ ہم لوگ تمہاری مدد نہیں کر سکتے حضرت عثمانؓ کو باغیوں کے ارادوں کا علم ہوا تو انہوں نے حضرت علیؓ اور حضرت محمد بن مسلمہ کو ان کے پاس بھیجا۔ ان حضرات نے باغیوں کو سمجھا سمجھا کر واپس کر دیا۔ اس کے بعد حضرت عثمانؓ نے مسجد میں ایک پُر زور خطبہ دیا اور فرمایا اگر مجھ سے کوئی نعرہ شہوتی ہے تو اس سے میں خدا کی پناہ چاہتا ہوں اور اہل الرائے حضرات سے درخواست کرتا ہوں کہ مجھے مشورہ دیں کہ میں کیا کروں؟ میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں آپ حضرات کے مشورہ کے مطابق کام کروں گا۔

اس کے بعد مدینہ کے لوگ سمجھے کہ جھگڑا ختم ہو گیا مگر ان کی حیرت کی انتہا

نہیں رہی جب چند روز کے بعد ہی ایک دن اچانک انھوں نے شور و منگامہ دیکھا اور سنا۔ معلوم ہوا کہ انقلاب پسند واپس آگئے ہیں، کیوں کہ مصری قافلہ نے راستہ میں مدینہ سے مصر کو جانے والے ایک تیز رفتار قاصد کو دیکھا اور اس کی تلاشی لی تو اس کے پاس خلیفہ وقت کا ایک فرمان نکلا جس میں تحریر تھا کہ مصری قافلہ کے لوگ مصر پہنچیں تو انھیں قتل کر دیا جائے۔ اس لیے ہم واپس آگئے۔ حضرت عثمانؓ سے معلوم کیا تو انھوں نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ اہل مصر نے کہا آپ کی اونٹنی پر ایک شخص جاتا ہے اور آپ کی مہر سے مزین خط اس کے پاس سے نکلتا ہے، اگر آپ کو علم نہیں ہے تب بھی آپ کو خلافت کا حق نہیں ہے کہ لوگوں کے قتل کا فرمان آپ کی لاعلمی میں صادر ہو جاتا ہے؟

غور کرنے کی ضرورت ہے کہ مصری قافلہ نے اگر یہ خط پکڑا تھا تو اہل بصرہ اور اہل کوفہ جو اپنے اپنے راستوں پر جا رہے تھے اور کافی دور نکل چکے تھے وہ کیسے واپس آگئے۔ معلوم ہوا کہ ایک طے شدہ سازش کے تحت تینوں قافلے گئے اور واپس آئے اور یہ کہانی انھوں نے سنائی۔

باغیوں نے اب طے کر لیا کہ وہ طاقت استعمال کریں گے، خلیفہ کو معزول کریں گے یا پھر قتل کر دیں گے۔ چالیس روز تک وہ حضرت عثمانؓ کا محاصرہ کیے رہے۔ آخر ایک روز انھوں نے پھیلی جانب سے مکان میں داخل ہو کر آپ کو شہید کر دیا۔ شہادت کے وقت آپ قرآن مجید کی تلاوت کر رہے تھے، آپ کے خون کے پھینٹے جس آیت پر پڑے وہ یہ تھی۔

فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝
 ”ان کے مقابلہ میں اللہ تمھارے لیے کافی ہے اور وہی سننے والا اور جاننے والا ہے۔“

آپ کا مکان بہت وسیع تھا محافظین کو علم بھی نہ ہوا اور آپ شہید کر دیئے گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ سَاجِدُونَ ۝ مفدین نے آپ کے مکان کا سامان بھی لوٹ لیا۔ اہل مدینہ خوف و ہراس میں مبتلا تھے۔ شہر پر باغیوں کا قبضہ تھا، تین روز تک آپ کی لاش یونہی پڑی رہی۔ تیسرے روز عشاء سے پہلے صرف، افراد نے آپ کی نماز جنازہ

پڑھی اور آپ کو حش کو کب میں جواب جنت البقیع میں شامل ہے، دفن کر دیا گیا۔

شہادت عثمانؓ کے نتائج

۱۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کا پہلا افسوسناک نتیجہ یہ نکلا کہ امت کا اتحاد ختم ہو گیا۔ اپنے اوصاف، کارناموں اور خدمات کی بنا پر اگرچہ امت میں پہلے بھی مہاجرین اور انصار کے نام سے دو ممتاز گروہ پائے جاتے تھے لیکن وہ ایک دوسرے کے حریف نہیں تھے بلکہ ان کے اندر اسلامی اخوت غالب تھی لیکن اب امت چار فرقوں میں بٹ گئی۔ (۱) شیعہ علیؓ (۲) شیعہ عثمانیؓ (۳) مرجہ (۴) اہل سنت والجماعت۔ شروع میں تو ان چاروں گروہوں کی سیاسی پارٹیوں کی حیثیت تھی۔ بعد میں یہ گروہ مذہبی فرقوں میں تبدیل ہو گئے۔ اور اب ان میں سے صرف شیعہ علیؓ اور اہل سنت والجماعت رہ گئے ہیں۔

شیعہ

ابتداء میں شیعہ علیؓ وہ لوگ تھے جو حضرت علیؓ کو خلافت کا حق دار سمجھتے تھے۔ حضرت عثمانؓ اور ان سے پہلے کے دونوں خلفاء کو خلافت کا اہل نہیں سمجھتے تھے۔ قائلین عثمانؓ بھی انہیں میں سے تھے۔ اس گروہ نے عبداللہ بن سبا کے من گھڑت خیالات اور عقیدے اختیار کر لیے اور بعد میں شیعوں میں بہت سے فرقے ہو گئے۔ مثلاً نصیری، اسماعیلی، اشاعشری، امامیہ، زیدی وغیرہ ان میں سے بعض مثلاً نصیری تو کسی اعتبار سے مسلمان قرار نہیں دیئے جاسکتے۔

مخصوص نظریات

(۱) امامت (یہ شیعوں کی اپنی مخصوص اصطلاح ہے جسے وہ خلافت کے بجائے استعمال کرتے ہیں اور ختم نبوت کے قائل ہونے کے باوجود نبوت کی صفات امام میں فرض کرتے ہیں مثلاً ان کا یہ خیال اور عقیدہ ہے کہ امام مامور من اللہ ہوتا ہے اور نبی کے فرائض میں یہ بھی تھا کہ وہ اپنی صریح وصیت کے ذریعہ امام مقرر کر دے)

(۲) امام معصوم ہوتا ہے اس سے کسی قسم کا گناہ صادر نہیں ہوتا۔ وہ ہر گناہ سے محفوظ

ہوتا ہے۔

(۳) شیعوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت علیؑ کو حضورؐ نے اپنے بعد امام مقرر کیا تھا اور وہ آپؐ کے وصی تھے۔

(۴) امام کا انتخاب مسلمانوں کے ذمہ نہیں ہے ہر امام اپنے پیشرو امام کی وصیت سے مقرر ہوتا ہے۔

(۵) شیعوں کے تمام گروہ اس بات پر متفق ہیں کہ امامت و خلافت حضرت علیؑ اور ان کی اولاد کا حق ہے۔

(۶) معتدل شیعوں کا خیال اور عقیدہ ہے کہ حضرت علیؑ افضل ہیں ان سے بغض رکھنے والے اور ان سے لڑنے والے خدا کے دشمن ہیں۔ دوزخی ہیں ان کا حشر کفار اور مشرکین کے ساتھ ہوگا۔

(۷) معتدل شیعوں کا خیال اور عقیدہ ہے کہ پہلے تینوں خلفاء رضی اللہ عنہم کی خلافت اگر حضرت علیؑ نے تسلیم نہ کی ہوتی تو ہم ان کو دوزخی کہتے مگر حضرت علیؑ نے چونکہ ان کے ہاتھ پر بیعت کی، انھیں سردار تسلیم کیا، ان کے پیچھے نماز پڑھی۔ لہذا ہم ان سے تباہ و نہیں کر سکتے۔

(۸) معتدل شیعوں کا یہ بھی خیال اور عقیدہ ہے کہ علیؑ اور نبیؐ کے درمیان مرتبہ نبوت کے علاوہ کوئی فرق نہیں ہے۔ باقی تمام حیثیتوں میں وہ نبیؐ کے ساتھ تفصیل میں شریک ہیں۔

(۹) متشدد شیعوں کا خیال اور عقیدہ ہے کہ پہلے تینوں خلیفہ غاصب تھے اور جن لوگوں نے ان کو خلیفہ بنایا وہ گمراہ اور ظالم ہیں۔

(۱۰) بعض متشدد شیعہ پہلے تینوں خلفاء اور ان کو خلیفہ بنانے والوں کو کافر بھی کہتے ہیں۔

(۱۱) زیدی شیعوں کا مسلک سب سے نرم اور معتدل ہے۔ وہ حضرت علیؑ کو افضل مانتے ہیں مگر افضل کی موجودگی میں مفضول کی امامت و خلافت کو جائز قرار دیتے ہیں۔

عثمانی عثمانی وہ لوگ تھے جو حضرت عثمانؓ کو حق پر سمجھتے تھے اور ان کو مظلوم شہید قرار دیتے تھے اور قاتلین کو ظالم کہتے تھے اور حضرت عثمانؓ کے خون کا بدلہ لینا از روئے قرآن ضروری سمجھتے تھے۔ ان میں سے اہل شام تو حضرت امیر معاویہؓ کو حضرت عثمانؓ

کارشتہ دار ہونے کی وجہ سے ان کا ولی قرار دیتے تھے اور اہل بصرہ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کو ان کا ولی سمجھتے تھے کیونکہ یہ دونوں حضرات، حضرت عمرؓ کی تجویز کردہ شوریٰ میں تھے۔

مرحبہ | یہ وہ لوگ تھے جو مختلف شہروں اور ملکوں میں جہاد کر رہے تھے اور مسلمانوں کو متہم چھوڑ کر گئے تھے، واپس آئے تو ان کے درمیان تلوار چلیتی دیکھی انھوں نے کہا ہم نہیں کہہ سکتے کون حق پر ہے اور کون حق پر نہیں ہے۔ ہم ان دونوں فریقوں کے معاملے کو اللہ کے سپرد کرتے ہیں اور دونوں کی مغفرت کی توقع رکھتے ہیں۔ مگر آگے چل کر ان لوگوں نے بھی مخصوص نظریات اور عقائد اختیار کر لیے۔

مخصوص نظریات | (۱) ایمان صرف خدا و رسولؐ کی معرفت کا نام ہے عمل اس کی حقیقت میں شامل نہیں ہے۔ ترکِ فرائض اور کبیرہ گناہ کرنے کے بعد بھی ایک شخص مؤمن رہتا ہے۔

(۲) نجات کا مدار صرف ایمان پر ہے ایمان کے ساتھ کوئی محصیت آدمی کو نقصان نہیں پہنچا سکتی ہے۔

(۳) کچھ مرحبہ یہاں تک کہتے ہیں کہ شرک کے علاوہ خواہ کتنے بُرے اعمال کیے جائیں سب بخشتے جائیں گے۔

(۴) اور بعض مرحبہ یہاں تک بڑھ گئے کہ آدمی اگر دل میں ایمان رکھتا ہو تو چاہے وہ بُت پوجے، یہودی بن جائے، عیسائیت اختیار کر لے، زبان سے کفر کا اعلان کرے پھر بھی وہ کامل ایمان والا، ولی اللہ اور جنتی ہو سکتا ہے۔

(۵) بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ضروری تو ہے مگر حکومت کے خلاف زبان کھولنا جائز نہیں خواہ کتنا ہی ظلم و جور کرے۔

(۶) نیکیاں ضرور قبول ہوں گی اور گناہ ضرور معاف ہو جائیں گے۔

(اس طرز فکر کے لوگوں نے فسق و فجور کو بڑھا دیا اور گناہوں پر لوگوں کو جبری کر دیا۔

ظالم حکمرانوں کو ظلم و ستم پر مطمئن کیا۔)

اہل سنت

اہل سنت والجماعت وہ لوگ کہلائے جنہوں نے بے شمار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعینؒ کا معتدل مسلک اختیار کیا کہ ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ دونوں کو حق پر سمجھتے ہیں اور اگر ان میں سے کسی سے کوئی غلطی ہوئی ہے تو وہ اجتہادی غلطی ہے۔ اللہ اسے معاف کرے گا۔ اب اہل سنت میں حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی فقہ پر عمل کرنے والے لوگ شامل ہیں۔ اہل حدیث بھی اہل سنت ہی ہیں۔ ہندوستان میں دیوبندی اور بریلوی دونوں فرقے حنفی فقہ پر عمل کرتے ہیں۔ اصل میں اہل سنت کی پہچان یہ ہے کہ وہ قرآن و سنت کو عقیدہ اور قانون دونوں کا ماخذ قرار دیتے ہیں اور قرآن و سنت ہی پر ایمان و عمل کا مدار سمجھتے ہیں۔ اجتماعیات کے سلسلے میں ان کے خیالات و عقائد مختصر طور پر یہ ہیں:

ان کے بعض عقاید:

- (۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں پھر عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ہیں پھر عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں پھر علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔
- (۲) صحابہؓ سب کے سب عدول اور ثقہ ہیں سب سے محبت ایمان کا تقاضہ ہے۔ ان میں سے کسی سے محبت میں غلو نہیں کرنا چاہیئے اور نہ کسی سے تبری کرنا جائز ہے۔
- (۳) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اور جن لوگوں سے جنگ ہوئی۔ ان کے مقابلہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ زیادہ بکر حق تھے۔

(۴) ایمان زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق کا نام ہے، صرف اقرار یا صرف معرفت کا نام ایمان نہیں ہے۔ عمل ایمان سے الگ ہے یعنی اس کا تقاضہ ہے اور اسی طرح ایمان عمل سے الگ چیز ہے یعنی اس کی جڑ اور بنیاد ہے۔

(۵) گناہ گار کافر نہیں ہو جاتا، ہاں اگر گناہ کو اور اللہ و رسولؐ کی نافرمانی کو کوئی حلال سمجھے گا تو کافر ہو جائے گا۔ کفر عدم ایمان کا نام ہے اور عدم عمل یا ترک عمل یا از کتاب منہتیا کا نام فسق ہے۔

(۶) گناہوں کا ارتکاب مؤمن کو نقصان پہنچاتا ہے، وہ اپنے گناہوں کی وجہ سے دوزخ میں جا سکتا ہے۔

۱، اہل قبلہ کے دوزخی یا جنتی ہونے کا فیصلہ کرنا اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جلیوں میں ان کی نیتوں کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے ہمیں تو سب کے ساتھ حسن ظن رکھنا چاہیے۔ ان کے متعلق کفر یا شرک یا منافقت کا الزام لگانا جائز نہیں ہے۔ (شیعہ، خوارج اور مرجئہ کے انتہا پسندانہ عقاید کے مقابلہ میں اہل سنت والجماعت کے عقاید اعتدال پر مبنی ہیں اور قرآن و سنت سے ثابت ہیں۔)

۲۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے واقعہ سے ایک اور خیرانی یہ پیدا ہوئی کہ خلافت کا فیصلہ انتخاب کے بجائے طاقت کے زور سے ہونے لگا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اگرچہ اکثریت نے خلیفہ تسلیم کر لیا تھا لیکن چونکہ ان کو منتخب کرنے میں قاتلین عثمان آگے آگے تھے اس لیے ان کو مسلمانوں کی خاصی بڑی تعداد نے خلیفہ تسلیم نہیں کیا۔

سیرت و کردار | اگرچہ عرب میں لکھنے پڑھنے کا رواج بہت کم تھا مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لکھنا پڑھنا سیکھا تھا۔ حضورؐ نے آپ کو کاتب وحی مقرر فرمایا تھا۔ آپ اگرچہ ماہر مقرر نہیں تھے پھر بھی آپ تقریر کر لیتے تھے مگر آپ کی تقریر مختصر فصیح اور مؤثر ہوتی تھی۔ آپؓ نے روایت بیان کی ہے کہ قرآن کا پڑھنا پڑھنا سب سے افضل ہے اسی لیے آپ کو قرآن سے شغف تھا آپؓ قرآن کے حافظ تھے لیکن آج کل کے حافظوں کی طرح صرف الفاظ کے حافظ نہیں تھے بلکہ ہر آیت کی شان نزول اور اس کے حقیقی مفہوم سے خوب واقف تھے۔ قرآن سے استدلال کرنے احکام اور مسئلے اخذ کرنے کا آپ کو ملکہ حاصل تھا۔

آپؓ حدیث بیان کرنے میں بڑے ماہر تھے۔ آپ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص میری طرف وہ بات منسوب کرے گا جو میں نے نہیں کہی ہے تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔ آپؓ اگرچہ اکابر مجتہدین میں شامل نہیں ہیں مگر مجتہد کے منصب پر فائز ہیں۔ علم فرائض کی تدوین میں حضرت زید بن ثابتؓ کے ساتھ آپ بھی شریک رہے ہیں۔ آپؓ زمانہ جاہلیت میں بھی پارسا، عفیف اور دیانت دار تھے، حیار اور رحمہاں آپ کی خاص صفات تھیں، شراب اور فسق و فجور سے اسلام سے پہلے بھی آپ کا دامن پاک رہا۔

آپؐ خوف خدا اور خیال آخرت سے ترساں اور نرزاں رہتے تھے۔ آپؐ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت بہت زیادہ تھی۔ آپؐ تقریباً تمام غزوات میں شریک ہوئے آپؐ حضورؐ کی خدمت میں بڑے اہتمام سے تحفے پیش کیا کرتے تھے۔ محبت کے ساتھ آپؐ کے دل میں عظمت رسول بھی جاگزیں تھی۔ آپؐ ہمیشہ اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں اتباع رسولؐ کا اہتمام فرماتے تھے۔ آپؐ کی امتیازی اور نمایاں صفت جی تھی۔ حضورؐ بھی اس کا لحاظ فرماتے تھے، آپؐ بند غسل خانے میں بھی برہنہ ہو کر غسل نہیں کرتے تھے، آپؐ اگرچہ دولت مند آدمی تھے مگر عیش پسند اور آرام طلب نہیں تھے، رئیسوں کے سے ٹھاٹ باٹھ آپؐ نے کبھی اختیار نہیں فرمائے۔ اپنی بیویوں کو بھی عیش و عشرت سے باز رکھا۔

آپؐ کی تواضع اور سادگی کا یہ عالم تھا کہ لڑکھی غلام اور نوکر چاکر موجود تھے اس کے باوجود اپنا کام اپنے ہاتھ سے کرتے تھے۔ رات کو تہجد کے واسطے اٹھتے تو وضو وغیرہ کا اہتمام خود ہی کر لیتے، اگر کوئی سخت کلامی سے پیش آتا تو آپؐ اسے نرمی سے جواب دیتے۔ ایک دفعہ کسی نے آپؐ کے والد پر طعنہ زنی کی تو آپؐ نے فرمایا عہد اسلام میں زمانہ جاہلیت کا تذکرہ کیا۔ ایک روز کسی نے خطبہ کے دوران کہا ”عثمانؓ توبہ کرو! اور اپنی بے اعتدالیوں سے باز آ جاؤ“ آپؐ فوراً ہی قبلہ رو ہو گئے اور عرض کیا ”اے اللہ میں تجھ سے سب سے پہلے توبہ کرتا ہوں“ آپؐ کے ایثار کا یہ حال تھا کہ بارہ برس خلافت کا بار اٹھایا اور ایک حبہ بھی تنخواہ نہیں لی۔ اس طرح ہزار ہا کی رقم مسلمانوں کے لیے چھوڑ دی۔ فیاضی اور سخاوت میں آپؐ تمام ہم عصروں میں نمایاں اور ممتاز تھے۔ بیرونہ نام کا کنواں ایک یہودی کا تھا وہ مسلمانوں کو بغیر قیمت پانی نہیں لینے دیتا تھا۔ آپؐ نے بیس ہزار درہم میں خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا، ایک بڑی رقم صرف کر کے مسجد کی توسیع کی۔ غزوہ تبوک کے موقع پر نصف فوج کا ساز و سامان تنہا آپؐ نے فراہم کیا۔ اس کے علاوہ تین سو اونٹ مزید سامان سے لے کر ہوئے پیش کیے۔ حضورؐ نے آپؐ کو عادی۔ آپؐ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتے اور صلہ رحمی کرتے تھے۔ احباب کے ساتھ بھی بہترین برتاؤ کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت طلحہؓ نے ایک بڑی رقم قرض لی اور کچھ عرصہ کے بعد جب واپس کرنے آئے تو آپؐ نے لینے سے انکار کر دیا۔

آپ میں صبر و تحمل بہت زیادہ تھا۔ چنانچہ باغیوں کی زیادتیوں پر بے مثال اور بے نظیر صبر و تحمل کا ثبوت دیا۔ آپ ہر جمعہ کو ایک غلام آزاد کرتے تھے اور ہر تیسرے دن روزہ رکھتے تھے اور رات کا بیشتر حصہ نماز میں گزارتے تھے اور دن میں کارخلافت انجام دیتے تھے اور ہر سال حج کرتے تھے۔ خود ہی امیر الحج کے فرائض انجام دیتے تھے۔ صرف آخری سال محصور ہونے کی وجہ سے حج نہیں کر سکے۔ اللہ نے آپ کو شہادت کے عظیم منصب سے سرفراز کیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم حضرت عثمانؓ کی خوبیاں اپنے اندر پروان چڑھانے کی کوشش کریں۔ آمین۔

خلافت عثمانی کے صوبے اور گورنر

نمبر شمار	صوبے	گورنر
۱	مکہ	عبداللہ بن حفص
۲	طائف	قاسم بن ربیعہ
۳	صنعا	یعلیٰ بن منبہ
۴	جند	عبداللہ بن ربیعہ
۵	بصرہ	عبداللہ بن عامر
۶	شام	معاویہ بن ابی سفیان
۷	حمص	عبدالرحمن بن خالد
۸	قنسرین	حبیب بن مسلمہ فہری
۹	اردن	ابوالاعود سلمیٰ
۱۰	کوفہ	ابوموسیٰ اشعریؓ
۱۱	قرقیاہ	جریر بن عبداللہ بکلی
۱۲	آذربائیجان	اشعب بن قیس کندی
۱۳	حلوان	عتبہ بن نہاس
۱۴	فلسطین	علقمہ بن حکم کنانی
۱۵	ہاہ	مالک بن حبیب
۱۶	رے	سعید بن قیس
۱۷	مصر	عبداللہ بن سعد (۳۵ھ)
۱۸	ہمدان	نسیر
۱۹	اصفہان	ساب بن اقرع

نوٹ:- بڑے صوبے صرف پانچ تھے مصر، شام، کوفہ، بصرہ۔ قنسرین۔ ان مقامات کے گورنر، گورنر جنرل کی حیثیت رکھتے تھے باقی مقامات انہیں کے ماتحت ہوا کرتے تھے۔

حضرت عثمانؓ کے کارنامے

- ۱۔ اسکندریہ، آرمینیا، آذربائیجان اور خراسان وغیرہ کی بغاوتوں کو بحسن و خوبی فرو کیا۔
- ۲۔ افریقہ میں طرابلس، برونہ اور مراکش فتح ہوئے۔
- ۳۔ ایران کی فتوحات کو آخری حد تک پہنچایا۔
- ۴۔ ایران سے آگے افغانستان، خراسان اور ترکستان میں فتوحات ہوئیں۔
- ۵۔ آرمینیا اور آذربائیجان سے آگے فتوحات کا دائرہ بڑھا اور اسلامی سرحد کو قاف تک پھیل گئی۔
- ۶۔ ایشیا و کوچک کا ایک خاصہ حصہ فتح کر کے شام میں شامل کیا گیا۔
- ۷۔ بحری فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا۔ قبرص فتح ہوا۔ قیصر روم کے بحری بیڑہ کو شکست دی گئی۔
- ۸۔ حاکمیت خدا اور انسانی خلافت کی بنیاد پر حکومت کو برقرار رکھا اور اسلامی نظریات کو فروغ دیا۔
- ۹۔ شورشیت کو برقرار رکھا اور خزانہ کو خدا اور خلق کی امانت سمجھا۔
- ۱۰۔ قرآن کی تعلیم عام کی ایک ہی قرأت پر لازم کر کے قرآن کی حفاظت کا اہتمام کیا۔
- ۱۱۔ مسجد نبوی کی توسیع کی۔
- ۱۲۔ عدل و انصاف، امانت و دیانت کے ساتھ حکومت کی اور ذہنیوں کے حقوق کی ادائیگی کا اہتمام کیا۔
- ۱۳۔ آپ نے مخالفین کو پورا موقع دیا کہ وہ اپنے خیالات کو پھیلایں اور اپنی کوششیں بروئے کار لائیں۔ اس طرح آپ نے اپنے عمل سے ثابت کر دیا کہ آپ کی حکومت کو ٹیڑھپ اور آمریت نہیں تھی بلکہ آپ کی حکومت میں عوام کو فکر و خیال اور کوشش کی پوری آزادی حاصل تھی۔
- ۱۴۔ مخالفین کو آپ نے ہر طرح سمجھانے کی اور مطمئن کرنے کی کوشش کی، تحقیقاتی کمیشن بھیجے، عمال کی مجلس شوریٰ بلائی۔ ان کے ہر اعتراض کا جواب بر ملا دیا۔
- ۱۵۔ جان دے دی مگر خونریزی کا آغاز اپنی طرف سے نہیں کیا۔

حضرت عثمانؓ اور خلافت عثمانی کا نام چار ط

- ۱۔ پیدائش ۴۷ ق ھ
- ۲۔ آپؓ نے اسلام قبول کیا ۱۳ ق ھ
- ۳۔ حبشہ کو ہجرت کی ۸ ق ھ
- ۴۔ رومی کنواں خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کیا ۱ ھ
- ۵۔ حضورؐ نے غزوہ ذات الرقاع کے موقع پر مدینہ میں اپنا قائم مقام مقرر کیا ۲ ھ
- ۶۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر حضورؐ نے اپنا سفیر بنا کر مکہ بھیجا۔ ۶ ھ
- ۷۔ غزوہ تبوک کے ایک تہائی مصارف برداشت کیے ۹ ھ
- ۸۔ مجلس شوریٰ کے رکن اور خلیفہ کے مشیر خصوصی رہے۔ از ۱۱ ھ تا ۲۳ ھ
- ۹۔ خلیفہ منتخب ہوئے ۲۳ ھ
- ۱۰۔ حضرت عمرؓ کی وصیت کے مطابق مغیرہ بن شعبہؓ کے بجائے سعد بن ابی وقاصؓ کو کوفہ کا گورنر بنایا۔ ۲۴ ھ
- ۱۱۔ افریقہ اور ایشیا کو چمک میں فتوحات حاصل ہوئیں۔ اسکندریہ کی بغاوت فرو کی گئی۔ ۲۵ ھ
- ۱۲۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ معزول کیے گئے اور ولید بن عقبہؓ کو کوفہ کا گورنر بنایا گیا۔ ۲۶ ھ
- ۱۳۔ عمرو بن العاصؓ معزول کیے گئے، عبداللہ بن ابی مرہح ان کے بجائے مہر کے گورنر ہوئے۔ ۲۷ ھ
- ۱۴۔ حضرت امیر معاویہؓ نے جزیرہ قبرص فتح کیا۔ ۲۸ ھ
- ۱۵۔ والی بصرہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ معزول ہوئے اور عبداللہ بن عامر گورنر ہوئے۔ ۲۹ ھ
- ۱۶۔ افغانستان، ترکستان اور خراسان میں فتوحات ہوئیں۔ ۳۰ ھ
- ۱۷۔ قبقرہ روم کے غلام بھری بیڑہ کو شکست دی گئی۔ یزدگرد مارا گیا۔ ۳۱ ھ
- ۱۸۔ حضرت امیر معاویہؓ نے قسطنطنیہ پر حملہ کیا اور عبداللہ بن عامر نے مردود طالقان فاریاب اور جرجان فتح کیے۔ ۳۲ ھ
- ۱۹۔ ارض روم میں حصن المرۃ پر حملہ کیا گیا۔ ۳۳ ھ
- ۲۰۔ طرابلس کی بغاوت کو فرو کیا گیا۔ عمال کی مجلس شوریٰ منعقد کی۔ ۳۴ ھ
- ۲۱۔ تحقیقاتی وفد بھیجے گئے۔ حضرت عثمانؓ شہید کر دیے گئے۔ ۳۵ ھ

دور عثمانی میں اسباق

۱۔ سب سے اہم سبق یہ ملتا ہے کہ حکمران خواہ کتنا ہی نیک متقی اور خدا ترس ہو لیکن حکمرانی کے لیے جس سختی کی ضرورت ہے اس کا استعمال ضروری ہے اصول کی کسوٹی پر حکمران کو چاہیے کہ اپنے کو بھی سختی سے کسے اور پبلک کو بھی بے راہ نہ ہونے دے۔

۲۔ دوسرا سبق یہ ملتا ہے کہ اسلامی افکار و نظریات عام پبلک کو وہ شعور عطا کرتے ہیں کہ اسلامی مساوات کے بجائے قبائلی یا نسلی یا کسی بھی قسم کی عصبیت کا فروغ وہ برداشت نہیں کر سکتے۔ اور عوام جب کسی وجہ سے بھڑک جاتے ہیں تو پھر وہ کسی حد پر رکتے نہیں ہیں۔

سَوالات

- ۱- حضرت عثمانؓ کا انتخاب کس طرح ہوا؟ اور اس سے کیا اسباق حاصل ہوتے ہیں؟
- ۲- حضرت عثمانؓ کا تعارف اور خلافت سے پہلے کے حالات بیان کیجئے۔
- ۳- دور عثمانی میں کن بغاوتوں کو فرو کیا گیا؟
- ۴- دور عثمانی کی فتوحات پر اظہار خیال کیجئے۔
- ۵- فتنہ داغلیہ کیا تھا اور اس کے اسباب کیا تھے؟
- ۶- عبداللہ ابن سبا کون تھا اس کی خفیہ پارٹی کے خیالات اور طریقہ کار کیا تھا؟
- ۷- عبداللہ بن سبا نے مختلف شہروں میں کیسے تحریک چلائی؟
- ۸- حضرت عثمانؓ نے اصلاح حال کی کیا کیا کوششیں کیں؟
- ۹- حضرت عثمانؓ کی شہادت کا واقعہ بیان کیجئے۔
- ۱۰- خون عثمانؓ کے نتائج پر روشنی ڈالیے۔
- ۱۱- مندرجہ ذیل پر تعارفی نوٹ لکھیے۔
- شیعہ، عثمانی، مرجئہ، اہل سنت والجماعت۔
- ۱۲- عہد عثمانی کے صوبے اور گورنر لکھیے۔
- ۱۳- حضرت عثمانؓ کے کارنامے بیان کیجئے۔
- ۱۴- حضرت عثمانؓ اور آپ کے عہد خلافت کا نام چارٹ بنائیے۔
- ۱۵- خلافت عثمانی کے حدود اربعہ لکھیے۔
- ۱۶- حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت سے آپ نے کیا سیکھا؟

دور علوی رضی

۳۵ تا ۴۰
۶۶۵۶

حضرت علیؑ کا انتخاب

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد مدینہ پر باغیوں کا راج تھا، اکابر صحابہؓ کچھ تو فوجی اور انتظامی ذمہ داروں کے سلسلہ میں دور دراز علاقوں میں تھے۔ کچھ فریضہ حج کے سلسلہ میں مکہ معظمہ گئے ہوئے تھے اور کچھ فتنہ و فساد کی گرم بازاری کی وجہ سے گوشہ نشین ہو گئے تھے یا مختلف اطراف میں نکل گئے تھے اور جو لوگ مدینہ میں تھے، فساد یوں کے غلبہ اور تسلط کی وجہ سے ان کے لیے آزادی رائے کا حق محفوظ نہیں رہا تھا۔

تین دن مسند خلافت خالی رہی۔ مصری قائلہ کا امیر غافقی مسجد نبویؐ میں فرائض امامت انجام دیتا رہا۔ اسی دوران مفسدین میں سے کسی نے خلافت کے لیے حضرت علیؑ کا نام تجویز کیا۔ اور حضرت علیؑ سے اس منصب کو قبول کرنے کی درخواست کی۔ پہلے تو انھوں نے انکار کیا لیکن جب آپؑ نے دیکھا کہ صرف اہل کوفہ اہل بصرہ اور اہل مصر ہی نہیں بلکہ اہل مدینہ بھی اصرار کر رہے ہیں اور پھر ذمہ داری سے فرار بھی ایک مومن کی شان کے خلاف ہے، آپؑ نے یہ گراں ذمہ داری قبول فرمائی۔ حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ نے بھی بیعت کر لی لیکن اس حالت میں کہ اشتر نخعی تلوار کھینچے ہوئے کھڑا ہوا تھا۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور عبداللہ بن عمرؓ نے کہا جب سب لوگ بیعت کر لیں گے تو ہم بھی کر لیں گے۔ انصار میں سے بھی بہت سے اکابر نے بیعت نہیں کی۔ نوابیہ شام کی طرف فرار اختیار کر گئے۔ یہ لوگ حضرت عثمانؓ کا خون آلود کرتا اور حضرت نائلہؓ کی کٹی ہوئی انگلیاں بھی ساتھ لیتے گئے۔ ان دونوں چیزوں کو جامع مسجد دمشق میں مشاہدہ کرایا گیا تو ساتھ ہزار حامیان عثمانؓ نے "انتقام انتقام" کی صدا بلند کی اور روتے روتے ان کا برا حال ہو گیا۔ دوسرے مقامات پر بھی یہی ہوا کہ ایک معتبر تعداد نے اگر بیعت کی تو دوسری معتبر تعداد نے حضرت علیؑ کی بیعت سے انکار کیا۔

حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ نے خلیفہ منتخب ہونے کے بعد ایک فصیح و بلیغ خطبہ دیا جس میں

اسباق

- ۱۔ حضرت علیؓ کو خلیفہ منتخب کرنے میں اگرچہ آگے آگے فسادِ اور باغی تھے لیکن دوسرے اہل مدینہ نے بھی آپؐ کی تائید کی اس لیے حضرت علیؓ نے یہ منصب قبول کر لیا۔ اگر آپؐ یہ منصب قبول نہ کرتے تو اندیشہ تھا کہ فسادِ یوں میں سے کوئی منصب خلافت پر قابض ہو جائے۔ اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ امت کی فلاح و بہبود اور اسلامی اجتماعیت اور خلافت کو بچانے کے لیے ذمہ داری قبول کر لینا چاہیے جس طرح حضرت علیؓ نے ذمہ داری قبول کر لی۔
- ۲۔ خواہ حالات کتنے ہی سخت اور مراحل کتنے ہی دشوار ہوں، ہمت نہیں ہارنا چاہیے اور امت کے اتحاد کو برقرار رکھنے کی خاطر خطرات مول لے کر ذمہ داری کو قبول کر لینا چاہیے۔
- ۳۔ اشتہارِ مخفی نے تو بعض حضرات کو تلوار کے زور سے بیعت کرنے پر مجبور کیا، لیکن حضرت علیؓ نے ایسا نہیں کیا۔ اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ طاقت کے ذریعہ بیعت لینا غلط ہے ورنہ حضرت علیؓ نے سعد بن ابی وقاصؓ اور عبداللہ بن عمرؓ کو بغیر بیعت لیے نہیں پھوڑتے اور اکابر انصار سے بھی طاقت کے زور سے بیعت لیتے۔ ایک مثال بھی حضرت علیؓ کے جبر کی نہیں ملتی ہے۔
- ۴۔ آپؐ نے اپنے خطبہٴ خلافت میں فرمایا اللہ نے زمین حرم کو محترم قرار دیا ہے۔ یہ اس طرف اشارہ تھا کہ جس طرح مرکزِ دین کعبہ حرم اور محترم ہے ایسے ہی مرکزِ حکومت مدینہ منورہ بھی حرم اور محترم ہے اور اسی طرح ہر انسان اور ہر مسلمان کا خون مال اور آبرو بھی محترم ہے تو پھر حضرت عثمانؓ کا خون کس طرح جائز ہو سکتا ہے۔
- ۵۔ آپؐ نے خطبہ میں فرمایا ”مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں“
- ۶۔ آپؐ نے مسلمانوں کو اخلاص اور اتفاق و اتحاد کی طرف متوجہ فرمایا۔

تعارف اور خلافت سے پہلے کے حالات

آپ کا نام ابوالحسن علی ہے۔ ابوالحسن کے علاوہ آپ کی کنیت ابوتراب بھی ہے۔ آپ کا لقب حیدر ہے۔ آپ کے والد کا نام ابوطالب اور والدہ کا نام فاطمہ ہے۔ آپ کی بیوی کا نام بھی فاطمہ ہے۔ آپ بعثتِ نبوی سے دس سال پہلے پیدا ہوئے۔ جس طرح حضور کو حضرت علیؑ کے والد نے اپنی کفالت میں لیا تھا اسی طرح حضرت علیؑ کو حضورؐ نے اپنی کفالت اور پرورش میں لے لیا۔ آپ نے صرف دس برس کی عمر ہی میں پیارے نبیؐ کی دعوت پر غور و فکر کر کے اسے قبول کر لیا تھا۔

سالہ نبوی کی ایک رات حضورؐ نے ہجرت کا ارادہ فرمایا۔ اتفاق سے اسی رات میں کفار مکہ نے بھی آپؐ کے قتل کرنے کا پروگرام بنایا اور رات ہی میں آپؐ کے مکان کو گھیر لیا۔ حضرت علیؑ کو حضورؐ نے اپنے بستر پر اپنی چادر اڑھا کر لیٹنے کی ہدایت فرمائی۔ حضرت علیؑ تلواروں کے سائے میں حضورؐ کی چارپائی پر سو گئے۔ حضورؐ آپؐ کو کفار کی امانتوں کی پھیلیاں سپرد کر کے تشریف لے گئے تھے کہ جن لوگوں کی امانتیں ہیں ان کو بحفاظت پہنچانے کے بعد تم بھی مدینہ آ جانا۔ ۳۰ھ میں حضورؐ نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہؑ کا نکاح آپؐ سے کر دیا۔ کیونکہ عمرِ صحت، ایمان، اخلاق ہر پہلو سے یہ رشتہ موزوں اور مناسب تھا۔ حضرت علیؑ غزوہٴ تبوک کے علاوہ تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ غزوہٴ بدر میں جن تین حضرات نے کفار کے تین افراد سے مقابلہ کیا، ان میں ایک حضرت علیؑ تھے۔ آپؐ نے اپنے حریف ولید کو قتل کرنے کے بعد حضرت عبیدہ کے حریف شبیبہ کو بھی تہ تیغ کیا۔ جنگِ احد میں جو لوگ ثابت قدم رہے تھے ان میں حضرت علیؑ بھی تھے۔ حالانکہ آپؐ کے سر پر زخم لگے تھے مگر اسی جگہ سے نہیں ہٹے۔ غزوہٴ خندق میں بھی آپؐ نے اپنی تلوار کے جوہر دکھائے۔ غزوہٴ خندق میں بنو قریظہ نے غداروں کی ہمتی لہذا اس غزوہ سے فارغ ہوتے ہی بنو قریظہ پر فوج کشی کی گئی۔ اس مہم میں جہنڈا حضرت علیؑ کے پاس تھا اور مقدمۃ الجیش کے افسر بھی آپؐ ہی تھے۔ ۳۰ھ

میں خیبر کے یہودیوں کی امداد کی غرض سے بنو سعد اکٹھا ہو رہے تھے۔ حضورؐ نے ان کی سرکوبی کے لیے حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ سب سے پہلے غزوہ خیبر میں قلعہ قموں جو متعدد سپہ سالاروں سے فتح نہ ہو سکا تھا، حضورؐ نے فرمایا کل میں ایک ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ اور رسولؐ کا محبوب ہے اور اللہ و رسولؐ کو محبوب رکھتا ہے۔ رات بھر لوگ تمنایں کرنے اور دعایں مانگتے رہے کہ صبح کو جھنڈا ہمیں مل جائے۔ صبح کو حضورؐ نے حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان کو جھنڈا دیا اور اللہ نے ان کے ہاتھ سے قلعہ فتح کر دیا۔ یہودیوں کا مشہور سردار مرحب اور اس کا بھائی بھی حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے مارا گیا۔ فتح مکہ کی مہم میں بھی جھنڈا حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا۔ غزوہ حنین میں جو لوگ ثابت قدم رہے تھے ان میں حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ غزوہ تبوک میں حضورؐ نے آپ کو مدینہ میں اپنا قائم مقام بنایا تھا اور فرمایا تھا ”تمہارا میرے ساتھ وہ تعلق ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ حضرت ہارون کو تھا۔ یعنی تم میرے قائم مقام ہو۔“ سب سے پہلے انہوں نے کفار سے پہلا حج ہوا۔ حضرت ابوبکرؓ امیر المومنین تھے۔ سورہ بقرہ کی ابتدائی چالیس آیتیں نازل ہوئیں، ان میں کفار سے برأت کا اعلان ہے، حضرت ابوبکرؓ کی ہارت میں یہ اعلان حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ نے کیا کہ آئندہ کوئی مشرک حج نہیں کر سکے گا۔ اور کفار سے جو معاہدے ہیں وہ چار ماہ بعد ختم ہو جائیں گے۔ حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ، حضورؐ کے عہد میں کاتبِ وحی ہونے کے علاوہ کتابتِ فرامین کے فرائض بھی انجام دیتے تھے۔ حدیبیہ کا صلح نامہ آپؐ ہی نے لکھا تھا۔ حضورؐ نے آپ کو مین کا قاضی بھی مقرر فرمایا تھا۔ اپنے سے پہلے تینوں خلفائے راشدین کے عہد میں مجلس شوریٰ کے رکن اور مشیر خصوصی رہے۔ جن دس بزرگوں کو حضورؐ نے جنت کی خوشخبری سنائی تھی ان میں آپؐ شامل تھے اور حضرت عمرؓ نے جو مجلس شوریٰ تجویز فرمائی تھی اس میں بھی آپؐ شامل تھے۔ حضرت عمرؓ جب بیت المقدس تشریف لے گئے تھے تو آپؐ ہی کو اپنا قائم مقام بنا گئے تھے۔ حضرت عثمانؓ اور باغیوں کے درمیان صلح صفائی کرانے کا فریضہ بھی آپؐ نے انجام دیا تھا۔

عہدِ خلافت کے واقعات

خطبہ خلافت خلیفہ منتخب ہونے کے بعد آپ نے ایک فصیح و بلیغ خطبہ دیا۔ آپ نے فرمایا:

- ۱۔ اللہ تعالیٰ نے حرم کی زمین کو محترم قرار دیا ہے۔
- ۲۔ آپس میں اخلاص اور محبت ضروری ہے۔
- ۳۔ آپس میں اتفاق و اتحاد نہایت ضروری ہے۔
- ۴۔ مسلمانوں کی زبان اور ہاتھ سے مسلمانوں کو دکھ اور تکلیف نہیں پہنچنا چاہیے۔
- ۵۔ خدا کے بندوں سے معاملہ اور برتاؤ کرنے میں خدا سے ڈرو!
- ۶۔ انسان تو انسان، حیوانات اور جمادات کے بارے میں بھی باز پرس ہوگی۔
- ۷۔ خدا کی اطاعت زندگی کے تمام معاملات میں ضروری ہے۔
- ۸۔ اللہ کے اوامر پر چلو اور اس کی نواہی سے بچو!

آپ نے اپنے خطبہ میں اسی قسم کی اور بہت سی ضروری باتیں ارشاد فرمائیں۔

قصاص کا مطالبہ آپ خطبہ خلافت سے فارغ ہوئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت جس میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بھی شامل

تھے، آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ آپ پر بحیثیت خلیفہ کے فرض ہے کہ شرعی حدود جاری فرمائیں لہذا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا قصاص لینے کا فریضہ ادا کرنے کی فکر کیجیے۔ آپ نے فرمایا ”میں ان کا خون ضائع نہیں ہونے دوں گا“ قصاص لوں گا لیکن ابھی موقع نہیں ہے آپ دیکھ رہے ہیں کہ ہم اور آپ مفسدین سے گھرے ہوئے ہیں۔ شہر پر وہ چھائے ہوئے ہیں ذرا حالات قابو میں آجائیں تو میں یہ فریضہ ضرور انجام دوں گا۔“ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سلسلہ میں تفتیش بھی کی، حضرت نائلہ رضی اللہ عنہا سے بھی معلوم کیا لیکن وہ بھی قاتل یا قاتلوں کا نام نہ بتا سکیں غرض کہ شرعی ثبوت فراہم نہ ہونے کی وجہ سے آپ فوری طور پر کوئی کارروائی نہ کر سکے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ
کا خیال تھا کہ یہ سارا

گورنروں کی معزولی کا فرمان

فساد گورنروں میں حکمت عملی کی کمی کی وجہ سے برپا ہوا ہے۔ لہذا انھوں نے تمام عمال کو معزول کر کے نئے گورنروں کو مقرر کرنے کا فرمان جاری کیا۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ مشورہ دیا کہ ”پہلے آپ تمام عمال سے بیعت لے لیجئے۔ اس طرح جب کچھ استحکام حاصل ہو جائے تو جس عامل کو آپ نا اہل سمجھیں اسے معزول کر دیں۔ ایک دم سب کو معزول کر دینا مصلحت کے خلاف ہے۔ خصوصاً حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو معزول کرنا تو کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے کیوں کہ وہ عہد فاروقی سے شام کے گورنر چلے آ رہے ہیں اور ان کے صوبے میں کوئی خلفشار بھی نہیں ہے۔ اس کے علاوہ بیعت سے پہلے ان کو معزول کرنے میں یہ اندیشہ ہے کہ وہ خون عثمان کا مطالبہ کر اٹھ کھڑے ہوں۔ اس طرح ایک نیا خلفشار پیدا ہو جائے۔“ لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کسی وجہ سے اس مشورے کو قبول نہیں فرمایا اور اپنے منصوبے کے مطابق عمل کیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مندرجہ ذیل اشخاص کو نیا گورنر مقرر کیا۔

۱۔ بصرہ کا گورنر عثمان بن حنیف کو بنایا۔

۲۔ کوفہ کا گورنر عمارہ بن شہاب کو بنایا۔

۳۔ مین کا گورنر عبید اللہ بن عباس کو بنایا۔

۴۔ مصر کا گورنر قیس بن سعد کو بنایا۔

۵۔ شام کا گورنر سہیل بن حنیف کو بنایا۔

سہیل بن حنیف اپنے عہدہ کا چارج لینے کی غرض سے روانہ ہوئے تو مقام تبوک میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سواروں نے انھیں آگے بڑھنے نہیں دیا۔ مجبوراً واپس آگئے۔ قیس بن سعد مصر پہنچے تو وہاں تین جماعتیں ہو گئیں ایک نے تو انھیں گورنر تسلیم کر لیا، دوسری جماعت

نے کہا اگر حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ کا قصاص لیا تو ہم ان کے ساتھ ہیں تیسری جماعت نے کہا اگر حضرت علیؓ نے قاتلین عثمانؓ سے قصاص نہ لیا تو ہم ان کے ساتھ ہیں کیونکہ قاتلین ہمارے رشتہ دار ہیں۔ عثمان بن حنیف بصرہ پہنچے تو وہاں بھی دو جماعتیں ہو گئیں ایک حضرت علیؓ کی مخالفت اور ایک ان کی موافق۔ عمار بن شہاب کو بھی کوفہ کے راستہ ہی سے واپس آنا پڑا البتہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے مین پچ کر غلامت اپنے ہاتھ میں لے لی، کیونکہ سابق گورنر علیؓ مکہ روانہ ہو چکے تھے۔

نامہ و پیام | حضرت علیؓ نے ایک خط حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو لکھا اس کا جواب انھوں نے دیا آپ مطمئن رہیے، اہل کوفہ نے میرے ہاتھ پر آپ کی بیعت کر لی ہے دوسرا خط انھوں نے حضرت امیر معاویہؓ کے نام لکھا جس میں اطاعت کرنے یا جنگ کے لیے تیار ہو جانے کو کہا۔ حضرت امیر معاویہؓ نے ایک خط اس کے جواب میں ارسال کیا۔ نفاق پر معاویہ کی جانب سے علیؓ کے نام لکھا تھا اور اندر صرف بسم اللہ لکھی تھی اور سارا کاغذ سادہ تھا۔ اس مذاق پر حضرت علیؓ اور اہل مجلس کو ناگواری ہوئی۔ شامی قاصد نے طلاق ساسانی کے ساتھ کہا میں نے پچاس ہزار شیوخ کو اس حال میں چھوڑا ہے کہ حضرت عثمانؓ کے غم میں روتے روتے ان کا برا حال ہے۔ انھوں نے حضرت عثمانؓ کا خون آلود کرتا نیزوں پر اٹھا رکھا ہے اور — قسم کھائی ہے کہ جب تک خون عثمانؓ کا قصاص نہیں لے لیں گے ان کی تلواریں بے نیام رہیں گی۔ شامی قاصد بنو عبس کا ایک شخص تھا حضرت علیؓ کی طرف سے بھی ایک عبسی خالد بن زفر نے کہا ”اے شام کے قاصد کیا تو ہمیں اہل شام سے ڈراتا ہے۔ خدا کی قسم قمیص عثمانؓ قمیص یوسفؑ نہیں ہے اور نہ غم معاویہؓ غم یعقوبؑ ہے۔ اگر شام میں ان کا غم منانے والے ہیں تو اہل عراق کو ان کا کوئی غم نہیں ہے۔“

حضرت علیؓ نے خون عثمانؓ سے برأت کا اظہار کیا اور جنگ کی تیاری شروع کر دی۔ ان کے صاحبزادے حضرت حسنؓ نے جنگ سے گریز کرنے اور خلافت سے دستبردار ہونے کا مشورہ دیا جسے حضرت علیؓ نے تسلیم نہیں کیا۔

حضرت عائشہؓ کی قصاص پر آمادگی | حضرت عائشہؓ حج سے واپس آرہی تھیں کہ راستہ میں ان کو حضرت عثمانؓ کی

شہادت کی خبر ملی اس سے انھیں بڑا صدمہ پہنچا اور وہ ایسے مکہ تشریف لے گئیں۔ لوگوں نے ایسی کاسبب دریافت کیا تو فرمایا 'عثمانؓ مظلوم شہید ہو گئے اور فتنہ ٹھنڈا پڑتا دکھائی نہیں دیتا، تم لوگ خون عثمانؓ کا قصاص لینے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ بھی حضرت علیؓ سے اجازت لے کر مکہ تشریف لے گئے، انھوں نے بھی فتنہ و فساد جو مدینہ میں بپا ہوا اس سے حضرت عائشہؓ اور دوسرے لوگوں کو آگاہ کیا۔ ان حضرات کے بیان سے حضرت عائشہؓ کے ارادہ میں اہم تبدیلی پیدا ہو گئی اور وہ خون عثمانؓ کا بدلہ لینے کی دعوت دینے اور تیاری کرنے لگیں۔

حضرت علیؓ نے خلافت پوری مملکت اسلامیہ میں ایک طرح کی جنگیائی پیدا ہونے کے کئی اسباب تھے۔ مثلاً:

۱۔ حضرت عثمانؓ کے قاتلین کا پتہ نہ چلنا۔

۲۔ حضرت عثمانؓ کے مخالفین اور دشمنوں کو اپنا ہمنوا اور معاون بنانا اور عہدوں پر فائز کرنا۔

۳۔ تمام عمال عثمانی کو ایک دم معزول کرنا 'انھیں اسباب سے حضرت عائشہؓ کے ارادہ کو خون عثمانؓ کا مطالبہ کرانے کے لیے تقویت ملی۔ عبداللہ بن عامر حفری والی مکہ مروان بن حکم، سعید بن عاص اور حضرت طلحہؓ حضرت زبیرؓ جیسے لوگ بھی حضرت عائشہؓ کے ساتھ ہو کر تیاریوں میں مصروف ہو گئے۔ عبداللہ بن عمرؓ خود شریک نہیں ہوئے اور اپنی بہن حضرت حفصہؓ کو اس تحریک میں حصہ لینے سے باز رکھا۔

بصرہ کو روانگی | حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے لشکر کو لے کر بصرہ کو روانہ ہوئیں، راہ میں جن لوگوں کو بھی علم ہوتا کہ ام المؤمنینؓ قضا ص لینے کی

غرض سے جا رہی ہیں تو وہ ام المؤمنینؓ کے ساتھ ہو لیتا۔ اس طرح آپ کے ساتھیوں میں بلا بڑا اضافہ ہوتا رہا۔ بصرہ

پہنچ کر پڑاؤ کیا حضرت عائشہؓ نے والی بصرہ عثمان بن حنیف کے پاس اپنی آمد کی اطلاع بھیجی۔ انھوں

نے تکلیف فرمائی کہ وجہ دریافت کرنے کی غرض سے دوا شخاص کو بھیجا۔ آپ نے فرمایا 'حضرت

عثمانؓ کو جس ظلم کے ساتھ شہید کیا گیا ہے، اس سے آپ لوگوں کو آگاہ کرنے آئی ہوں، اور

اصلاح حال اور خون عثمانؓ کے سلسلہ میں جو آپ کی ذمہ داریاں ہیں اس کی طرف توجہ دلانا چاہتا

ہوں۔ پھر وہ دونوں صاحبان حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ کے پاس پہنچے اور ان سے یہی سوال

کیا۔ انھوں نے فرمایا ہم خون ناحق کا بدلہ لینے نکلے ہیں۔ ان دونوں نے کہا کیا آپ دونوں حضرت

حضرت علیؓ کی بیعت نہیں کر چکے ہیں، ہاتھوں نے فرمایا۔ ”ہم نے اس حال میں بیعت کی تھی کہ ہمارے سردوں پر تلوار ٹٹک رہی تھی“۔ قاصدوں نے واپس ہو کر عثمان بن حنیف کو رپورٹ پیش کی، اور انھوں نے پختہ ارادہ کر لیا کہ حضرت علیؓ کی جانب سے امداد آنے تک پوری پوری مدافعت کریں گے۔ وہ اپنی فوج لے کر مقام مزہد پہنچے جہاں حضرت عائشہؓ کا لشکر بڑا ہوا تھا۔ دونوں کا آمناسنا ہوا۔ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ نے تقریریں کیں جن میں حضرت عثمانؓ کے فضائل بیان کیے۔

ان کی مظلومیت ثابت کی اور قصاص لینے پر زور دیا، پھر حضرت عائشہؓ نے تقریر کی جو اس قدر مؤثر تھی کہ عثمان بن حنیف کی جانب کے نوجوان بڑی تعداد میں حضرت عائشہؓ کے لشکر میں شامل ہو گئے، حضرت عائشہؓ نے اپنے لشکر کو مقابلہ سے باز رکھا کہ شاید پند و نصیحت سے کام چل جائے لیکن حکیم بن جلد جو سبائی پارٹی کا ایک سردار تھا آگے بڑھا اور ایک دستہ فوج سے حضرت عائشہؓ کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ یہ شام کا وقت تھا بہت جلد اندھیرا ہو گیا، اور لڑائی خود بخود رک گئی دوسرے دن حکیم بن جلد اور عثمان بن حنیف دونوں مقابلہ پر آئے لیکن دوپہر سے پہلے ہی اس شرط پر لڑائی رک گئی کہ معلوم کر لیا جائے کہ طلحہؓ وزبیرؓ نے رضامندی سے حضرت علیؓ کی بیعت کی تھی یا جبراً؟ اگر ثابت ہو جائے کہ جبراً بیعت کی تھی تو بغیر جنگ کے عثمان بن حنیف شہر ان کے حوالے کر دیں گے اور اگر یہ ثابت ہو جائے کہ ان حضرات نے رضامندی سے بیعت کی تھی تو یہ دونوں واپس چلے جائیں گے۔

مدینہ کو روانگی | قاضی بصرہ کعب بن ثورؓ کو تحقیق حال کے لیے مدینہ منورہ بھیجا گیا۔ وہ مدینہ پہنچے۔ انھوں نے جمعہ کے بعد علی الاعلان لوگوں سے دریافت کیا کہ

طلحہؓ اور زبیرؓ نے رضامندی سے بیعت کی ہے یا جبراً؟ حضرت اسامہ بن زیدؓ نے خدا کی قسم کھا کر کہا ”جبراً بیعت لی گئی ہے۔ حضرت علیؓ کو بھی کعب بن ثورؓ کے آنے اور حضرت اسامہؓ کے جواب دینے کا واقعہ معلوم ہوا تو انھوں نے عثمان بن حنیف والی بصرہ کو لکھا کہ طلحہؓ اور زبیرؓ پر اگر جبر کیا گیا ہے تو مسلمانوں کو متفق کرنے کے لیے کیا گیا ہے لہذا اگر وہ بیعت توڑنے پر آمادہ ہیں تو ان کا کوئی عذر نہ سنا جائے۔

قاضی بصرہ واپس آئے، رپورٹ سنائی۔ حضرات طلحہؓ وزبیرؓ نے شرط کے مطابق شہر

حوالہ کرنے کا مطالبہ کیا لیکن عثمان بن حنیف کے پاس حضرت علیؓ کا خط پہنچ چکا تھا۔ انھوں نے شرط پوری کرنے سے انکار کر دیا، اس لیے جنگ کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ جنگ ہوئی، حکیم بن جبہ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ مارا گیا۔ عثمان بن حنیف گرفتار ہوئے۔ بصرہ پر حضرت عائشہؓ کا قبضہ ہو گیا۔ مختلف قبیلوں کے لوگ جو مدینہ پر بیغار کرنے میں شامل تھے گرفتار ہوئے اور خون عثمانؓ کا جرم ان پر ثابت ہو گیا تو قتل کیے گئے۔ یہ ۲۴ ربیع الثانی ۳۳ھ کا واقعہ ہے۔

عراق کو روانگی

حضرت علیؓ شام پر چڑھائی کی تیاری میں مصروف تھے کہ ان کو اطلاع ملی کہ حضرت عائشہؓ کا لشکر بصرہ کو روانہ ہو چکا ہے اور ان کا مقصد خون عثمانؓ کا انتقام لینا ہے لہذا انھوں نے شام کے بجائے عراق روانگی کا ارادہ کر لیا، اور اہل مدینہ کو ہجرات کی دعوت دی۔ اکابر صحابہ جو مدینہ میں تھے انھیں یہ بات سمجھنا پڑی کہ مسلمانوں کی تلوار مسلمانوں ہی کا خون بہائے۔ چنانچہ بہت سے اصحاب حضرت علیؓ کے پاس آئے اور انھیں اس ارادہ سے باز رکھنے کی کوشش کی۔ مثلاً

- ۱۔ حضرت سعد بن وقاصؓ نے کہا۔ امیر المؤمنین مجھے تو صرف وہ تلوار درکار ہے جو مسلم اور کافر میں فرق کر سکے اگر آپ مجھے ایسی تلوار فرما سکتے ہیں تو میں آپ کی رفاقت کے لیے تیار ہوں، ورنہ مجھے معاف رکھیے۔
 - ۲۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے کہا میں آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں جس کام کے لیے میرا دل مطمئن نہیں ہے اس کے لیے مجھے مجبور نہ کریں۔
 - ۳۔ حضرت محمد بن مسلمہؓ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا تھا کہ جب تک کفار سے مقابلہ ہو میں اپنی تلوار سے کام لوں اور جب مسلمانوں سے مقابلہ ہو تو میں اسے توڑ ڈالوں چنانچہ کل میں اسے ٹکڑے ٹکڑے کر چکا ہوں۔
 - ۴۔ حضرت اسلمہ بن زیدؓ نے کہا اس کام میں مجھے شریک ہونے سے معاف رکھیے۔ میں اللہ تعالیٰ سے عہد کر چکا ہوں کہ کسی ایسے شخص سے جو لا الہ الا اللہ کا قائل ہو جنگ نہیں کروں گا۔
- اس شتر شکنی نے حضرت علیؓ کو مشورہ دیا کہ آپ ان لوگوں کو قید کر دیجیے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا ”میں کسی کو اس کی رائے کے خلاف مجبور نہیں کر سکتا۔“

غرض کہ حضرت علیؑ اس خیال سے کہ عراق میں ان کے ہمنوا اور مددگار زیادہ ہیں اور وہاں کے بیت المال بھی بھرے ہوئے ہیں عراق کو روانہ ہو گئے۔ عبداللہ بن سبا اور اس کی پارٹی کے لوگ بھی حضرت علیؑ کے ہمراہ تھے حضرت علیؑ چاہتے تھے کہ جو لشکر مکہ سے روانہ ہوا ہے ہم اس سے پہلے بصرہ پہنچ جائیں لیکن انھیں مقام ذی قار میں معلوم ہوا کہ بصرہ پر طلحہ و زبیرؓ کا قبضہ ہو گیا ہے۔ اس لیے وہ ذی قار میں ہی رک گئے۔

کوفہ کو روانگی حضرت علیؑ نے اہل کوفہ سے مدد حاصل کرنے کے لیے مختلف وفد بھیجے تاکہ والی کوفہ اور اہل کوفہ کو جنگ میں شرکت پر آمادہ کیا جاسکے، کیونکہ حضرت

ابوموسیٰ اشعریؓ والی کوفہ اس خانہ جنگی میں حصہ لینا پسند نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ پہلا وفد محمد بن ابی بکر اور محمد بن جعفر کا دوسرا وفد مالک بن اشتر نخعی اور عبداللہ بن عباسؓ کا گیا لیکن یہ دونوں وفد ناکام واپس آئے آخر میں تیسرا وفد حسن بن علیؑ اور عمار بن یاسرؓ کا گیا، جب یہ وفد پہنچا ہے تو اس وقت گورنر کوفہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ جامع مسجد کوفہ میں خطاب کر رہے تھے، اور

کہہ رہے تھے ”لوگو! یہ وہی فتنہ ہے جس کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی۔ اس میں بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے بہتر ہے۔ تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ آپس میں ایک دوسرے کا مال اور جان حرام ہے۔ تلواروں کو میان میں کرلو، نیزے توڑ ڈالو، کمانیں اور تیر بھی ضائع کر ڈالو، اپنے اپنے گھروں میں بیٹھ رہو۔“ اس کے بعد حضرت حسنؓ اور حضرت عمار بن یاسرؓ منبر پر آئے، ان حضرات نے حضرت علیؑ کے انتخاب خلافت، حضرات طلحہ و زبیرؓ کی عہد شکنی

اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ضرورت پر زور دے کر شرکت جنگ پر آمادہ ہو جانے کو کہا۔ اس کے بعد قعقاع بن عمروؓ اور انھوں نے کہا ہمارے امیر ابوموسیٰ اشعریؓ نے

بات تو ٹھیک کہی ہے لیکن نظام خلافت کا باقی رہنا بھی تو ضروری ہے۔ اگر یہ نظام باقی نہ رہے تو ظلم کیسے مٹے گا اور انصاف کیسے قائم ہوگا اور ظالموں سے انتقام کیسے لیا جاسکے گا؟

اسی مضمون کی تقریریں اور لوگوں نے بھی کیں۔ نتیجہ کے طور پر نو ہزار آدمی حضرت علیؑ کی ہمنوائی کے لیے تیار ہو گئے اور عملاً ان کی فوج میں شامل ہو گئے۔ حضرت علیؑ نے قعقاع بن عمروؓ کو

بصرہ بھیجا تاکہ گفت و شنید ہی سے کام چل جائے تو بہتر ہوگا۔ قعقاع لوٹ کر آئے

اور حضرت طلحہؓ و زبیرؓ و حضرت عائشہؓ کی طرف سے صلح پر آمادگی کی خبر سنائی۔ حضرت علیؓ بھی تیار تھے۔ آپ نے بصرہ کو روانگی سے پہلے اپنے لشکر کے سامنے تقریر کی، اسلام کی برکات مسلمانوں کی باہمی الفت و محبت اور بھائی چارہ کا ذکر کیا اور فرمایا کل بصرہ کو چلیں گے لیکن جنگ کے لیے نہیں بلکہ صلح کے لیے ہم وہاں جائیں گے، اور جو صلح نہ چاہتا ہو وہ ہمارے ساتھ نہ جائے۔

حضرت علیؓ کی زبان سے مصالحت کی خبر سن کر سبائیوں کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی وہ تڑپے میں رہ گئے انھوں نے اپنی خفیہ میٹنگ کی کہ اگر صلح ہو گئی تو پھر ہماری خیر نہیں۔ ہمارا سارا کیا دھرا برباد ہو جائے گا ہم حضرت علیؓ کے ساتھ لگے رہیں گے اور ہماری کوشش یہ رہے گی کہ صلح نہ ہو۔ اگر ہم سے حق علیؓ دریافت کریں گے تو کہہ دیں گے کہ ہم اس لیے ساتھ ہیں کہ اگر صلح ناکام ہو تو ہم آپ کی مدد کر سکیں۔ غرض کہ حضرت علیؓ بصرہ پہنچ گئے۔ حضرت طلحہؓ و زبیرؓ بھی لشکر لے کر شہر سے باہر آئے۔ حضرت علیؓ نے حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کو سمجھایا جس سے وہ لڑائی سے بد دل ہو گئے۔

دونوں لشکر سکون و اطمینان کا سانس لے کر سو گئے کہ اب تو صلح ہو ہی جائے گی لیکن سبائیوں نے حضرت عائشہؓ کے لشکر پر شب خون مارا، حضرت طلحہؓ و زبیرؓ سمجھے کہ علیؓ نے دھوکا دیا ہے اور حضرت علیؓ یہ سمجھے کہ ان دونوں نے دھوکا دیا ہے۔ زبردست جنگ ہوئی۔ کعب بن ثور قاضی بصرہ کے کہنے پر حضرت عائشہؓ اونٹ پر سوار ہو کر خود میدان جنگ میں پہنچیں۔ احتیاط کی غرض سے آپ کے ہودج کو زروں سے ڈھانک دیا گیا تھا۔ ستر جانباز حضرت عائشہؓ کی حفاظت کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ حضرت علیؓ نے دیکھا جب تک اونٹ کھڑا رہے گا جنگ ختم نہیں ہوگی۔ آپ نے کسی کو اشارہ کیا، اس نے اونٹ کے پچھلے پیروں پر تلوار کا وار کیا، وہ فوراً بیٹھ گیا، جنگ کا فیصلہ حضرت علیؓ کے حق میں ہو گیا۔ حضرت عائشہؓ کو سمجھاقت بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ مدینہ منورہ بھیجا دیا گیا۔ اس لڑائی میں دونوں جانب سے دس ہزار مسلمان شہید ہوئے۔ حضرت طلحہؓ بھی شہداء میں شامل تھے۔ حضرت زبیرؓ واپس جا رہے تھے کہ ایک سبائی ابن جرموزؓ ان کے پیچھے لگ گیا اور نماز پڑھتے میں انہیں قتل کر دیا۔ حضرت علیؓ نے دونوں جانب کے

جنگ جمل

مشہدار کی نماز پڑھی اور دفن کرایا۔ اور اعلان کر دیا کہ جس کسی کا کوئی سامان میدان جنگ میں رہ گیا ہو وہ جامع بصرہ میں آکر لے جائے۔ جنگ جمل ۳۶ھ میں ہوئی۔

دار الخلافہ کی تبدیلی

جنگ جمل کے بعد حضرت علیؓ نے مدینہ منورہ کے بجائے کوفہ کو دار الخلافہ قرار دیا جبکہ پچھلے چاروں ادوار میں دار الخلافہ مدینہ منورہ ہی رہا تھا اس تبدیلی کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ حضرت علیؓ مدینہ کو سیاسی اکھاڑہ بننے سے بچانا چاہتے ہوں لیکن اصل وجہ یہ تھی کہ کوفہ میں خصوصاً اور عموماً پورے عراق میں ان کے ہمنوا زیادہ تھے۔ تیسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ افرادی قوت کے علاوہ وہاں کے بیت المال بھی زیادہ بھر ہوئے رہتے تھے جن سے ہتھیاروں کی اور رسد کی فراہمی میں مدد حاصل ہو سکتی تھی۔

حضرت علیؓ کو کوفہ کو دار الخلافہ بن کر نیا نظم و نسق کیا، حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو بصرہ کا گورنر بنایا۔ یزید بن قیس کو مدائن پر فائز کیا، محمد بن سلیم کو اصفہان کا عامل مقرر کیا۔ قدامہ بن عجلان کو کسکر پر متعین کیا، سمیتان کا حاکم ربعی بن کاس کو بنایا اور خراسان کا گورنر خلید بن کاس کو مقرر کیا۔ خلید خراسان پہنچے تو وہاں معلوم ہوا کہ نیشاپور میں بغاوت برپا ہے خلید نے فوجی کارروائی کے ذریعہ بغاوت فرو کی۔ آپ نے اشتر نخعی کو جزیرہ موصل اور شام سے متصل علاقوں کا گورنر بنایا۔ اشتر نے آگے بڑھ کر شام کے بعض علاقوں کو فتح کر لیا لیکن حضرت امیر معاویہؓ کی جانب سے ضحاک بن قیس نے اشتر کو واپس موصل جلنے پر مجبور کر دیا اور اپنے علاقے واپس لے لیے۔ اشتر نخعی نے برابر چھپر چھاڑ کا سلسلہ جاری رکھا۔

والی شام سے نامہ و پیام

حضرت علیؓ نے نیا نظم و نسق قائم کر چکے تو آپ نے حضرت امیر معاویہؓ کو لکھا کہ آپ اور آپ کے زیر اثر جس قدر مسلمان ہیں سب پر میری بیعت لازم ہے کیونکہ جن لوگوں نے ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ کو منتخب کیا تھا یعنی مہاجرین اور انصار، انہیں لوگوں نے مجھے منتخب کیا ہے۔ اس لیے اب جو کسر شی اختیار کرے گا اسے طاقت کے زور سے بیعت پر مجبور کیا جائے گا۔ اگر تمہیں خون عثمانؓ کا ابسا ہی در رہے تو پہلے میرے ہاتھ پر بیعت کرو پھر یہ مطالبہ میرے سامنے رکھو میں شریعت کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ حضرت امیر معاویہؓ نے جواب لکھا اور حسب معمول فائلیں کو حوالے کرنے کا مطالبہ کیا۔

ابو مسلم یہ خطا لائے۔ انھوں نے سچی طور پر کہا تمام اہل شام آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کو تیار ہیں بشرطیکہ آپ قاتلین عثمان کو حوالہ کر دیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اگلے دن جواب دینے کو کہا۔ ابو مسلم جب دوسرے روز حاضر ہوئے تو دس ہزار مسلح فوج کو موجود پایا جس نے ان کو دیکھ کر بہ آواز بلند کہا ”ہم سب قاتلین عثمان ہیں۔“ یہ کھٹی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حقیقی مجبوری۔ اس طرح اس نامہ و پیام سے کبھی کوئی نتیجہ نہ نکلا۔

جنگ صفین | جب صلح و صفائی اور اتفاق و اتحاد کی ساری کوششیں ناکام ہو گئیں تو تمام گورنروں اور حکام کو فوج اور رسد فراہم کرنے کو کہا۔ تقریباً ۴۰ ہزار فوج اکٹھا ہو گئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس عظیم لشکر کو لے کر حد درشام میں داخل ہوئے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے ابوالاعور اسلمی نے روکا، دن بھر جنگ ہوتی رہی، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو مطلع کیا گیا۔ انھوں نے صفین کے میدان کو مدافعت کے لیے پسند فرمایا۔ شامی فوج نے مورچے قائم کر لیے اور پانی پر قبضہ کر لیا، عراقی فوج نے پانی پر لڑ کر قبضہ کر لیا، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شامی فوج کو کبھی پانی لینے کی اجازت دے دی۔ تین جہینے تک دونوں فوجیں ایک دوسرے کے بالمقابل پڑی رہیں، جھڑپیں بھی ہوتی رہیں اور مصالحت کی کوششیں بھی جاری رہیں۔ دونوں طرف ایسے لوگ تھے جو چاہتے تھے کہ لڑائی نہ ہو لیکن ان کی کوششیں ناکام رہیں۔ آخر جنگ شروع ہوئی۔ ایک ایک دستہ دونوں طرف سے صبح و شام میدان میں اترتا تھا اور تلوار بازی کے جوہر دکھا کر واپس ہو جاتا تھا۔ یہ سلسلہ تقریباً ایک ماہ جاری رہا اور رجب کا چاند نکلتے ہی حرام جہینے کے احترام میں یہ سلسلہ رک گیا۔ ایک مرتبہ پھر صلح کی کوشش شروع ہوئی۔ چنانچہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور اوران سے گفتگو کی :

حضرت ابوالدرداء : آپ علی رضی اللہ عنہ سے کیوں لڑتے ہیں ؟

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ : میں عثمان رضی اللہ عنہ کے خونِ ناحق کے لیے لڑتا ہوں ۔

حضرت ابوالدرداء : کیا عثمان رضی اللہ عنہ نے قتل کیا ہے ؟

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ : انھوں نے قتل نہیں کیا ہے، ہاں قاتلوں کو پناہ ضرور دی ہے۔

اگر وہ قاتلوں کو ہمارے حوالے کر دیں تو سب سے پہلے میں بیعت کرنے کو تیار ہوں۔
اس کے بعد یہ دونوں حضرات حضرت علیؓ کے پاس پہنچے اور حضرت امیر معاویہؓ کی شرط کا
ذکر کیا۔ تقریباً بیس ہزار فوجی سامنے آگئے اور کہا ہم ہیں قاتلین عثمانؓ، ان دونوں بزرگوں نے
یہ رنگ دیکھا تو شکر گاہ چھوڑ کر کسی اور جانب نکل گئے۔

اس کے بعد رجب ۳۵ھ سے محرم ۳۶ھ کے آخر تک دونوں طرف سے خاموشی رہی اور
صفر کے شروع ہوتے ہی خونریز لڑائیاں شروع ہو گئیں، حضرت علیؓ نے طوالت سے تنگ ہو کر
اپنی فوج کے سامنے پر جوش خطبے دیئے، پوری فوج نے جوش و خروش کے ساتھ لبیک کہا۔
اور اس زور سے حملہ کیا کہ شامیوں کی صفیں درہم برہم ہو گئیں۔

تحکیم | حضرت امیر معاویہؓ نے جب دیکھا کہ مقابلہ سخت ہے تو صلح کی پیش کش کی لیکن
حضرت علیؓ نے انکار کر دیا۔۔۔۔۔ دوسرے روز حضرت عمرو بن العاصؓ نے جنگی

چال کے طور پر یہ تدبیر کی کہ شام کا مصحف اعظم اور بہت سے مصاحف نیزوں پر باندھ کر
اٹھائے۔ عراقی فوج نے پوچھا کیا چاہتے ہو تو شامی فوج نے کہا ہم قرآن کی پناہ چاہتے ہیں۔

حضرت علیؓ نے اپنی فوج کو ہزار ہا سمجھایا کہ یہ ان کی جنگی چال ہے تم لڑے جاؤ، میدان جلد ہی
تمہارے ہاتھ میں آنے والا ہے۔ مگر عراقی نہیں مانے اور ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر دیا جنگ بند
ہو گئی تو عراقیوں نے شامیوں سے پوچھا، قرآن کی پناہ سے تمہاری کیا مراد ہے انھوں نے جواب
دیا ایک حکم تمہاری جانب سے ہو اور ایک ہماری جانب سے ہو۔ دونوں حکم جو فیصلہ

کتاب اللہ اور سنت رسول کے مطابق کر دیں وہ سب کو قبول ہو۔ چنانچہ عراقیوں نے اپنی
جانب سے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کا نام پیش کیا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: ابو موسیٰ! اگرچہ
انتہائی مخلص اور متقی ہیں مگر اس کام کے لیے موزوں نہیں ہیں۔ عبد اللہ بن عباسؓ اس کام
کے لیے بڑی موزوں شخصیت ہیں لیکن حضرت علیؓ کی فوج نے اس تجویز کو رد کر دیا تو حضرت
علیؓ نے اشتر نخعیؓ کا نام لیا لیکن آپ کے مہنواؤں نے اس سے کبھی اختلاف کیا۔ آخر مجبوراً
حضرت علیؓ نے ابو موسیٰ اشعریؓ ہی کو حکم تسلیم کر لیا۔ حضرت امیر معاویہؓ نے اپنی جانب
سے حضرت عمرو بن العاصؓ کا نام تجویز کیا اور ان کی فوج نے بالاتفاق انہیں حکم مان لیا۔

معادہ لکھا گیا غریقین کے سر پر آوردہ لوگوں نے دستخط کیے اور یہ طے پایا کہ حکمین اپنا فیصلہ دومۃ الجندل کے مقام پر چھ ماہ بعد رمضان میں سنائیں گے۔ عہد نامہ پر ۱۳ صفر ۳۳ھ کی تاریخ ثبت کی گئی۔

خارجیوں کا فتنہ | عہد نامہ کی تکمیل کے بعد اسے سنانے کے لیے اشعث بن قیس کو متعین کیا گیا تاکہ وہ پوری عراقی فوج میں سنا دیں۔ قبیلہ عذرہ، قبیلہ مراد بنو راسب اور بنو تمیم کے ہزاروں آدمیوں نے کہا **إِنَّا لَنُحْكُمُ الْإِسْلَامَ** حکم تو صرف اللہ کا ماننا چاہیے۔ یہ انساؤں کو جو حکم بنایا گیا ہے یہ کس طرح درست ہو سکتا ہے ہمیں یہ تسلیم نہیں ہے۔ ان لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا آپ اس فیصلہ سے رجوع کیجئے ورنہ اس کا انجام آپ کے حق میں اچھا نہ ہوگا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”تم لوگوں نے میری مرضی کے خلاف ہتھیار ڈالے اور لڑائی بند کرادی اور میری مرضی کے خلاف ابو موسیٰ اشعریؓ کو اپنا نمائندہ چنا اور اب تمہی اس فیصلہ کو ماننے سے انکار کرتے ہو۔ اب ایسا نہیں ہو سکتا اور پھر ہم نے پنجوں کو پابند کیا ہے کہ وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق فیصلہ کریں گے تو ان کا فیصلہ دونوں فریقوں کو منظور ہوگا ورنہ نہیں۔

غرض کہ صفین سے کوثر تک حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوج باہم تفریق، انتشار اور غلغشا میں مبتلا رہی اور کوثر کے قریب پہنچ کر بارہ ہزار کی تعداد میں حکیم ناجز تہجئے والے شیعوں علی ان کی اطاعت سے نکل گئے۔ اسی لیے خارجی کہلائے۔ انھوں نے اپنا امیر شیش بن ربیع کو اور امام نماز عبد اللہ بن کوا کو منتخب کیا اور مقام حرورہ میں اکٹھا ہوئے اسی لیے خارجیوں کو حروری بھی کہا جاتا ہے۔

خارجیوں کے خیالات | انھوں نے اپنے خیالات کا اظہار اس طرح کیا اور انھیں خیالات کو اپنا عقیدہ بنا لیا۔

۱۔ ”حکم صرف اللہ کا ماننا جائز ہے کیونکہ وہی حاکم ہے“ اور یہ تو تمام مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ حاکم حقیقی صرف اللہ ہے **أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ** قرآن میں ہے آگاہ مخلوق اللہ کی ہے اور مخلوق پر حکم چلانا بھی اللہ ہی کا حق ہے۔ **إِنَّا لَنُحْكُمُ الْإِسْلَامَ** یہ بھی قرآن ہی کا ارشاد

ہے کہ حکم، فیصلہ اور قانون صرف اللہ کا جائز اور درست ہے۔ خارجیوں کے عقیدہ کی خرابی یہ تھی کہ درمیان میں انسان کو نہیں آنا چاہیے۔ حالانکہ اللہ کی شان سے فروتر ہے کہ وہ خود انسانوں کے سامنے آکر اپنا فیصلہ سنائے۔ قرآن خود بولنے والی چیز نہیں ہے۔ اللہ کے قانون کے مطابق فیصلہ بہر حال انسان ہی کریں گے۔ اسی لیے حضرت علیؓ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا تھا: ”كَلِمَةٌ حَقٌّ اَسْرَدُ بِهَا الْبَاطِلَ يَعْنِي اِنْ اَلْحُكْمَ اَللّٰهُ“ مگر خارجی اس سے غلط مطلب لیتے ہیں۔

۲۔ ”امر بالمعروف یعنی بھلائیوں کا حکم دینا اور نہی عن المنکر یعنی برائیوں سے باز رکھنا فرض ہے“ یہ بات بھی اپنی جگہ بالکل صحیح ہے قرآن کی بہت سی آیتوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی حدیثوں سے اس کی فرضیت اور وجوب ثابت ہے، لیکن خارجیوں نے اس کا علمی اظہار جس طرح کیا وہ صرف غلط اور ظلم ہی نہیں تھا بلکہ قطعاً حرام تھا۔ انھوں نے اپنے عقیدہ کے خلاف جیسے پایا اسے تہ تیغ کیا اور اس کا نام امر بالمعروف اور نہی عن المنکر رکھا۔

۳۔ ان کا تیسرا عقیدہ تھا کہ انسانوں کو ”حکم“ بنانا جائز نہیں ہے بلکہ ایسا کرنا کفر ہے۔ حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت علیؓ اور ان کے ہمراہیوں کو جنھوں نے تحکیم کو تسلیم کیا تھا وہ کافر سمجھتے تھے اور اسی لیے ان کے خلاف تلوار اٹھانا فرض جانتے تھے۔

۴۔ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی خلافت درست تھی اور وہ برسرِ حق تھے۔

۵۔ حضرت عثمانؓ اپنی خلافت کے آخر زمانہ میں مدل اور حق سے منحرف ہو گئے تھے اور قتل یا عزل کے مستحق تھے۔

۶۔ حضرت علیؓ نے غیر اللہ کو ”حکم“ تسلیم کر کے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا تھا دونوں ”حکم“ اور ان کو ”حکم“ بنانے والے اور ان کی تحکیم پر راضی ہونے والے سب گناہ گار تھے۔ جنگ جمل اور جنگ صفین میں شریک ہونے والے سب گناہ کبیرہ کے مرتکب تھے۔

۷۔ گناہ کبیرہ کرنے والا خارجیوں کے نزدیک کافر ہو جاتا ہے۔

۸۔ خلافت صرف مسلمانوں کے آزادانہ انتخاب سے منعقد ہو سکتی ہے۔

- ۹۔ قریشی یا غیر قریشی ہر صالح مسلمان خلیفہ ہو سکتا ہے۔
- ۱۰۔ خلیفہ جب تک عدل اور اصلاح پر قائم رہے اس کی اطاعت واجب ہے اور جب وہ انحراف کرے تو اس کو مؤثر قول یا قتل کر دینا واجب ہے۔
- ۱۱۔ وہ صرف قرآن کو ماخذ قانون مانتے ہیں۔ حدیث اور اجماع کو نہیں مانتے۔
- یہی خیالات اور عقاید تھے جن کی وجہ سے خارجی، مسلمانوں کا ایک گمراہ فرقہ بن کر رہ گئے اور انھوں نے ہمیشہ اپنی تلوار سے مسلمانوں کا خون بہایا اور مسلمانوں کے خون سے زمین کو لالہ زار بنایا۔

خارجیوں سے مکالمہ | حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس فتنہ کو دبانے کے لیے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو بھیجا تاکہ ان کو سمجھائیں۔ چنانچہ ان کا خارجیوں سے جو مباحثہ ہوا اس کا خلاصہ یہ ہے :

عبداللہ بن عباسؓ : آپ لوگوں کو انسانوں کو حکم بناتے پر کیوں اعتراض ہے جبکہ شہر اور بیوی کے اختلاف کو رفع کرنے کے لیے خود اللہ تعالیٰ نے حکم بنانے کا

حکم دیا ہے

خارج : میاں بیوی کے اختلاف پر باغیوں کے معاملے کو قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ باغیوں کے لیے تو صرف ایک ہی شکل تھی یا تو وہ توبہ کرتے یا پھر ان کو بغاوت کی سزا دی جاتی۔ تم نے ان سے صلح کی گفتگو کی اور خدا کے حکم کو ٹھکرایا لہذا تم اور وہ دونوں کافر۔

ابھی گفتگو جاری ہی تھی کہ حضرت علیؓ خود تشریف لے آئے اور انھوں نے خارجیوں کے سردار اور امام نماز ابن کو اسے گفتگو کی۔

حضرت علیؓ : تم لوگوں نے میری بیعت کیوں توڑ دی اور اس سے خروج کیوں کیا؟ ابن کو ا : اس لیے کہ آپ نے اللہ کا حکم چھوڑ کر انسانوں کو حکم بنایا۔

حضرت علیؓ : ہم نے دونوں ثالثوں سے عہد لے لیا ہے کہ وہ اللہ کے حکم کے مطابق ہی فیصلہ کریں گے۔

ابن کواہ : یہ تو بتائیے کیا آپ خون کے معاملے میں انسانوں کے فیصلہ کو جائز سمجھتے ہیں ۔
حضرت علیؓ : میں نے انسانوں کے فیصلے کو قبول نہیں کیا ہے قرآن کا فیصلہ ثالث سناؤں گے
کیونکہ قرآن خود بول نہیں سکتا ۔

ابن کواہ : پھر اس مقصد کے لیے اتنی طویل مدت کی کیا ضرورت تھی ؟
حضرت علیؓ : اس لیے تاکہ سب لوگ عالم اور جاہل اس فیصلہ کو سمجھ سکیں ، اور اس کا بھی امکان
ہے کہ اس دوران صلح کی کوئی صورت پیدا ہو جائے ۔

اس مباحثہ میں حصہ لینے سے پہلے حضرت علیؓ نے یزید بن قیس کے خیمہ میں اترتے ہی
ان کو اصفہان اور رے کا والی بنایا ۔ یزید بن قیس کا خارجوں پر کافی اثر تھا یہ ایک نفسیاتی
تدبیر تھی ۔ اس طرح خارجوں کو سمجھا بھگا کر حضرت علیؓ کو فرس لے آئے ۔

تحکیم کا نتیجہ
دونوں ثالث قرار داد کے مطابق چھ ماہ بعد دومنہ الجندل میں فیصلہ
سنانے کی غرض سے اکٹھا ہوئے ۔ سیکڑوں آدمی عراق سے حضرت
ابوموسیٰؓ کے ہمراہ اور سیکڑوں آدمی شام سے حضرت عمرو بن العاصؓ کے ہمراہ فیصلہ سننے
کی غرض سے آئے اور بہت سے غیر جانب دار حضرات بھی اتحاد امت کی تمنا لیے ہوئے شریک
ہوئے ۔ دونوں ثالث اس بات پر تو متفق تھے کہ حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ دونوں
کو معزول کر دیا جائے اور اس بات پر دونوں میں اتفاق نہ ہو سکا کہ یہ منصب پھر کسے
سپرد کیا جائے ۔ لہذا یہ فریضہ امت پر چھوڑ دیا گیا ۔ فیصلہ تحریری تھا مجمع میں پڑھ کر
سنادیا گیا ۔ یہ فیصلہ عراقیوں کو سخت ناگوار گزرا اور اس کے نتیجہ میں :

- ۱۔ حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ دونوں ایک سطح پر آ گئے ۔
- ۲۔ حضرت امیر معاویہؓ کو ان کے مہنواؤں نے خلیفہ چن لیا ۔
- ۳۔ تاریخ اسلام میں پہلی بار دو متوازی خلافتیں قائم ہو گئیں ۔
- ۴۔ شیعہ علیؓ میں سے ایک نیا فرقہ خارجوں کا پیدا ہو گیا ۔
- ۵۔ امت کے اتفاق و اتحاد کا خواب شرمندہ تعبیر ہوا ۔
- ۶۔ خارجوں کے ذریعہ آپس کی خوہریزی میں نہ صرف اضافہ ہوا بلکہ خانہ جنگی کا ایک نیا سلسلہ

شروع ہو گیا۔

۷۔ مدینہ الرسول کی بیعت جو حضرت علیؑ کے لیے بڑی حجت تھی اس فیصلہ کی رو سے باطل ہو گئی۔

۸۔ حضرت علیؑ نے اس فیصلہ کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا، اور شام پر حملہ کی تیاری شروع کر دی۔

حضرت علیؑ شام پر حملہ کی تیاری میں مصروف تھے کہ **خارجیوں نے پھر سراٹھایا** | خارجیوں نے پھر سراٹھایا۔ انھوں نے کہا ہم نے

تخلیم کو رد کرنے کے لیے کہا تھا تو حضرت علیؑ نے انکار کر دیا تھا اب وہ تخلیم کے فیصلہ کو قرآن و سنت کے خلاف بتا رہے ہیں اور اسے تسلیم کرنے سے انکار کر رہے ہیں وہ اگر قبولِ تخلیم کے گناہ کو تسلیم کر کے توبہ کر لیں تب تو ہم ان کا ساتھ دیں گے ورنہ ہم ان سے مقابلہ کریں گے۔

انھوں نے عبداللہ بن وہب کو اپنا امیر بنایا اور جسر نہروان میں اکٹھا ہوئے۔ خارجیوں کے من گھڑت عقاید جس طرح باطل تھے اسی طرح ان کا طریق کار بھی باطل تھا وہ منکب کبرہ کو کافر کہتے تھے اور اپنے عقاید کو جبر و تشدد کے ذریعہ منوانا چاہتے تھے جو لا انکرا لا فی الدین ط کے خلاف طریقہ تھا وہ ذمیوں سے نہیں بولتے تھے مگر جو مسلمان ان کا ہم خیال نہیں ہوتا تھا اسے قتل کر دیتے تھے۔ چنانچہ انھوں نے حضرت عبداللہ بن خبابؓ کو اور ان کی بیوی کو محض اس لیے قتل کر دیا کہ انھوں نے ان کے خیالات کی تائید نہیں کی تھی۔

خارجیوں کے ظلم و ستم کی خبریں کو فہرست میں تو حضرت علیؑ نے شام پر حملہ کرنے کے بجائے اپنی فوج کا رخ نہروان کی طرف موڑ دیا کچھ فاصلہ

پر پڑا دیا۔ حضرت سعد بن عبادہؓ کے بیٹے قیس کو اور حضرت ابویوب انصاریؓ کو ان کے پاس بھیجا، تاکہ ان کو نہالیش کریں مگر یہ سفارت ناکام واپس ہوئی حضرت علیؑ نے پھر پیغام بھیجا کہ تم لوگوں میں سے جن لوگوں نے عبداللہ بن خبابؓ، ان کی بیوی اور دوسرے مسلمانوں کو قتل کیا ہے ان کو ہمارے حوالے کر دو تاکہ ان سے قصاص لیا جائے اور فی الحال تم لوگوں کو ہمارے حال پر چھوڑ کر ہم شام کی ہم پر چلے جائیں گے، اس پیغام کا جواب خارجیوں نے دیا جو شیخہ علیؑ حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کو حوالہ کرنے کے مطالبہ پر دیتے تھے کہ ہم سب قاتل ہیں آؤ لوہم سے قصاص۔ خارجیوں نے ساتھ ہی یہ بھی جواب دیا کہ ہم

تم لوگوں کا خون مباح سمجھتے ہیں۔ اس جواب کے بعد لڑائی کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ تھا۔ حضرت علیؓ نے فوج کو تیاری کا حکم دے دیا لیکن ساتھ ہی آپ نے حضرت ابوالباب انصاریؓ کو سفید جھنڈا دے کر اعلان کر دیا کہ :

۱۔ جو شخص اس جھنڈے کے نیچے آجائے اُسے معاف کر دیا جائے گا۔

۲۔ جو شخص میدان جنگ چھوڑ کر کوفہ یا مدائن چلا جائے اُسے بھی معاف کر دیا جائے گا۔

یہ اعلان سن کر تقریباً پانچ سو آدمی فردہ بن نوفل کے ساتھ بند خنجر چلے گئے۔ بہت سے لوگ کوفہ چلے گئے اور اچھے خاصے لوگ حضرت علیؓ کی فوج میں واپس آ گئے اور اب خارجیوں کی تعداد صرف پونے تین ہزار رہ گئی۔

آخر دونوں فوج میں جنگ ہوئی۔ بڑے بڑے خارجی سب مارے گئے باقی گرفتار ہوئے حضرت علیؓ نے زخمیوں کو ان کے رشتہ داروں کے سپرد کیا تاکہ وہ ان کی مرہم پٹی کریں۔ مقتولین کے ہتھیار اور گھوڑے اپنی فوج میں تقسیم کر دیے اور باقی سا بان ان کے وارثوں کو دے دیا۔ نہروان کی شکست کے بعد اگرچہ خارجیوں کا زور ٹوٹ گیا تھا لیکن وہ ختم نہیں ہوئے تھے جا بجا فتنہ و فساد برپا کرتے رہے اور حضرت علیؓ کو چین نہیں لینے دیا۔ نعرہ تو ران الحکمۃ الا للہ کا لگاتے تھے اور قتل و غزیری کا بازار گرم کرتے تھے۔

کوفیوں کا گریز | جنگ نہروان کے بعد حضرت علیؓ نے اپنی فوج کو شام کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا مگر کوفیوں نے کہا ہمارے ترکش خالی ہو گئے ہیں ہماری تلواریں کند ہو گئی ہیں ہمارے تیزے ٹوٹ گئے ہیں۔ ہمیں کوفہ جانے کی اجازت دیجیے تاکہ ہم اپنے ہتھیار درست کر لیں، تازہ دم ہو لیں اور نئے ٹوکوں کو بھرتی کر لیں۔ چنانچہ حضرت علیؓ اپنے لشکر کو کوفہ کے قریب مقام نخیلہ تک لے آئے اور کہا یہیں قیام کر کے آپ لوگ اپنا سامان درست کر لیں، اور شہر میں کوئی نہ جائے مگر حضرت علیؓ کی فوج نے ان کا کہنا نہیں مانا۔ وہ رفتہ رفتہ شہر کو قہ چلے گئے اور بہت تھوڑی فوج نخیلہ میں رہ گئی، مجبوراً حضرت علیؓ باقی فوج کو لے کر کوفہ آ گئے اور شام پر حملہ کا ارادہ ہی ترک کر دیا۔

مصر کا قضیہ : حضرت علیؓ نے خلیفہ ہوتے ہی تمام گورنروں کو معزول کر دیا تھا اور نئے گورنر

مقرر کیے تھے اس سلسلہ میں آپ نے قیس بن سعدؓ کو مصر کا گورنر بنایا تھا جو نہایت با اثر و مدبر اور با صلاحیت شخصیت کے مالک تھے۔ انھوں نے اپنی حکمت عملی سے کام لے کر بہت جلد حضرت علیؓ کی بیعت پر لوگوں کو آمادہ کر لیا۔ صرف قصہ خربتہ کے رہنے والے جن کی آبادی دس ہزار تھی اور جو انتہائی طاقتور اور جنگجو تھے، انھوں نے توقف کیا۔ حضرت قیس بن سعد نے ان کو چھڑنا پسند نہیں کیا ورنہ اندیشہ تھا کہ وہ حضرت امیر معاویہؓ کے ساتھ ہو جائیں۔۔۔ حضرت امیر معاویہؓ نے قیس بن سعد والی مصر کو اپنی طرف مائل کرنے کی بہت کوشش کی لیکن وہ اس میں کامیاب نہیں ہوئے۔ اسی دوران حضرت علیؓ نے دالی مصر کو تاکید می خطوط لکھے کہ اہل خربتہ سے بیعت لیں یا پھر جنگ کریں۔ انھوں نے جواب دیا اہل خربتہ اطاعت اور فرمانبرداری کی زندگی گزار رہے ہیں انھیں چھڑنا مناسب نہیں ہے، حضرت علیؓ کے بعض مشیروں نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ قیس بن سعد امیر معاویہؓ سے ملے ہوئے ہیں۔ حضرت علیؓ نے پھر تاکید کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ قیس نے استعفیٰ دے دیا اور مصر کی گورنری پر محمد بن ابی بکر فائز ہو گئے۔ محمد بن ابی بکر جو جوان اور ناتجربہ کار آدمی تھے انھوں نے مصر کی زمام ہاتھ میں لیتے ہی اہل خربتہ سے جنگ شروع کر دی۔ جنگ صفین کے موقع پر وہ اہل خربتہ ہی سے الجھے رہے اور حضرت علیؓ کی کچھ مدد نہیں کر سکے صفین سے واپسی پر حضرت علیؓ نے محمد بن ابی بکرؓ کے بجائے مصر کی گورنری کا منصب اشتراخی کو سونپ دیا وہ چارج لینے جا رہے تھے کہ راستہ میں ان کا انتقال ہو گیا۔ محمد بن ابی بکر کو اپنی معزول اور اشتراخی کی تقرری سے سخت ناگواری ہوئی لیکن اشتراخی کی اچانک موت، اور حضرت علیؓ کی اس وضاحت سے کہ میں نے تمھیں ناراضی کی وجہ سے معزول نہیں کیا تھا بلکہ اشتراخی کی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھانے اور مصر کی اصلاحات کے مدنظر ایسا کیا تھا تم بدستور اپنے عہدہ پر فائز رہ کر کام کرتے رہو، معاملہ رفع دفع ہو گیا۔

یہ واقعہ حکمین کے فیصلہ سے پہلے کا ہے۔ دومنہ الجندل میں جب دونوں ٹانگوں نے اپنا فیصلہ سنا دیا اور حضرت امیر معاویہؓ کو ان کے ساتھیوں نے خلیفہ منتخب کر لیا تو انھوں نے مصر کو اپنی قلمرو میں شامل کرنے کی غرض سے اہل خربتہ کو خط لکھا کہ میں تمھاری مدد کے لیے ایک فوج گراں بھج رہا ہوں۔ اہل خربتہ نے اس پیش کش کو بڑی خوشی سے قبول کیا۔ چنانچہ عمرو بن العاصؓ

ایک فوج لے کر گئے۔ اہل غرتا بھی دس ہزار کی تعداد میں ان کے ساتھ ہو گئے۔ جنگ ہوئی، اہل ہمر نے شکست کھائی محمد بن ابی بکر بھی گرفتار ہوئے اور قتل کر دیئے گئے۔ اس طرح مشہد میں مصر حبشہ اعظم ملک حضرت امیر معاویہؓ کی حکومت میں شامل ہو گیا۔

عام شورش | اس کے بعد بصرہ میں عثمانیوں نے حضرت علیؓ کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور اس کا سلسلہ فارس اور کرمان تک پہنچا۔ حضرت علیؓ کی

جانب سے زیاد بن ابیہ نے امن و امان قائم کیا اور مشرقی مقبوضات کو حضرت علیؓ کا ہمنوا بنائے رکھا۔ ۳۹ھ میں جبکہ چاروں طرف بغاوت اور شورش اور فتنہ و فساد برپا تھا شیعیان علیؓ کا نہ صرف جوش ٹھنڈا پڑ چکا تھا بلکہ وہ بہانے بنا کر اور حیلے تراش کر حضرت علیؓ کی ہمنوائی سے گریز کرنے لگے تھے۔ اہل شام کی طرف سے حملوں کا سلسلہ جاری ہوا۔ نعمان بن بشیر نے عین التمر پر حملہ کیا۔ سفیان بن عوف نے بیت اور انبار پر حملہ کیا، عبد اللہ بن مسعود نے تیار پرورش کی، ضحاک بن قیس نے بصرہ کے اطراف پر حملہ کیا، مگر ان حملوں سے شامی حکومت کے حدود میں تو اضافہ نہیں ہوا البتہ حضرت علیؓ کی خلافت میں ابتری ضرور پھیل گئی اور خلافت کا رعب جاتا رہا۔ مشہد کے شروع میں حضرت امیر معاویہؓ کی طرف سے بسرن ابی ارطاة فوج لے کر حجاز پہنچا اور اس نے بلا مقابلہ مکہ اور مدینہ دونوں پر قبضہ کر لیا۔ یہاں سے بسرن صنعاء پہنچا اور وہاں ظلم و ستم کا سلسلہ شروع کیا۔ حضرت علیؓ نے بسرن کے مقابلہ کے لیے جادیہ بن قدامہ کو بھیجا۔ جادیہ نے بخران پہنچ کر عثمانیوں کو تہ تیغ کیا اس کے بعد جادیہ مکہ پہنچ کر حضرت علیؓ کی بیعت کی دعوت دی اسی دوران حضرت علیؓ کی شہادت کا واقعہ پیش آ گیا۔

حضرت علیؓ کی شہادت

جنگ نہروان کے بعد تین خارجی جج کے دنوں میں مکہ معظمہ میں اکٹھا ہوئے۔ اور دیر تک عالم اسلام کی خانہ جنگی پر اظہار افسوس کرتے رہے اور طے کیا کہ علیؓ، امیر معاویہؓ اور

عمر بن عاصؓ جب تک زندہ ہیں یہ خائن جنگی بند نہیں ہو سکتی۔ لہذا ان تینوں کو قتل کر کے اس فتنہ کا سد باب کرنا چاہیئے۔ چنانچہ عبدالرحمن بن ملجم نے حضرت علیؓ کو برک بن عبداللہ نے حضرت معاویہؓ کو اور عمرو بن بکر نے حضرت عمرو بن عاصؓ کو قتل کرنے کی ذمہ داری لی اور، رمضان ۳۵ھ اس مہم کو سر کرنے کے لیے طے کی۔ اس قرارداد کے بعد تینوں انہی مہم پر روانہ ہو گئے۔ حضرت علیؓ کا وقت پورا ہو چکا تھا چنانچہ ابن ملجم نے حضرت علیؓ پر حیکمہ فجر کی نماز کے لیے مسجد تشریف لے جا رہے تھے، تلوار کا وار کیا جس سے آپ شدید زخمی ہو گئے اور اسی دن رات کو آپ کا انتقال ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ سَاجِدُونَ ۵ حضرت امیر معاویہؓ اور عمرو بن العاصؓ کو قتل کرنے کی غرض سے برک اور عمرو دمشق اور مصر پہنچے اور قرارداد کے مطابق حملے کیے۔ معاویہؓ کو زخم معمولی آیا۔ وہ جلد اچھے ہو گئے اور عمرو بن العاصؓ کے بجائے ان کے نائب خارجہ بن ابی حبیبہ قتل ہو گئے۔

حضرت علیؓ کی عمر ۶۳ سال ہوئی اور آپؓ نے تقریباً پانچ سال فریضہ خلافت انجام دیا۔

سیرت و کردار

حضرت علیؓ نے چونکہ بچپن ہی میں اسلام قبول کر لیا تھا اور حضورؐ سے براہ راست تعلیم و تربیت حاصل کی تھی اس لیے آپؓ فضل و کمال اور عادت اخلاق میں نمایاں مقام رکھتے تھے۔ مکھن پڑھنا آپؓ نے ابتدائی زمانہ ہی میں سیکھ لیا تھا اسی لیے آپؓ کا تباہ وحی میں شامل تھے۔ کچھ خطوط اور احکام بھی آپؓ نے لکھے تھے۔ حدیث کا صلح نامہ بھی آپؓ ہی نے تحریر کیا تھا۔ آپؓ قرآن کے نہ صرف حافظ بلکہ عالم بھی تھے۔ ایک ایک آیت کے مفہوم و معنی اور شان نزول سے واقف تھے۔ قرآن سے آپؓ کو شغف تھا۔ ابن سعد کی روایت ہے کہ حضورؐ کی وفات کے بعد چھ ماہ تک جو آپؓ نے گوشہ نشینی اختیار فرمائی تھی اس میں آپؓ نے قرآن کی سورتوں کو نزولی ترتیب سے مرتب کیا تھا۔ قرآن مجید سے مسائل و احکام اخذ کرنے کا آپؓ کو ملکہ حاصل تھا تا نسخ اور منسوخ کے علم میں بھی آپؓ کو کمال حاصل تھا بعض لوگوں کا خیال تھا کہ قرآن و حدیث کے علاوہ بھی حضورؐ نے آپؓ کو کچھ خاص باتیں بتائی ہیں۔ آپؓ کے بعض شاگردوں نے اس سلسلہ میں وضاحت چاہی تو فرمایا: اس ذات کی قسم جو داہ بھڑا کر اکھوا نکالتی ہے اور جان کو جسم کے اندر پیدا کرتی ہے قرآن کے سوا میرے پاس اور کچھ نہیں ہے۔

لیکن قرآن کا فہم اللہ جسے چاہے دے۔ اور واقعہ بھی یہی ہے کہ صحیح حدیثیں سب کی سب قرآن ہی سے ماخوذ ہیں یا قرآن کی توضیح اور تشریح ہیں۔ چنانچہ قرآن کے علاوہ ارشادات نبویؐ کے بھی آپ بڑے عالم تھے۔ آپ نے چند احادیث لکھی بھی ہیں جو ایک لیپٹے ہوئے کاغذ میں آپ کی تلوار کی نیام میں رکھی رہتی تھیں۔ یہ حدیثیں فقہی احکام سے متعلق تھیں۔ قرآن و حدیث کے علاوہ فقر اور اجتہاد میں بھی آپ کو بڑا ملکہ حاصل تھا اس وسعت نگاہ کی ایک بڑی وجہ آپ کی ذہانت کے علاوہ یہ بھی کہ آپ اجابات نہیں جانتے تھے وہ حضورؐ سے دریافت کر لیا کرتے تھے۔ فقر حنفی کی بنیاد حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے علاوہ حضرت علیؓ کے ارشادات اور فیصلوں پر ہے۔ حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے ”اَقْضِنَا عَلٰی مَا اَقْرَأْنَا اُجْبٰی“ ”ہمارے سب سے اچھے قاضی علیؓ اور سب سے اچھے قاری اُبیؓ ہیں۔ مشہور یہ ہے کہ تصوف کے تمام سلسلے حضرت علیؓ تک پہنچتے ہیں لیکن یہ بات تحقیق نہیں ہے۔ آپ کو فن تقریر و خطابت میں بھی ملکہ حاصل تھا۔ آپ کے تمام خطبوں کو شریف رضی نے بیچ البلاغہ کے نام سے مرتب کر دیا ہے مگر اس میں کچھ خطیے یقیناً الحاقی ہیں ان کی نسبت حضرت علیؓ کی طرف غلط ہے کیونکہ ان میں ایسی باتیں ہیں جو حضرت علیؓ کی زبان سے نکل ہی نہیں سکتیں۔ آپ کبھی کبھی استعارہ بھی کہہ لیتے تھے۔ علم نحو کے بانی بھی آپ ہی ہیں۔ ابوالاسود دوسلی کو چند اصول اور بنیادی قواعد بتا کر علم نحو کی تدوین پر آپ ہی نے مقرر فرمایا تھا۔

امانت و دیانت اور زہد و تقویٰ کے اوصاف سے آپ کی زندگی مزین تھی۔ عہد خلافت میں یہ خوبیاں اور نمایاں ہو گئی تھیں۔ عبادات سے آپ کو بڑا اشغف تھا۔ آپ نے اگرچہ بڑی عسرت سے زندگی گزاری، اس کے باوجود آپ کے دروازہ سے کبھی سائل خالی واپس نہیں گیا۔ شجاعت اور بہادری آپ کا ایک ایسا وصف تھا جس میں کوئی آپ کا حریف نہیں تھا تمام اہم غزوات میں آپ نے اپنی تیغ و زلفقار کے جوہر دکھائے۔ جنگ بدر میں اپنے حریف ولید کو قتل کیا۔ عبیدہ بن حارثؓ کو ان کے حریف شبیرؓ نے زخمی کر دیا تو اس کو آپ ہی نے قتل کیا۔ غزوہ خندق میں عمرو بن عبدود کو جو بہت مشہور بہادر تھا، آپ ہی نے قتل کیا تھا۔ مرحب بھی آپ ہی کے ہاتھوں خاک و خون میں تر پایا اور قلعہ خیبر فتح ہوا۔ غزوہ

غزوہ حنین میں چند مسلمان ثابت قدم رہ سکے تھے ان میں حضرت علیؑ بھی تھے۔

آپؑ نے اپنے دشمنوں کے ساتھ ہمیشہ اچھا برتاؤ کیا ایک مرتبہ آپؑ کا مخالف بربنہ ہو گیا تو آپؑ اسے چھوڑ کر الگ ہو گئے تاکہ اسے شرمندگی نہ اٹھانا پڑے۔ جنگ جمل میں فتح پانے کے بعد حضرت عائشہؓ کی خیریت خود دریافت کی، انہیں اور ان کی فوج کے تمام زخمیوں کو پناہ دی اور عام منادی کرادی کہ بھاگنے والوں کا تعاقب نہ کیا جائے، زخمیوں کو قتل نہ کیا جائے، مال نہ لوٹا جائے، جو ہتھیار ڈال دے اسے امان دی جائے۔ حضرت علیؑ کی رائے جتنی تلی اور صائب ہوتی تھی۔ حضورؐ کے دور ہی سے آپؑ کی رائے پر اعتماد کیا جاتا تھا۔ واقعہ انک میں حضورؐ نے آپؑ سے مشورہ فرمایا تھا۔ غزوہ طائف میں حضورؐ نے حضرت علیؑ سے اس قدر دیر تک مشورہ کیا کہ لوگ رشک کرنے لگے۔ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے دور میں آپؑ مجلس شوریٰ کے رکن رہے حضرت عثمانؓ بھی آپؑ سے اہم امور میں مشورہ کرتے تھے۔

غرض کہ حضرت علیؑ جامع الصفات تھے اللہ تعالیٰ ہمیں آپؑ کی خوبیاں اپنے اندر پیدا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔!

عہدِ علوی کے صوبے اور گورنر

نمبر شمار	صوبے	گورنر
۱۔	مصر	قیس بن سعدؓ - محمد بن ابی بکرؓ
۲۔	بصرہ	عثمان بن حنیفؓ - عبداللہ بن عباسؓ
۳۔	مین	عبید اللہ بن عباسؓ
۴۔	کوفہ	ابوموسیٰ اشعریؓ
۵۔	فارس	سہیل بن حنیفؓ - زیاد بن ابیہؓ
۶۔	کرمان	
۷۔	مدینہ منورہ	الوالیدؓ
۸۔	مدائن	یزید بن قیسؓ
۹۔	اصفہان	محمد بن سلیمؓ
۱۰۔	کسکر	قدامہ بن عجلان ازدیؓ
۱۱۔	سجستان	ربیع بن کاسؓ
۱۲۔	خراسان	خلید بن کاسؓ
۱۳۔	موصل (ہمزیرہ - عراق)	مالک بن حارثؓ - اشتر نخعیؓ

حضرت علیؓ کے کارنامے

۱۔ باوجود یہ کہ آپ کا پورا دور پر آشوب رہا۔ حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت عاکشہؓ سے مقابلہ کرنا پڑا۔ حضرت امیر معاویہؓ سے نبرد آزمائی اور موکر آرائی کرنا پڑی۔ خارجیوں سے جنگ کرنا پڑی۔ پورا دور خلافت بدامنی، انتشار اور شورش کی نذر رہا۔ مگر آپ نے انتہائی صبر، استقامت اور پامردی سے ہر مصیبت کا مقابلہ کیا اور دامن حق ہاتھ سے نہیں چھوڑا، صلح، جنگ، نجی زندگی اور پبلک زندگی، سیاست اور اجتماعیت ہر ایک میں قرآن و سنت سے سرمو اخراٹ نہیں کیا۔ یہ آپ کا ایک عظیم کارنامہ ہے۔

۲۔ آپ کا دوسرا کارنامہ یہ ہے کہ باوجود یکہ جنگ جمل، جنگ صفین اور جنگ نہروان جیسی جنگیں لڑنا پڑیں۔ شام اور مصر جیسے بڑے بڑے ملک آپ کے ہاتھ سے نکل گئے اور ملک میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک بغاوتیں پھوٹ پڑیں، پھر بھی ہم پہلو اصلاحات اور انتظامات کی طرف سے آپ غافل نہیں رہے۔ ملکی نظم و نسق قائم رکھا اور حسب موقع عمال اور حکام کے عزل و نصب کا اہتمام کرتے رہے۔ عمال کی نگرانی کا بھی اہتمام کیا۔ محاصل کی تحصیل و وصول کی طرف پوری توجہ کی۔ قیام عدل اور امن و امان کا بڑا اچھا انتظام کیا حتیٰ کہ ایرانیوں نے برلا کہا کہ نوشیروانی عدل کی یا دنازہ ہو گئی۔ ایران اور آرمینیہ میں کچھ لوگ مرتد ہو گئے تھے ان کی سرکوبی کا فریضہ انجام دیا۔ رعایا کی اخلاقی نگرانی کی طرف بھی پوری توجہ کی۔ مجرموں کو سزائیں دیں اور حدود و قصاص کے احکام جاری کیے اور تعزیری سزائیں نافذ کیں۔

۳۔ آپ کا تیسرا کارنامہ یہ ہے کہ اگرچہ آپ کو خلیفہ منتخب کرنے میں بصرہ، کوفہ اور مصر کے وہ مفسدین آگے آگے تھے جن کے ساتھیوں نے حضرت عثمانؓ کو شہید کیا تھا۔ اور آپ کی فوج میں بہت سے غلط افکار و خیال کے لوگ شامل ہو گئے تھے۔ مثلاً سبائی گروہ کے لوگ اور وہ جو بعد میں خارجی بن گئے۔ خاصی تعداد میں آپ کی فوج میں شامل تھے اس قدر

مختلف اور پراگندہ خیال لوگوں سے تعاون حاصل کرنا اور ان کے ذریعہ جنگیں لڑنا اور کامیابی حاصل کرنا اور ملکی نظم و نسق اور امن و امان قائم رکھنا یقیناً آپ کا کارنامہ ہے۔

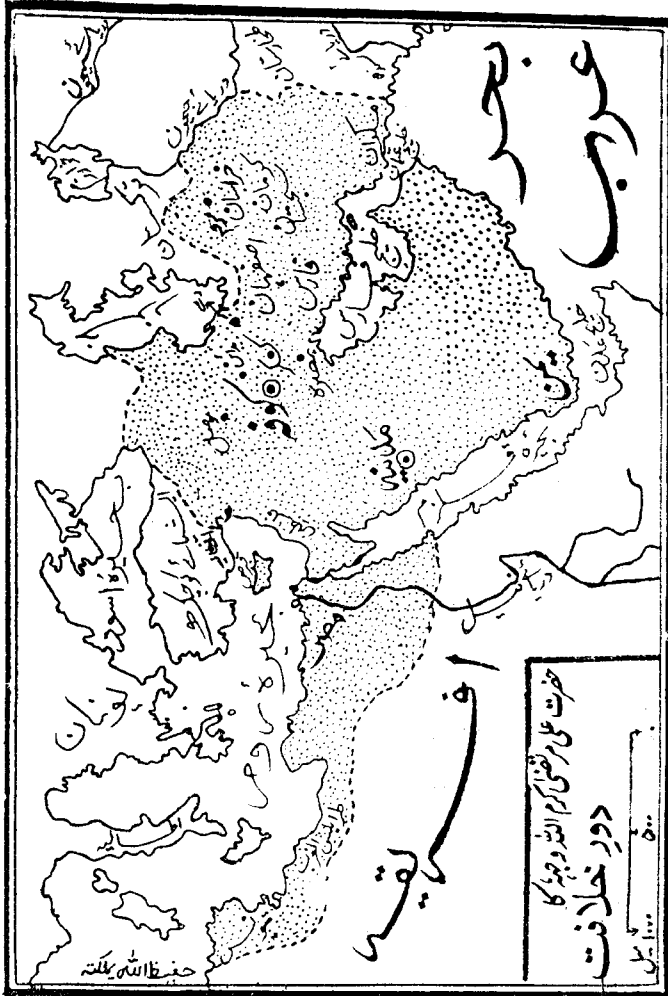
۴۔ سادہ زندگی گزاری۔ شوراہیت باقی رکھی، بیت المال کو خدا اور خلق کی امانت سمجھا، قانون کی حکومت برقرار رکھی، عدل و انصاف کا دامن تھامے رہے اور یہ سب کام شورش اور انفرافری کے باوجود انجام دیئے۔ یقیناً یہ آپ کا عظیم کارنامہ ہے۔

۵۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اللہ کے کلمہ کو بلند کرنا۔ دین کو قائم کرنا، شریعت کو نافذ کرنا ہی آپ کی حکومت کا نصب العین تھا اور سنت نبی کریمؐ ہی آپ کی حکمرانی کا طریقہ کار تھا۔ اللہ ہی کا اقتدار اعلیٰ اور اسی کی مالکیت کی بنیاد پر آپ کی حکومت نظریہ خلافت پر مبنی حکومت تھی۔ آپ اپنے کو خدا اور خلق دونوں کے سامنے جوابدہ سمجھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ہزار انتشار اور خلفشار اور جنگ و جدل کے باوجود آپ کی حکومت خلافت راشدہ ہی تھی۔ کیا یہ آپ کا کارنامہ نہیں ہے ؟

حضرت علیؑ اور عہد علوی کا ٹائم چارٹ

- ۱۔ پیدائش ۶۰۰ء
- ۲۔ اسلام قبول کیا ۶۱۰ء
- ۳۔ مدینہ کو ہجرت کی ۶۲۲ء
- ۴۔ حضرت فاطمہؑ سے آپؑ کا نکاح ہوا۔ جنگ بدر میں ولید اور شیبہ کو قتل کیا۔ ۶۲۳ء
- ۵۔ جنگ احد میں ثابت قدم رہے۔ ۶۲۴ء
- ۶۔ جنگ خندق میں شریک ہوئے۔ بنو نضیر کی ہم سر کی۔ ۶۲۵ء
- ۷۔ بنو سعد کی ہم سر کی۔ حدیبیہ کا صلح نامہ لکھا۔ ۶۲۶ء
- ۸۔ قلعہ خیبر فتح کیا۔ مرحب کو قتل کیا۔ ۶۲۸ء
- ۹۔ فتح مکہ میں شریک ہوئے۔ حنین میں ثابت قدم رہے۔ ۶۲۹ء
- ۱۰۔ مدینہ پر حضورؐ نے آپؑ کو اپنا قائم مقام بنایا۔ حج میں اعلان برائہ کیا۔ ۶۳۰ء
- ۱۱۔ حجتہ الوداع میں شریک ہوئے۔ ۶۳۱ء
- ۱۲۔ حضورؐ کی تجہیز و تکفین کا فریضہ انجام دیا۔ حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کی۔ ۶۳۲ء
- ۱۳۔ حضرت عمرؓ کی بیعت کی۔ ۶۳۳ء
- ۱۴۔ حضرت عثمانؓ کی بیعت کی۔ ۶۳۴ء
- ۱۵۔ مجلس مشورہ (پارلیمنٹ) کے رکن اور تینوں خلفاء کے مشیر خصوصی رہے۔ از ۶۳۴ء تا ۶۳۵ء
- ۱۶۔ خلیفہ منتخب ہوئے۔ ۶۳۵ء
- ۱۷۔ حضرت عائشہؓ کا بصرہ پر قبضہ ہوا اور قاتلین عثمانؓ قتل کر گئے۔ جنگ جمل ہوئی۔ ۶۳۶ء
- ۱۸۔ جنگ صفین ہوئی۔ حکیم کا واقعہ پیش آیا۔ نہروان کی جنگ ۶۵۸ء
- ۱۹۔ مصر پر حضرت امیر معاویہؓ کا قبضہ ہوا۔ محمد بن ابی بکرؓ قتل ہوئے۔ ۶۵۹ء
- ۲۰۔ حضرت علیؑ شہید ہوئے ۶۶۱ء

خلافتِ علوی کا نقشہ



نوٹ :- اس حصہ میں دار الخلافہ مدینہ منورہ سے کوئی منقل ہو گیا۔

خانہ جنگی کے اسباب اور اُن سے سبق

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے تمام تر فضائل، خوبیوں، کمالات اور ایمان و عمل کے اعلیٰ مدارج پر فائز ہونے کے باوجود تھے انسان ہی۔ اپنے آپ کو غلط فہمیوں سے نہ بچا سکے۔ وہ سب فخلص تھے اور اپنے اپنے موقف کو نیک و نیک فیتی کے ساتھ حق سمجھتے تھے۔ لیکن برا ہو غلط فہمی کا جس نے اُن میں اختلافات پیدا کر دیے۔ جنہوں نے اتنی شدت اختیار کر لی کہ جنگ و جدل تک کی نوبت آگئی۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ انسان جس بات کو حق سمجھتا ہے اور جس رخ پر سوچنا شروع کرتا ہے اُس بات کے لیے اسے دلائل اور شواہد نظر آتے چلے جاتے ہیں، اور دوسرا رخ نگاہوں سے اوجھل ہو جاتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ اور حضرت امیر معاویہؓ وغیرہ کا یہی حال تھا۔ ان حضرات نے ایک رخ پر سوچنا شروع کیا اور اُسی رخ پر سوچتے چلے گئے اور حضرت علیؓ کے متعلق غلط فہمیوں کے مختلف اسباب یہ ہم پر آش آتے چلے گئے۔ مفسدین کا ان کے انتخاب میں دلچسپی لینا، اور ان کی فوج میں شامل رہنا اور ان کی جانب سے عہدوں پر فائز ہونا، پھر ان کا تمام اعمال کو کیا رنگی معزول کر دینا۔ قائلین عثمانؓ سے انکا قصاص نہ سکنا، اشتر نخعی کا حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ سے جبراً بیعت لینا۔ فریق ثانی کے غلط فہمیوں کا شکار ہونے کے لیے بالکل کافی تھا۔ درحقیقت یہ انسانی کمزوری کا شاخسانہ تھا کہ صحابہ کرام اور فردن اولیٰ کے مسلمان باہمی جنگ و جدل میں مبتلا ہو گئے۔

ان خادہ جنگیوں سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ جس چیز کو قرآن و سنت کے دلائل سے ہم حق سمجھیں اس کے لیے ہمیں اپنا تن من و دھن سب لگا دینا چاہیئے۔ صحابہ کرام کی یہ خصوصیت ہے کہ انہوں نے دین کے مقابلے میں اپنی جان اپنے مال اپنے آرام و آسائش اور عافیت کو قربان کرنے کا عمل ثابت دیا۔

دوسرا سبق یہ ملتا ہے کہ سیاست و اجتماعیت، حکومت و خلافت دنیا داری نہیں ہے عین دین داری کا تقاضا ہے کہ ہم سیاست و اجتماعیت سے نہ صرف دلچسپی لیں بلکہ اس کے سلسلہ میں قربانیاں بھی دیں۔ لیکن غیر اسلامی سیاست سے بہر حال دور رہیں۔

تیسرا سبق یہ ملتا ہے کہ سیاست میں تن من دھن سے حصہ لینے کے باوجود ان حضرات نے نماز، روزہ اور حج و زکوٰۃ اور اخلاق و دیانت اور معاشرت و معیشت میں دین کے تقاضوں کو نظر انداز نہیں کیا۔ لہذا ہمیں بھی ان کے نقش قدم پر چلنا چاہیے۔ جہاں تک لڑنے والے دونوں فریقوں کے متعلق عقیدہ رکھنے کا سوال ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اہل سنت والجماعت کا اس سلسلہ میں جو عقیدہ ہے وہی عقیدہ رکھنا چاہیے کہ دونوں فریق مخلص تھے ان میں سے جس سے بھی غلطی کا ارتکاب ہوا۔ وہ اس کی اجتہادی غلطی تھی اللہ اسے معاف کرے۔ ہمیں ان میں سے ہر ایک کو اپنا بزرگ ماننا چاہیے۔

دور علوی میں اسباق

۱۔ دور علوی میں سب سے بڑا سبق یہ ملتا ہے کہ حالات خواہ کتنے ہی ناسازگار ہوں اور خواہ اپنے بھی ساتھ چھوڑ رہے ہوں لیکن آدمی کو ہمت نہیں ہارنا چاہیے اور حوصلہ مندی کے ساتھ مقابلہ کرنا چاہیے۔ جیسا کہ حضرت علیؓ نے کیا۔

۲۔ دوسرا اہم سبق یہ حاصل ہوتا ہے کہ مخالف خواہ کتنے ہی زیادہ ہوں، زمانہ کتنا ہی نازک ہو، انتشار اور خلفشار اور شورش و بغاوت کی خواہ چاروں طرف سے بیلغار ہی کیوں نہ ہو، لیکن جادہ حق سے نہیں ہٹنا چاہیے جیسا کہ حضرت علیؓ نے کیا، کہ جادہ حق پر جمے رہے۔

سَوالات

- ۱- حضرت علیؑ کا انتخاب کس طرح ہوا اور اس سے کیا اسباق اخذ ہوتے ہیں؟
- ۲- حضرت علیؑ پر تعارفی نوٹ لکھیے اور خلافت سے پہلے کے حالات پر اظہار خیال کیجئے!
- ۳- عہد خلافت کے اہم واقعات کی نشاندہی کیجئے۔
- ۴- آپؑ کے خطبہ خلافت سے کیا اسباق حاصل ہوتے ہیں؟
- ۵- حضرت عثمانؓ کے قصاص کا مطالبہ لے کر کون لوگ اٹھے تھے کیا وہ حق پر تھے دلائل پیش کرو!
- ۶- حضرت علیؑ نے قصاص کا مطالبہ تسلیم کیوں نہیں کیا؟ اسباب لکھیے اور مجبوریات بیان کیجئے۔
- ۷- آپؑ نے گورنروں کو کیوں معزول کیا تھا؟ اور دوسروں کے مشورے کیوں قبول نہیں کیے تھے؟
- ۸- آپؑ نے کس کو کہاں کا گورنر بنایا تھا۔ یہ گورنر چارج لے سکے یا نہیں؟ نتیجہ کیا نکلا؟
- ۹- حضرت علیؑ نے بعض گورنروں سے خط و کتابت کی تھی اس کا کیا نتیجہ نکلا؟
- ۱۰- حضرت عائشہؓ نے کیا کوششیں کی تھیں؟ کیوں؟ نتائج کیا برآمد ہوئے؟
- ۱۱- حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ بیعت کر چکے کے بعد مقابلہ پر کیوں آئے۔ کون حق پر تھا اور کیوں؟
- ۱۲- عثمان بن حنیفؓ، کعب بن ثورؓ اور اسامہ بن زیدؓ نے کیا رول ادا کیا؟
- ۱۳- حضرت عائشہؓ کا بصرہ پر قبضہ کس طرح ہوا؟ نتائج کیا نکلے؟
- ۱۴- حضرت علیؑ نے دار الخلافہ کیوں تبدیل کیا فوائد اور نقصانات لکھیے!
- ۱۵- عراق جانے سے کن حضرات نے کیوں انکار کیا تھا؟
- ۱۶- سبائی کون لوگ تھے انھوں نے کیا کردار ادا کیا؟ ان کے عقائد اور طریقہ کار پر نوٹ لکھیے!
- ۱۷- جنگ جمل کے اسباب واقعات اور نتائج لکھیے!
- ۱۸- جنگ صفین کے اسباب واقعات اور نتائج لکھیے!

- ۱۹۔ تحکیم کسے کہتے ہیں اس کے نتائج کیا نکلے ؟
- ۲۰۔ شیعہ، مرجہ اور خدجی کون کون لوگ تھے ؟ ہر ایک کے عقاید، طریقہ کار اور تاریخی رول بیان کرو۔
- ۲۱۔ جنگ نہروان کے اسباب واقعات اور نتائج لکھیے !
- ۲۲۔ الکونی لایونی رکوفہ کے رہنے والے بے وفا ہوتے ہیں، کیوں مشہور ہوا ؟
- ۲۳۔ مہر کا قضیہ کیا تھا ؟ کیسے طے ہوا ؟
- ۲۴۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور میں عام شورش یا بے چینی کیسے پیدا ہوئی ؟
- ۲۵۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وجوہ و اسباب بیان کرو !
- ۲۶۔ دور علوی کے صوبے اور گورنر لکھیے !
- ۲۷۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کارنامے بیان کرو !
- ۲۸۔ عہد علوی کا ٹائم چارٹ بنائیے !
- ۲۹۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حدود خلافت لکھیے !
- ۳۰۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپس میں کیوں لڑے ؟ ہمیں ان کی خانہ جنگی سے کیا اسباق حاصل ہوتے ہیں ؟ اور فریقین کے بارے میں ہمیں کیا عقیدہ رکھنا چاہیئے ؟

ضمیمہ

اسلام کی سیاسی تعلیمات

(۱) تصور کائنات :- ہر سیاسی نظریہ کسی نہ کسی تصور کائنات پر مبنی ہوتا ہے۔ اسلام کا تصور کائنات یہ ہے کہ :

الف : پوری کائنات کا اور اس کے ذرہ ذرہ کا خالق اللہ ہے۔ انسان کا اور اس کے رد میں رہیں کا پیدا کرنے والا اللہ ہے۔ اسی طرح ہر اس چیز کا پیدا کرنے والا اللہ ہے جس سے انسان فائدہ اٹھاتا ہے۔

ب : پوری کائنات، انسان اور کائنات کی ہر چیز پر حاکمیت (SOVEREIGNTY) صرف اللہ کی ہے۔ طبعی اور شرعی دونوں قسم کی حاکمیت تنہا اسی کی ہے۔

ج : حاکمیت کی تمام صفات جو دنیا کے سیاسی مفکرین کی تجویز کردہ اور مستحکم ہیں وہ صرف اللہ تعالیٰ میں پائی جاتی ہیں اور کوئی بھی ان صفات سے متصف اور ان کا حامل نہیں ہو سکتا۔

(۲) سیاسی حاکمیت کا مالک بھی صرف اللہ ہی ہے۔ سادہ سنی کسی دوسرے کا حق نہیں ہے

(۳) قانونی حاکمیت (LEGAL SOVEREIGNTY) بھی اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے۔

(۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی قانونی حاکمیت کے واحد مستند نمائندے ہیں۔ اس لیے ان کی اطاعت عین خدا کی اطاعت ہے۔ اپنے اپنے دور میں ہر رسول کی یہی حیثیت تھی۔

۱۔ تفصیل کے لیے دیکھیے مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ کی تفہیم القرآن۔ خلافت و ملوکیت اور اسلام کا نظریہ سیاسی۔

(۵) اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم بالاتر قانون (SUPREME LAW) ہے اس کے مطابق اہل ایمان کو عمل کرنا فرض اور واجب ہے۔

(۶) انسانی حکومت کی جائز صورت صرف یہ ہے کہ ریاست اللہ اور اس کے رسول کی قانونی ہدایتی تسلیم کر کے اس کے حق میں حاکمیت سے دست بردار ہو جائے اور حقیقی حاکم اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کے تحت نیابت اور خلافت کی حیثیت قبول کرے۔

(۷) زمین پر انسان کو جو کبھی قدرت حاصل ہے وہ اللہ کی بخشی ہوئی ہے اور جو اختیارات اسے حاصل ہیں وہ بھی اللہ تعالیٰ کے عطا کیے ہوئے ہیں اس لیے انسان حقیقت میں اللہ کا خلیفہ اور نائب ہے اس لیے اسے خود مختاری سے باز رہنا چاہیے۔

(۸) جائز اور صحیح خلافت کا حقدار کوئی شخص یا خاندان یا طبقہ یا قوم نہیں ہے بلکہ وہ تمام لوگ ہیں جنہوں نے مذکورہ اصولوں کو تسلیم کر کے کوئی ریاست قائم کی ہو۔

(۹) اس نظام خلافت کو چلانے کے لیے جو کبھی ریاست قائم ہو عوام اس کی اطاعت صرف معروف میں کریں گے۔ معصیت میں اطاعت بالکل جائز نہیں۔

(۱۰) اس ریاست کا پورا نظام اس کی تاسیس و تشکیل سے لے کر صدر مملکت اور تمام کترانہ دھڑا لوگوں کے انتخاب قانون سازی اور انتظامی معاملات تک اہل ایمان کے مشورے سے انجام پانا ضروری ہے۔ یہ مشاورت بلا واسطہ بھی ہو سکتی ہے اور بالواسطہ بھی۔

(۱۱) نظام خلافت چلانے والوں میں مندرجہ ذیل اوصاف ہونا چاہئیں۔

الف: وہ ان اصولوں کو مانتے ہوں اور اس فکر و نظر کے حامل ہوں جن پر یہ ریاست قائم ہے۔ کیونکہ کسی نظام کو چلانے کی ذمہ داری اس کے مخالفین کے سپرد نہیں کی جاسکتی۔

ب: وہ ظالم، فاسق و فاجر اور اللہ کی حدود کو توڑنے والے نہ ہوں بلکہ خدا ترس اور صالح ہوں۔ ج: وہ صالح ہونے کے ساتھ باصلاحیت بھی ہوں نادان اور جاہل نہ ہوں، معاملہ فہم ہوں، کاروبار خلافت چلانے کے لیے ذہنی اور فکری اور جسمانی اہلیت رکھتے ہوں۔

د: وہ امانت دار اور دیانت دار ہوں، خیانت کرنے والے اور بددیانت نہ ہوں۔ عہدہ اور منصب سے ناجائز فائدہ اٹھانے والے، خولیش پروری اور اقربا نوازی کرنے والے

نہ ہوں۔ حکومت کے ٹھاٹے باٹھ جانے والے نہ ہوں بلکہ خدمت کا جذبہ رکھتے ہوں۔
(۱۲) اسلامی ریاست کے بنیادی اصول مندرجہ ذیل ہیں :

الف: اللہ اور رسول کی اطاعت ہر اطاعت پر مقدم ہے۔

ب: حکومت کے کرنا دھڑا لوگوں کی اطاعت اللہ اور رسول کی اطاعت کے تحت ہے۔

ج: اہل حل و عقد اور حکومت چلانے والے اہل ایمان میں سے ہوں۔

د: عوام کو حکومت اور حکام سے باز پرس کا حق ہے۔

ہ: عوام اور حکام میں نزاع اور کشمکش کا فیصلہ خدا اور رسول کے قانون کے ذریعہ ہو۔

و: نظام خلافت میں ایک ادارہ ایسا ہونا ضروری ہے جو حکام اور عوام دونوں کے دباؤ سے آزاد ہو، اور جو اللہ اور رسول کے قانون سے ان کا فیصلہ کر سکے۔

ز: انتظامیہ (EXECUTIVE) کے اختیارات لازماً اللہ تعالیٰ کی حدود سے محدود ہوں گے۔

ح: مقننہ (LEGISLATURE) کے قانون سازی کے اختیارات بہر حال اللہ تعالیٰ کی حدود کے اندر اور قانونِ الہی کے ماتحت ہوں گے۔

ط: عدلیہ (JUDICIARY) کو عوام اور حکام کے دباؤ سے آزاد ہونا چاہیئے۔ عدلیہ بھی حدود اللہ کی پابند ہوگی۔

ی: ریاست کا نصب العین اعلاءِ کلمۃ اللہ ہے قیامِ عدل اور ظلم و جور کا استیصال ہے۔ اقامتِ صلوٰۃ اور اتیانِ زکوٰۃ کا نظم قائم کرنا ہے۔ معونات کا حکم دینا اور منکرات سے باز رکھنا ہے،

(۱۳) اسلامی ریاست میں بنیادی حقوق مندرجہ ذیل ہیں :

الف: ریاست کے مسلم اور غیر مسلم باشندوں کی جان، مال اور آبرو کی حفاظت ریاست کا فرض ہے۔ اور باشندوں کا حق ہے۔

ب: نجی زندگی (PRIVATE LIFE) کی حفاظت بھی عوام کا حق ہے۔

ج: ظلم کے خلاف آواز اٹھانے کا حق بھی عوام کو حاصل ہے۔

د: نیکی اور بھلائی کے لیے آزادی اجتماع کا حق عوام کو حاصل ہے۔

ہ: ضمیر اور عقیدہ کی آزادی کا حق عوام کو حاصل ہے۔

ز: مذہبی دِل آزاری سے بچاؤ کا حق عوام کو حاصل ہے۔

ح: یہ حق کہ ہر شخص اپنے ہی اعمال کا ذمہ دار ہو، دوسرے کے اعمال کی ذمہ داری اس پر نہ ہو۔
ط: عوام کو اسلامی ریاست میں یہ بھی حق حاصل ہے کہ ناگزیر ضروریاتِ زندگی کے اگر وہ محتاج ہوں تو ریاست فراہم کرے۔ اور یہ کہ ریاست اپنی رعایا کے درمیان بنیادی حقوق کے سلسلہ میں کوئی فرق و امتیاز نہ برتے۔

غرض کہ اسی تصور کائنات اور انہیں سیاسی اصولوں پر خلافت راشدہ قائم تھی اور یہی بنیادی حقوق خلافت راشدہ میں باشندوں کو حاصل تھے اور اسی تصور کائنات اور انہیں اصول پر آج بھی ہماری اور آپ کی ذمہ داری ہے کہ ریاست قائم کریں جس میں یہی بنیادی حقوق باشندوں کو حاصل ہوں۔

امت مسلمہ کی یہ ذمہ داری ہے کہ اسلامی سیرت و کردار کے افراد تیار کرے تاکہ اسلامی معاشرہ کا ہر فرد اچھا انسان اچھا مسلمان اور اچھا شہری بن سکے، اور اس کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ اسلامی سماج اور معاشرہ تعمیر کرے تاکہ اسلامی فلاحی اسٹیٹ قائم ہو سکے جو عدل اجتماعی قائم کرنے کا ذریعہ بن سکے۔ یہ ذمہ داری ملت کے تمام افراد کی ہے جس کو دین کا جس قدر فہم و شعور حاصل ہے جس کو جس قدر مواقع اور سازگار حالات میسر ہیں جس کے اندر جتنی اہلیت اور زیادہ صلاحیت ہے اس کی اسی قدر زیادہ ذمہ داری ہے۔ خصوصیت سے یہ ذمہ داری تعلیم یافتہ نوجوانوں پر عاید ہوتی ہے، کیونکہ ایک طرف اگر ان کا خون گرم ہے اور جوانی کی صلاحیتوں سے وہ مالا مال ہیں تو دوسری طرف وہ زیرِ علم سے آراستہ ہیں، اور اقامتِ دین کا فریضہ انجام دینے کے لیے علمی اور جسمانی دونوں قسم کی صلاحیتیں درکار ہیں۔

مولانا محمد سلیمان قاسمی (پ ۱۹۲۶) تحریک اسلامی کے ایک باصلاحیت، صاحب قلم، عالم دین ہیں، عمر عزیز کا بیشتر حصہ درس و تدریس میں گزارا، تصنیف و تالیف سے دلچسپی رہی ہے، اس وقت آپ کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔

مولانا قاسمی صاحب اپنے وطن فرخ آباد میں پیدا ہوئے، وہیں پر ابتدائی و ثانوی تعلیم حاصل کی، اعلیٰ تعلیم کے لیے ۱۹۴۲ء میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا، اور ۱۹۴۷ء میں سند فراغ حاصل کی۔ کچھ دنوں تک مختلف علمی و دینی خدمات انجام دیتے رہے، لیکن ۱۹۵۳ء میں باضابطہ درس گاہ اسلامی رام پور سے بہ حیثیت معلم وابستہ ہو گئے۔ ۱۹۹۰ء میں درس گاہ اسلامی رام پور کی ملازمت سے ریٹائر ہوئے اور اب رام پور میں اقامت پزیر ہیں، تصنیف و تالیف کی سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔

مولانا موصوف کی اب تک متعدد کتابیں مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی اور دوسرے مکتبوں سے شائع ہو کر قبول عام پائی ہیں، جن میں کاروان اہل حق کربلا سے بلا کوٹ تک، اسلامی تعلیمات۔ اسلام کا مطالعہ آپ کیوں کریں، وہ تلوار جس نے دل جیت لیے، دروس قرآن اور یہودیوں کے جرائم — قرآن کی روشنی میں — خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ زیر نظر کتاب — مختصر تاریخ خلافت راشدہ میں خلفاء راشدین کے زریں دور کی مختصر اور مجمل تاریخ بیان کی گئی ہے۔ جانشین خلافت کی سیرت و کردار، عہد حکومت، نظم مملکت، خلافت راشدہ کی خصوصیات، دل نشین انداز میں پیش کی گئی ہے۔ طلبہ کی سہولت و افادیت کے پیش نظر ہر دور کے آخر میں سوالات اور نقشہ جات بھی دیے گئے ہیں جس سے کتاب کی اہمیت اور بڑھ گئی ہے۔ اسلامی ائمہ یز کے طلبہ کے لیے یہ کتاب نہایت مفید ہے۔